

اگست 2018

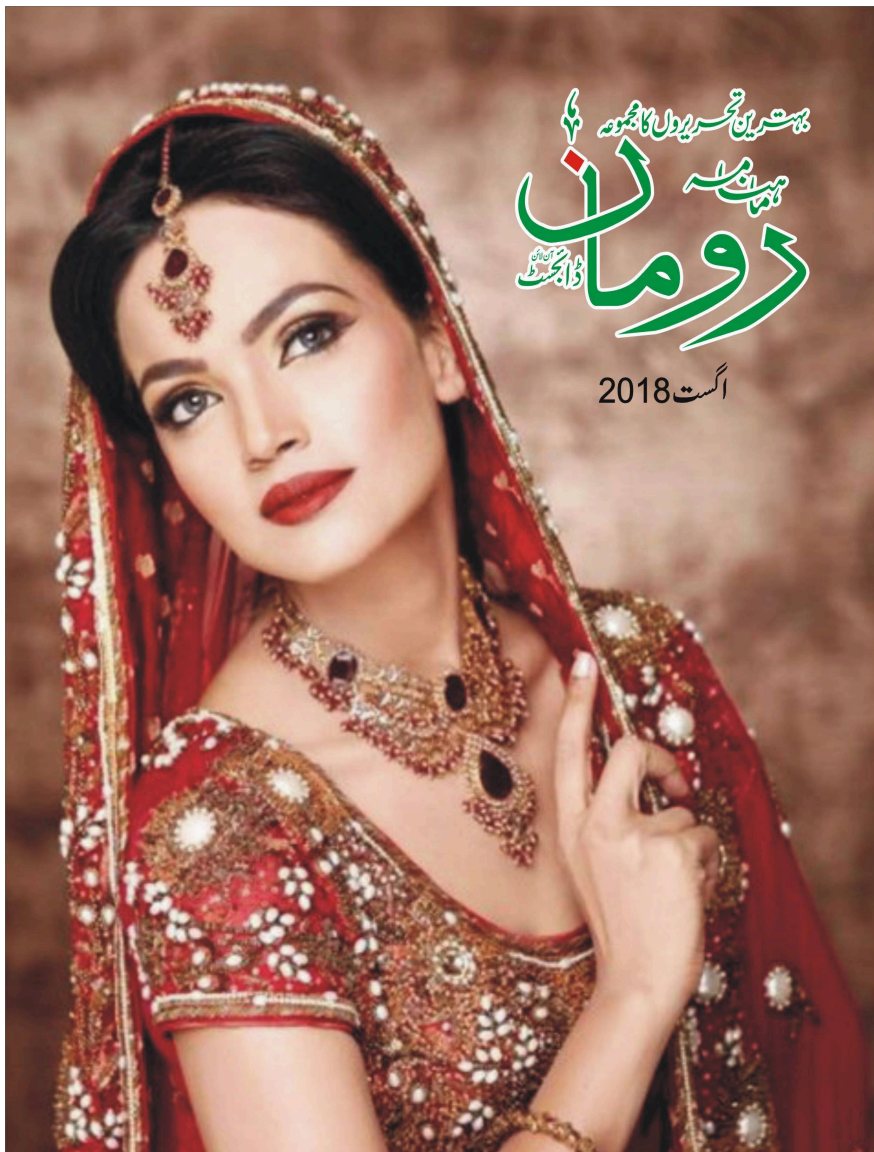
بہترین تحریریں  
ماہنامہ  
دروما

1

ماہنامہ درومان آن لائن ڈائجسٹ

بہترین تحریریں  
ماہنامہ  
دروما  
آن لائن ڈائجسٹ

اگست 2018



بہترین تحریروں کا مجموعہ  
ہفت روزہ  
رومان

اگست 2018



بہترین تحریروں کا مجموعہ

بانی و مترجم  
محمدا وسیم سہیل  
مدیر تنظیم  
ریحانہ اعجاز  
مدیر  
مہک شاہ  
نائب مدیر  
ایس اے نقوی  
معاون  
تحریر بخاری

اخراج حصہ شاعری

گلن زہرہ شاہ۔ لالہ ریخ

اخراج حصہ نثر

مومنہ جمیل، شہناز حسین

اخراج حصہ انٹرویو

فتراۃ الحسنین ذوالفقار

اخراج حصہ کچن کارڈز

نہیدہ ناز غوری۔ ماہ روشن ملک

اخراج حصہ بچوں کا ادب

خاتیہ ارباب

اخراج حصہ دین و دنیا

نکاح و نکاح

اخراج حصہ ادبی خبریں

ہادیہ امجد۔ زینب (انا شہناز)

E mail: romaan.digest@gmail.com

0334-9366437 - 0344-0913786

## اللہ کی شان

4



168 نعلی، گل زاہر و شاہ، مریم صدیقی

169 نعلی، رافعہ مستور صدیقی، امرینہ سکیل

170 نعلی، ماریہ شیر

171 نعلی، جوادی، اشارانی

172 نعلی، ساجد جلال

173 نعلی، بادروش ملک، اقرارہ سلیم

174 نعلی، چیارا چیت

175 نعلی، اثابہ طری، مہا ایمان

176 نعلی، منیجہ تبسم

177 نعلی، علیہ شیخ

178 نعلی، سدرہ امجد، رہاب الہی

181 نعلی، بہادر فرید



9 علاقہ راجپوت

14 عائشہ جبین



33 فہم چوہدری

42 ہادیہ امجد

45 کومل احمد

56 فریال خان

84 زرناب علی

108 صالحہ منصور

130 رافعہ مرید



دعائی



41 جہانل مصطفیٰ

44 امہ علی

103 فہمیدہ ناز

127 ہادیہ امجد

ستارہ منگل، عثمان مایہ

ہیہ عمر

خواہش ناز، محمد اویس

اکثر بھول جاتی ہوں

واقعہ

ماہِ حسین

مشتاق احمد یونی



193 ہاجرہ نور احمد

197 قسار العین سکندر



183 مچن کارز

188 مفید باتیں

191 ادبی خبریں

رومان آن لائن ڈائجسٹ کو اپنی تحریریں

اس ای میل پر سینڈ کریں

romaan.digest@gmail.com

ہمارا فیس بک پیج بھی لائک کریں اور

فیس بک (گروپ) پر ہونے والی ایکٹیویٹیز

میں بھی حصہ لیجئے

<https://web.facebook.com/romaan.digest2018/>

<https://web.facebook.com/groups/246254529472296/>

مزید معلومات کے لئے بھی ٹیم ممبر

سے اپنا کہس میں رابطہ کر سکتے ہیں رومان کے

فیس بک پیج پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں

0334-9366437

0344-0913786



# اللہ کی شان

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے، ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی محبت کو سب سے معزز محصول اور عظیم نعمت قرار دیا ہے، میں اسی کی تعریف کرتا ہوں، اور کھانے پینے کی نعمت پر اسی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور وہ تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے، اس نے انسان کو ایک اچھلے ہوئے پانی سے پیدا کیا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہوں نے ہدایت، نور اور نفس کو عیوب

ان پر اور ان کی آل  
رحمتیں نازل



مجھ سمیت اللہ کا  
کریکلی نصیحت کرتا  
اور نجات کا راستہ

دعوت دی۔ اللہ  
پر اور تمام صحابہ پر  
فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد:  
میں آپ سب کو  
تقویٰ اختیار  
ہوں۔ یہی کامیابی

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(( يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ لَكُمْ مَسَلُونَ )) آل عمران: 102

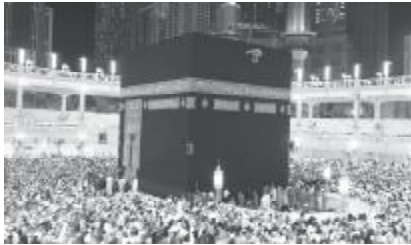
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے، دیکھو مورتے دم تک مسلمان ہی رہنا اللہ سے محبت کرنے کی بنیادی وجوہات

اللہ سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے، اور اس وقت تک تو حیدر مکمل نہیں ہو سکتی جب تک بندہ اپنے رب سے مکمل محبت نہ کرے، اور نہ تو محبت کی اس سے زیادہ واضح تحدید کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سے بہتر تعریف ہو سکتی ہے، اور اللہ کے سوا کوئی بھی ایسی ذات (چیز) نہیں جس سے مکمل طور پر محبت کی جائے اور اسی کے لئے ہی الوہیت، عبودیت، خشوع و خضوع اور مکمل محبت لائق و زیبا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کی شان جیسی کوئی شان نہیں، کیونکہ خالق و موجد سے زیادہ دلوں کو کوئی چیز محبوب نہیں، وہ تو الہ ہے، معبودِ برحق ہے، ولی ہے، مولیٰ ہے، رب ہے، تدبیر کرنے والا ہے، رزق دینے والا ہے، موت و حیات کا مالک ہے؛ اور اسی کی محبت دلوں کی نعمت ہے، روح کی حیات ہے، نفس کا سرور ہے، دلوں کی غذا ہے، عقلوں کا نور ہے، اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور اندرونی عمارت ہے۔ پاکیزہ دل، پاکیزہ روح اور عقل سلیم کے مطابق اللہ کی محبت، اس سے انسیت اور اس کی ملاقات کے شوق سے زیادہ خوبصورت، پاکیزہ، رازدار اور بہتر نعمت اور کوئی نہیں۔

تجہی بن معاذ فرماتے ہیں: ترجمہ: جب اس کی معافی تمام گناہوں کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس کی رضا کا کیا عالم ہوگا؟ اور جب اس کی رضا امیدوں کو سمیٹ لیتی ہے تو اس کی محبت کیسی ہوگی؟ اور جب اس کی محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ عقلوں کو حیران کر دے تو اس کی مودت کیسی ہوگی؟ اور اس کی مودت تو سب کچھ بھلا دے گی تو اس کا لطف کیسا ہوگا؟

اللہ سے محبت کرتا ہے اتنی  
اور مٹھاس حاصل ہوتی  
کی محبت سے بھر جائے  
محبت، ڈراور ان پر توکل  
کو بے نیاز کر دیتا



اور انسان جتنی زیادہ  
ہی زیادہ ایمان کی لذت  
ہے، اور جس کا دل اللہ  
اللہ اسے دوسروں کی  
کرنے سے اس بندے  
ہے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ

ہجو دلوں کو بے نیاز کر دیتی ہے، حاجتوں کو پورا کرتی ہے، اور بھوک کو ختم کر دیتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر اسے وہ سب کچھ مل بھی جائے جس سے اسے لذت حاصل ہو تب بھی ایسا من و اطمینان اور سکون نہیں مل سکے گا، اور آنکھوں کا نور، کانوں کی سماعت، ناک کا سونگھنا، زبان کا بولنا ان تمام نعمتوں کے ختم ہو جانے سے اتنی تکلیف نہیں ہوگی جتنی تکلیف دل سے اللہ کی محبت نکل جانے سے ہوگی بلکہ اگر دل اپنے حقیقی خالق و مالک اور معبود کی محبت سے خالی ہو جائے اور روح مردہ ہو جائے تو وہ جسم کی خرابی سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہے۔

سچی محبت

حقیقی محبت یہ ہے کہ آپ خود کو مکمل طور پر اس ذات کے حوالے کر دیں جس سے آپ محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس کچھ نہ رہے، اور اللہ کی سچی و حقیقی محبت وہ ہے جو دیگر تمام محبتوں پر غالب اور مقدم رہے، اور

بندے کی تمام تر محبتیں اسی) اللہ کی (محبت کے تابع و تحت ہونی چاہئیں، اسی میں بندے کی سعادت اور کامیابی ہے۔

محبت کی مقدار میں خمین) محبت کرنے والوں (کی مختلف درجات ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ممنوں کی محبت کو شدید کہا ہے اور فرمایا ہے:

((وَالَّذِينَ آمَنُوا شَدَّ حَبْلُهُ)) (البقرہ: 165)

ترجمہ: اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔

((شد: ((یہ لفظ ان کی محبت کے مختلف درجات ہونے کی دلیل ہے؛ کیونکہ اس کا معنی ہے: زیادہ سے زیادہ محبت۔ اللہ کی محبت کے تقاضے

اپنے نفس، روح اور مال و دولت کی محبتوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر قربان کر دینا، پھر ظاہری و باطنی طور پر اس کی موافقت کرنا، پھر اللہ کی محبت میں ہونے والی کوتاہیوں کو جاننا، سمجھنا، الغرض: آپ مکمل طور پر اپنے محبوب (رب) کے فرماں بردار بن جائیں، اور اپنے نفس کو اسی کی رضا کی خاطر وقف کر دیں، اور اس کے ساتھ ساتھ (مسنون طریقے کے مطابق) (محبوب) اللہ (کی یاد میں ہی دل لگائیں، اور ہمیشہ اپنی زبان سے اسی اللہ کا ذکر کریں۔ پیارے ﷺ اس کے حصول کے لئے یہ دعا کیا کرتے تھے:

سَلِّحْ، وَحِبْ مَنْ يَحِبُّ، وَحِبْ عَمَلٍ يَقْرِبُ لِحَبِّ.

ترجمہ: میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں، اور اس شخص کی محبت جس سے تو محبت کرتا ہے، اور اس عمل کی محبت جس کی بدولت تیری محبت حاصل ہوتی ہے

شدتِ محبت

اگر محبت بہت زیادہ شدید، عظیم اور بلند ہو جائے تو وہ ولہ یعنی شدتِ غم اختیار کر لیتی ہے، اور وہی انتہا درجہ کی محبت ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کے لئے تلہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کا مطلب ہے: اللہ کی شدید محبت، اور اس کی محبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے) قرآن کریم، شریعتِ مطہرہ)۔

اور بندوں کے لئے غذا سے زیادہ تلہ) اللہ تعالیٰ، اسکی کتاب اور اسکے دین کی شدید محبت (کی ضرورت ہو سکتی ہے کہ غذا کے نہ ہونے سے جسم کو نقصان ہوتا ہے اور تلہ) اللہ تعالیٰ، اسکی کتاب اور اسکے دین کی شدید محبت (کے نہ ہونے سے نفس) روح) کو نقصان ہو جاتا ہے اور وہ برباد و ہلاک ہو جاتا ہے۔

ممن جب اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے، اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف آتا ہے، اور جب اسے اللہ کی طرف آنے کی محسوس حاصل ہو جاتی ہے تو وہ دنیا کی طرف شہوت کی نظر سے نہیں

دیکھتا، اور آخرت کی طرف سستی و غفلت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

اللہ کی محبت کے نتائج و فوائد

اللہ کی محبت بندے کو واجب اور مستحب (پسندیدہ) کام کرنے اور حرام اور مکروہ (ناپسند) کام چھوڑنے کی ترغیب دلاتی ہے۔ اور دل کو ایمان کی لذت اور مٹھاس سے بھر دیتی ہے۔

ذاق طعم الیمان من رضی باللہ ربا، وبالسلام دینا، وبمحمد  
رسولا۔

ترجمہ: جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

اللہ کی محبت دل سے ہر اس چیز کو نکال دیتی ہے جس سے اللہ کو نفرت ہوتی ہے، اور جسم کے اعضا بھی اللہ کی محبت کی بدولت فرماں بردار ہو جاتے ہیں، جس وجہ سے دل مطمئن ہو جاتا ہے، حدیث قدسی ہے:

.. فذا حببتہ نت سمعہ الذی یسمع بہ، وبصرہ الذی یبصر بہ، ویدہ

التي یبطش بہا، ورجلہ التي یمشی بہا۔

ترجمہ: اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی وہ سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی وہ بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پاں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔



# انسانیت

## راجپوت

## علاہ

رہلی فسط

عجوبہ سکول سے آئی تو غصے سے بیگ اتار کر بیڈ پر اچھال کر خود بھی منہ پھلا کر ساتھ ہی بیڈ کی دوسری طرف بیٹھ گئی  
ارے آگئی میری رانی بیٹی گھر... دیکھو آج میں نے اپنی لاڈلی بیٹی کے لئے پکرن پلا بنایا ہے بہت پسند ہے نامیری  
عجی کو پکرن پلا عجوبہ کی ماما حبیبہ صاحبہ نے مسکرا کر عجوبہ سے کہا.....

نہیں نہیں نہیں کھانا مجھے کچھ بھی بولتے ہوئے عجوبہ رو پڑی۔ ارے کیا ہوا میری رانی بیٹی کو بتا کسی بچے نے سکول  
میں کچھ کہا ہے بتا مجھے؟؟؟

ویسے بھی اسے کوئی اسے کوئی ٹیچر کچھ کہہ ہی نہیں سکتی تھیں کیونکہ وہ بہت اچھی اور لائق سٹوڈنٹ تھی اور کلاس میں  
ہمیشہ اول آتی تھی اس لئے حبیبہ صاحبہ کو یقین تھا کہ اسے کوئی ٹیچر ڈانٹ ہی نہیں سکتی کیونکہ سب ٹیچرز اسے اس کی  
ذہانت کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے پھر ضرور کوئی اور بات ہے حبیبہ صاحبہ نے سوچا۔



کیا بات ہے میری جان آپ کیوں اتنا غصہ ہو رہی ہو اب کچھ بتا بھی۔

ما ماسب کے بہن بھائی ہوتے ہیں میرے کیوں نہیں ہیں؟؟؟ عجبوہ نے معصومیت سے پوچھا

لواتنی سی بات پر آپ رو رہی تھی حبیبہ نے مسکرا کر کہا۔

اتنی سی بات نہیں ہے یہ مادیکھیں نہ میرے سب فرینڈز کے چھوٹے بہن بھائی ہیں جنکے ساتھ وہ کھیلتے ہیں میری فرینڈ مانو کا بھی چھوٹا بھائی آیا ہے کچھ دن پہلے اس نے مجھے بتایا وہ بھی اس سے کھیلتی ہے بس اک میرے پاس ہی کھیلنے کے لئے چھوٹا بہن بھائی نہیں عجبوہ نے اداسی سے کہا۔

اوہ تو اس لئے آپ اداس ہو کہ آپ کا چھوٹا بہن بھائی نہیں ہے جس سے آپ کھیل سکو تو خوش ہو جا آپ کے سیم چاچو کا بے بی آنے والا ہے آپ اس سے کھیلتا ٹھیک حبیبہ صاحبہ نے اس کا ماتھا چوم کر کہا۔

واقعی ما ماسب چاچو کا بے بی آنے والا ہے؟؟؟ اب تو میں اس سے کھیلوں گی اور مانو کو بھی بتاں گی کہ میرا بھی چھوٹو بے

بی آنے والا ہے یا ہوووووو

عجبوہ پر جوش انداز میں کہتی اپنی ماں سے لپٹ گئی۔

سماویہ رحمان شہیر رحمان اور سمیر رحمان تین بہن بھائی تھے۔ سماویہ سب سے بڑی ان سے چھوٹے شہیر اور سب سے

چھوٹے سمیر رحمان تھے ان کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور تینوں بہن بھائی شادی شدہ تھے۔

سماویہ کے تین بچے رباب اور علشہ جڑواں بہنیں جبکہ اشہاب دونوں بہنوں سے دو سال چھوٹا تھا۔

ان سے چھوٹے شہیر رحمان کی اک ہی بیٹی عجبوہ تھی جس کے بعد سب رپورٹس ٹھیک ہونے کے باوجود ابھی تک ان کے ہاں آگے والا نہیں ہوئی تھی اور اسی لئے عجبوہ اکلوتی ہونے کی وجہ سے گھر بھر کی لاڈلی تھی خاص طور پر اپنے چاچو سمیر کی جنہیں پیار سے وہ سیم چاچو بلاتی تھی۔

اور سمیر کی 7 ماہ پہلے ہی اپنی کلاس فیو فاؤنڈ سے لومیرج ہوئی تھی اور اب فائزہ امید سے تھی گھر میں اتنی دیر بعد آنے والی خوشی سے گھر کا ہر فرد خاص طور پر عجبوہ بہت خوش تھی جسے چھوٹے بہن یا بھائی کا بہت شوق تھا۔ رباب اور علشہ تو عجبوہ سے پانچ سال بڑی تھیں اس لئے وہ ان کے ساتھ کھیلتے ہوئے تھوڑا جھگڑتی تھی جبکہ اشہاب اس سے تین سال بڑا ہونے کے باوجود بہت اچھا اور ہمیشہ اس کے ساتھ کھیلتا تھا پر عجبوہ کو اپنے سے چھوٹے بچے کے ساتھ کھیلنے کا شوق تھا اور اب اس کا یہ شوق اپنے سیم چاچو کے بچے کے ساتھ ہی پورا ہو سکتا تھا جس کا اسے اب شدت سے انتظار تھا۔

جب سے اس کی ماما نے بتایا تھا کہ اس کے سیم چاچو کے ہاں اس کا چھوٹا بہن یا بھائی آنے والا ہے تب سے وہ بہت خوش تھی اور روز حبیبہ سے پوچھتی تھی کہ ماما بے بی کو آنے میں کتنے دن رہ گئے ہیں اور حبیبہ بھی ہنس کر اس کے جواب

میں بس اتنا کہہ دیتیں تھیں کہ بس کچھ ہی دن میں آجائے گا اور 6 سال کی عجوہ بھی گن گن کے دن گزار رہی تھی کہ کب اس کا پیارا سا کزن آئے اور وہ دونوں کھیلیں۔

وہ دیوانوں کی طرح بھاگ رہی تھی اک پاں سے جوتا بھی اتر چکا تھا اور ویسے ہی بھاگ رہی تھی خوف سے اس کا برا حال تھا اس وقت اسے اپنی عزت سے پیارا کچھ نہ تھا اس لئے اسے اپنے اک پاں کی چپل اتر جانے کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ بس وہ بھاگتی ہی جا رہی تھی بھاگتے بھاگتے اس کا پاں پھسلا اور وہ منہ کے بل گر گئی اور وہ غنڈہ اس کے سر پہ پہنچ گیا۔

ا وہ سو نہو ہم سے بچ کے کیوں بھاگ رہی ہو ہم تو قدردان ہیں آپ کے حسن کو خراج بخشیں اور چلے جائیں گے گھبراتی کیوں ہو جان من پاس تو آئیں نشے میں دھت غنڈے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچنا چاہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ حد پار کرتا کسی نے زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور اس کے بعد اسے مکوں اور گھونٹوں پر رکھ لیا مارنے والے نے تب تک اسے ہلنے کا موقع نہیں دیا جب تک وہ نڈھال ہو کر بے ہوش نہیں ہو گیا شہیر رحمان اور سمیر رحمان لان میں بیٹھے اپنی کسی برنس ڈیل کی بات کر رہے تھے جب عجوہ کھیتی ہوئی آئی اور سمیر رحمان کے پیچھے سے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بولی کون؟؟؟ اپنے سیم چاچو کی نیلی آنکھوں والی ڈول عی سمیر رحمان نے مسکرا کر کہا اور عجوہ کو اپنی گود میں بٹھا کر اسے گول مول گالوں کو چٹکیوں میں پکڑ کر ڈھیر سا رپا کر ڈالا۔ کیا ہے سیم چاچو آپ ہمیشہ میری چکس کوزور سے کھینچ دیتے ہو اب آپ کا بیبی آئے گا نہ میں بھی اس کی چکس کوزور سے کھینچوں گی نہ ہبہ عجوہ نے منہ بنا کر کہنے پر شہیر اور سمیر کا قبضہ بلند ہوا۔

ہاں ہاں ہم دونوں مل کر آپ کے سیم چاچو کے بیبی کی چکس کھینچیں گے شہیر رحمان عجوہ کے بابا نے شرارتا کہا جی بابا بلکل عجوہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

ہا ہا جی جی آپ کے دل میں جو آئے وہ کرنا بیبی ساتھ آ کر آپ اس کی پیاری سی آپنی جو ہوگی سمیر رحمان نے عجوہ کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

اچھا یہ بتائیں آپ نے آپ نے بیبی کے لئے کوئی گفٹ لیا؟؟؟ سمیر نے عجوہ سے پوچھا۔

گفٹ لیا نہیں میرے پاس پہلے سے ہے چاچو یہ دیکھیں یہ جو میرا لاکٹ ہے نہ میرے گلے میں اللہ والا یہ میں بیبی کو دوں گی۔

پر عجوہ بیٹا یہ تو آپ کا لاکٹ ہے سمیر رحمان نے حیران ہو کر پوچھا تو چاچو پھر کیا ہوا بیبی بھی تو میرا ہی ہوگا نہ عجوہ کے مسکرا کر کہنے پر سمیر رحمان کو اس کی معصومیت پر بہت پیار آیا۔ چلیں پھر اسی خوشی میں آسکریم کھانے چلیں سمیر

رحمان کے کہنے پر عجوبہ بہت خوش ہو گئی اور اپنے بہت پیار کرنے والے سیم چاچو کے ساتھ لپٹ گئی

دو ماہ بعد:

عجوبہ سکول سے لوٹی اسے نیچے والے پورٹن میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لگتا ہے سب سیم چاچو کے روم میں گئے ہیں میں بھی وہیں جا کے دیکھتی ہوں یہ سوچ کر عجوبہ اوپر سمیر رحمان کے کمرے میں چل دی۔ اوپر پہنچ کر عجوبہ نے دیکھا سب گھر والے اک جگہ اکٹھے بیٹھے ہیں اور سب کے چہروں پر پراسراری خاموشی ہے۔ فائزہ چچی بیڈ پر لیٹی ہے آواز رو رہی ہیں اور ان کی بغل میں اک بہت ہی حسین بچہ لیٹا تھوڑی تھوڑی آنکھیں کھول کر بہت ہی آہستہ آہستہ ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔ عجوبہ چھوٹے سے بچے کو دیکھ کر اتنی خوش ہوئی کہ آدیکھا نہ تا اور بھاگ کر اس بچے سے لپٹ گئی سیم چاچو کا بیٹی آگیا سیم چاچو کا بے بی آگیا عجوبہ خوشی سے اچھل رہی تھی ارے واہ چاچو دیکھیں نہ اس کی آنکھیں تو نیلی ہیں بلکل میرے جیسی اس نے میری آنکھوں کا رنگ چرایا ہے یہ کتنا پیارا ہے نہ چاچو عجوبہ نے خوشی سے چپکے ہوئے کہا اور اپنا سونے کا اللہ والا لاکٹ اتار کر اس کو پہنا دیا۔

سس عجوبہ چپ کر دیا اور جا اپنے کمرے جاو و سمیر رحمان نے چلا کر کہا عجوبہ جس نے کبھی اپنے اتنے پیار کرنے والے چاچو کا یہ روپ دیکھنا تو دوسرو چاچا بھی نہیں تھا خوفزدہ ہو کر وہیں دیوار کے ساتھ لگ گئی۔

سمیر رحمان جس کے پاں اپنے بچے کے دنیا میں آنے سے پہلے باپ بننے کی خوشی میں پاں زمین پر نہیں لگتے تھے اب وہی سمیر رحمان اپنے اسی بچے کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عجیب سے دکھنے والے لوگ آئے اور سیم چاچو کے پی پی کو اٹھا کر لے گئے۔ سب خواتین نے نم آنکھوں کے ساتھ بچے کو رخصت کیا اور مردوں نے سر جھکا کر۔ جبکہ سمیر رحمان کی آنکھوں میں تو خون اتر رہا تھا نفرت سے انہوں نے منہ دوسری طرف کر لیا اور عجوبہ خوفزدہ ہو کر اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کہ ان سے اپنا نیلی نیلی آنکھوں والا پیارا سا بیٹی چھین لے پر وہ سمیر رحمان کے غصے سے اتنا ڈر گئی تھی کہ اس کی اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت تک نہ ہوئی اور وہ لوگ اسکی پیپی کو لے کر کب کے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے پر اس کا دل اپنے اس چھوٹے سے بھائی میں رہ گیا تھا۔

وہ کالج کے لئے تیار ہو رہی تھی کہ حبیبہ صاحبہ کی آواز پر پلٹی یہ یوٹیوٹا ناشتہ کر لو



کل بھی تم ناشتہ کئے بغیر ہی چلی گئی تھی۔

اوہ میری پیاری ماما میرے ٹیٹ ہو رہے ہیں نہ اس لئے میں بہت بڑی ہوں اس لئے کھانے کا وقت کم ملتا ہے آپ پریشان نہ ہوں میں کالج کے کٹنن سے کھالیا کروں گی۔

جی نہیں آپ ایسا کچھ نہیں کروں گی آئی سمجھ زیادہ بات ہے تو میں روز لٹچ باکس دے دیا کروں گی خبردار جو باہر سے اول فول کھایا تو اب چپ چاپ یہ ناشتہ کرو اور میں آپ کے لئے لٹچ باکس تیار کرتی ہوں جیبہ صاحبہ بیٹی کو پیار بھرا ڈانٹ کر بچن کی جانب چلی گئیں اور عجوہ ان کے پیار بھرے انداز پر مسکرا کر رہ گئی۔

ناشتہ کر کے عجوہ اپنے کمرے سے باہر آئی تو جیبہ صاحبہ کو اپنا منتظر پایا۔ ماما بابا کہاں ہیں عجوہ نے پوچھا۔

اوہ سوری بیٹا میں آپ کو بتانا ہی بھول گئی

کہ آپ کے بابا رات ہی کسی کام کے سلسلے میں کراچی گئے ہیں۔ اف ماما اب میں کالج کس کے ساتھ جاؤں گی آج تو میرا ٹیٹ بھی ہے اگر میں لیٹ ہو گئی تو بہت پر اہلم ہو جائے گی عجوہ نے پریشانی سے کہا۔

ارے میری جان اس کا بھی حل ہے میرے پاس

آپ کی سادہ پھپھو نے صبح ہی اپنے ہاتھ کا اچار بھیجا ہے آپ کے بابا کے لئے ان کو بہت پسند ہے نہ آپ کی پھپھو کے ہاتھ کا اچار اس لئے۔

ارے واہ کون لایا ہے اچار عجوہ نے خوش ہو کر پوچھا

اپنا اشباب اور کون جیبہ صاحبہ نے مسکرا کر کہا۔

اوہہ اچھا اشباب کا نام سن کر اک دم سے اسکی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں تھی جب سے وہ اشباب کے نام سے منسوب ہوئی تھی اس نام سن کر جھینپ سی جاتی تھی حالانکہ وہ اشباب کے ساتھ کھیل کر بڑی ہوئی تھی پھر بھی جب سے اس کے نام کی انگوٹھی پہنی تھی اک عجیب سی کیفیت تھی جو اس کا نام سن کر ہوتی تھی۔

کہاں کھو گئی جیبہ صاحبہ نے بیٹی کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر پوچھا۔

جی ی ی کیس نہیں ماں کی آواز پر عجوہ نے گھبرا کر کہا۔ ماما بتائیں نہ اب میں کس کے ساتھ کالج جاؤں؟؟؟ بابا تو ہے نہیں یہاں عجوہ نے پریشان ہو کر کہا۔

ارے اشباب کے ساتھ اور کس کے ساتھ جیبہ صاحبہ نے مسکرا کر کہا....

جاری ہے

# تجھے چاند بین کے ملا تھا جو

## عاشہ جبین

رہلی فسط

چڑیاں رب کے ذکر میں مصروف تھیں اور ان کی چھپا ہٹ کی آواز مل کر ایک خوبصورت سماں پیدا کر رہی تھی جنہیں صرف وہی سن اور دیکھ سکتے ہیں جو صبح خیز ہوں۔ اس نے سلام پھیرا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ دعا مانگ کر اس نے منہ پر ہاتھ پھیرا اور جائے نماز فولڈ کر کے قریب رکھ ٹیبل کے نچلے حصے پر رکھا اور برآمدے کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی تو باہر ہلکی ہلکی نیلی روشنی پھیلنا شروع ہوگئی تھی۔ ساتھ والے گھر کے ساتھ ان کی دیوار ملی ہوئی تھی۔ اس گھر



کے اندر آم کا درخت بھی تھا جس کا آدھا حصہ ان کے گھر پر تھا جہاں اس وقت چڑیوں کا ایک غول شور کر رہا تھا۔ اس نے مٹی کے پیالے اٹھائے اور ایک میں پانی رکھا اور دوسرے میں تھوڑے چاول۔  
پھر آسمان کی طرف نگاہ کی اور مسکرا۔

ہم شہر میں رہنے والے لوگ جب گاں میں جاتے ہیں تو وہاں کی خوبصورتی سادگی اور قدرتی پن کو دیکھ کر مبہوت رہ جاتے ہیں۔ جس طرح جب گاں کے لوگ شہر میں آتے ہیں تو یہاں کی بناوٹ مصنوعی خوبصورتی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں لیکن گاں واقعی گاں ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں نہ

"دھیات اللہ نے بنائے ہیں اور شہر انسانوں نے" صبح کہتے ہیں۔ وہ سوچ کر مسکرا جب آواز پر پلٹی۔

احمرین! پڑھ لی نماز تو چائے رکھ لو تمہارے ابو آئے والے ہیں ورنہ غصہ کریں گے۔  
جی امی ابھی بنانے ہی چلی تھی میں۔ وہ بتاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھی۔ تو نفیسہ بیگم بھی سر ہلات مرگ۔

-----

گڈ مارنگ! فریش آواز میں کہتا ہوا وہ چیر کھینچ کر بیٹھا۔

گڈ مارنگ! آج بڑی جلدی جاگ گئے طالش بیٹے۔ وہ بولیں تو اس نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔  
جی دادی بس آج اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے تو اس لیے بس ماما جلدی سے ناشتہ منگوا دیں۔ وہ رابعہ بیگم کو جواب دیتا ہوا آخر میں عاصمہ بیگم کو دیکھ کر بولا۔

ہاں منگواتی ہوں اتنا تم یہ جوس لو۔ انہوں نے گلاس اسکی طرف بڑھایا۔  
کوثر کوثر! انہوں نے وہاں بیٹھے بیٹھے آواز لگا تو کوثر جن کے بوتل کی طرح حاضر ہو۔

جا طالش صاحب کے لیے ناشتہ لا گرم گرم۔ انہوں نے کہا تو وہ سر ہلاتی مرگ۔

ماما پاپا اٹھے نہیں کیا ابھی تک۔ اس نے جوس کا گلاس منہ سے لگاتے ہوئے ان سیپو چھا۔

نہیں بیٹا رات کو دیر سے آئے تھے آفس سے اس لیے ابھرتے سو رہے ہیں۔ وہ چائے کاسپ لیتی ہو بولیں۔

بھگتنی دفعہ میں نے تمہارے باپ سے کہا ہے کہ اپنی صحت کا خیال رکھے اب عمر نہیں رہی کام کی پرمیری کہاں سنتا ہے اب ماشا اللہ سے جوان بیٹا ہے وہ سنبھال لے گا پر نہیں اسکو تو کام کی لت پڑگ ہے۔ رابعہ بیگم خفگی سے بولیں تو دونوں ماں بیٹا مسکرائے۔

دادی آپ خفانہ ہوں جلد ہی پاپا رینار منٹ لیں لے گے پھر آپ انکو خوب آرام کرواے گا اور پوتے سے کام۔ وہ ان کا ہاتھ دبا کر بولا تو انہوں نے سر جھٹکا۔

یہ لیں طالش صاحب ناشتہ۔ کوثر ناشتہ رکھتے ہوئے بولی تو اس نے شکریہ کہا اور ناشتہ کرنے لگا۔

ماما میں چلتا ہوں پاپا کو بتا دیجے گا اور ہاں وہ تینوں سوکراٹھے تو پلیز انہیں مت بتاے گا کہ میں اسلام آباد گیا ہوں ورنہ فون فون کر کے میرا سر کھالیں گے کہ یہ بھی لا دو اور وہ بھی میں بس آج کے دن کے لیے جا رہا ہوں۔ واپس آ جاں گا۔ اوکے دادی اللہ حافظ دیکھ لیں آپ کے بیٹے صاحب آرام کر رہے ہیں اور میں کام اب تو آپ خوش ہیں نہ۔ جھک کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو انہوں نے بدتمیز کہہ کر اس کا سر چومنا تو عاصمہ بیگم مسکرا دیں۔ وہ اللہ حافظ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا تو وہ بھی اپنی باتوں میں لگن ہو گئی۔

-----

امی میری گاڑی آنے والی ہی ہوگی میں چلتی ہوں۔ وہ سر پر چادر اوڑھ کر بولی۔

احمرین! بیٹا آج جلدی آ جانا تمہاری پھوپھو نے آنا ہے اور چچی لوگ بھی آئیں گی۔ نفیسہ بیگم بچن کے دروازے میں کھڑی ہو کر بولیں۔ تو اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

امی یہ سکون نہیں ہے کیا ان لوگوں کو اپنے گھروں میں ہر ایک اینڈ پرائز کر ہمارا ایک اینڈ خراب کر دیتے ہیں۔ احمرین کی بجائے اس سے چھوٹی عمرین بولی تو نفیسہ بیگم نے پہلے کمرے کی جانب دیکھا اور پھر اس کو گھور کر۔ تمہارا باپ اندر ہے سن لیا گا تو ابھی سے موڈ خراب ہو جائے گا پتہ بھی ہے وہ اپنے بہن بھادوں کے خلاف کچھ نہیں سن سکتے۔ وہ آہستہ آواز میں اس کو گھور کر بولیں تو اس نے منہ بنایا۔

امی صبح تو کہہ رہی ہے جب بھی دودھیال سے کوآتا ہے ابوکا موڈ اگلے ایک اینڈ تک خراب رہتا ہے خیر امی میری اسائنمنٹ ہے مجھے اس کے لیے لائبریری جانا ہے جلدی کیسے آس گی میں۔ وہ جلدی سے بولی کہ گاڑی کا ہارن بجنے ہی والا تھا۔

بیٹا تمہیں پتہ تو ہے تمہاری دونوں بھابیوں کا ایک نے تو میکہ چلے جانا ہے اور دوسری ادھر ہوتی ہی نہیں پھر میں اکیلے کیا کیا کروں گی۔ نفیسہ بیگم اس دیکھ کر بے چارگی سے بولیں تو اس کا دل کیا اپنا سر دیوار سے مار لے۔

اچھا آ جاں گی میں بارہ بجے تک ایک کلاس بھی مس ہو جائے گی۔ اتنے میں گاڑی کا ہارن بجنا تو وہ باہر بھاگی۔ اللہ حافظ اب انکل کی باتیں سننی پڑیں گی۔ وہ جلدی سے بول کر لانچ سے نکلی۔ تو انہوں نے فی مان اللہ کہہ کر اس پر پھونک ماری۔ وہ مزی تو نظر سامنے عمرین پر پڑی جو صوفے پر بیٹھی اوگھ رہی تھی۔

عمرین۔۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

چلو جلدی سے ناشتہ کر لو پھر کام کر لینا۔ وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

اففف پتہ نہیں اس کام مصیبت سے کب جان چھٹے گی ہر ایک اینڈ پرائز کا کام اوپر سے یہ ابوکا میکہ انہہ۔ وہ منہ بنا کر اٹھتے ہوئے بولی اسکو نیند خراب ہونے پر غصہ آیا ہوا تھا۔



ماما یہ دیکھیں اس گدھی نے کیا کام کیا ہے۔ رامش ان کے سر پر کھڑا چیخ رہا تھا جب انہوں نے گردن اٹھان کی نظر اس پر پڑی تو بے اختیار نس دی۔

رامش یہ کپڑے کیسے گیلے ہوئے ہیں۔ وہ ہنسی روک کر بولی۔

ماما آپ کی ان دو چڑیلوں نے کیے ہیں۔ اچھا بھلا سوراہا تھا میں جو انہوں نے پانی گرا کر ساری نیند بستر اور کپڑے بگھود دیئے۔ وہ منہ بناتا ہوا بولا۔

کون حوریہ اور رمشہ انہوں نے بگھویا ہے۔ عاصمہ بیگم حیرانگی سے پوچھنے لگیں۔

جی ماما ہم نے بگھویا ہے انہیں اور ان سے پوچھیں انہوں نے رات کے دو بجے ہمارے کمرے میں داخل ہو کر ہم پر کبھی چھپکی کبھی کاروچ اور وہ کیا۔۔۔ ہاں مینڈک وہ کیوں پھینکے تھے۔ اوپر سے ہمیں آواز بھی نہیں نکالنے دے رہے تھے۔ حوریہ کی آواز بھپکے سے آتو وہ غصے سے مڑا۔

رامش ایک منٹ روکتم لوگوں کو سکون نہیں ہے آدھی آدھی رات کو کیا تماشے لگاتے ہو اور رامش تمہارے پاس وہ چیزیں کہاں سے آہاں۔ وہ سخت لہجے میں بولی تو رامش نے دانت کچکا کچکا کر ان کی طرف دیکھا تو وہ دونوں اس کو چڑانے لگی۔

ماما مذاق تھا اور ویسے بھی نفلی تھیں سب چیزیں انکو تو ویسے ہی شوق ہوتا کیچنے کا۔ رامش بولا تو ان دونوں نے گھور کر اسے دیکھا۔

اچھا اچھا بس اب لڑنا نہ شروع کر دینا جا جا کر چیخ کر دوبارہ نگرہے ہیں ناشتہ بھی کرنا ہے یا نہیں۔ وہ حوریہ اور رمشہ کو مزہ کھولتا دیکھ کر بولیں تو وہ چپ کر گئیں جبکہ رامش منہ پر ہاتھ بیٹھتا ہوا چلا گیا۔

اور تم دونوں شرم کیا کرو بڑا ہے تم لوگوں سے نفلی تھیں وہ چیزیں تو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ ان دونوں کو دیکھ کر بولیں۔

ماما اب ڈرتو ڈر رہے نہ کیا نفلی اور کیا اصلی ویسے لگ اصلی رہی تھیں۔ حوریہ بولی تو رمشہ نے بھی سر بلایا۔

اچھا اچھا رمشہ بیٹا تمہاری ماما کا فون آیا تھا ان سے بات ہو تو بتا رہی تھیں کہ تمہارا سیل آف جا رہا ہے ک دنوں سے ان کی بات نہیں ہو پاری کیا کو مسئلہ ہے فون کو۔ وہ حوریہ کی بات کو نظر انداز کر کے بولیں۔

نہیں پھوپھو وہ دراصل اس رامش کے بچے نے پانی میں پھینک دیا تھا اس لیے وہ بند ہے اب ٹھیک کرواں گی ویسے میں آج انہیں حوریہ کے نمبر سے کال کر لوں گی۔ رمشہ نے جواب دیا حوریہ اتنے میں واپس پلٹ گ تھی۔

تم نے بتایا کیوں نہیں اور لافون مجھے دو اس رامش کے بچے سے ہی ٹھیک کرواتی ہوں اور جاتم بھی فریش ہو جانا شتہ کرلو۔ وہ بولیں تو مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے پٹ گ۔

اب بچو رامش کے بچے۔ وہ سوچ کر مسکرا۔ رمشہ طالش، رامش اور حوریہ کے ماموں یعنی عاصمہ بیگم کے بھائی اکلوتی بیٹی تھی۔ رمشہ کا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا۔ رمشہ اور حوریہ کی آپس میں کافی دوستی تھیں دونوں ہی بہنوں کے معاملے میں اکلوتی تھیں سو وہ دوستیں بھی تھیں اور بہنیں بھی۔ رمشہ ادھر انکے پاس ہی ہوتی تھی۔ رمشہ اور حوریہ ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتی تھیں۔ جبکہ رامش جب انکا پارٹنر نہ بن سکا تو تینوں دو پارٹنر میں تقسیم ہو گئے جس میں وہ دونوں ایک طرف اور جبکہ رامش بیچارہ ابھی تک اکیلا تھا۔ ان کی نوک جھونک سب سے اگھر تنگ تھا۔

-----

امی میں وقاص کے ساتھ گھر جا رہی ہوں شام میں آ جاں گی۔ عمرین اور نفیسہ بیگم بچن میں تھی جب نادیا نے آ کر بتایا۔ دونوں نے ایک ساتھ مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ تک سسکی تیار کھڑی تھیں۔ نفیسہ بیگم نے ایک گہرا سانس لیا اور بس اتنا بولیں ٹھیک ہے بیٹا تو وہ چلی گ۔

امی ویسے ہمارے گھر کا بڑا مزہ کا کام ہے بڑی بہو ہر ہفتے میکے جاتیں ہے اور چھوٹی بہو ہر ہفتے کو سسرال آتی ہیں۔ عمرین برتن دھوتے ہوئے طنزیہ ہنس کر بولی۔ تو نفیسہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا اور چیخ دیکھی میں چھوڑ کر بولیں

اب کیا کر سکتے ہیں بیٹا سوچا تھا بہو آئے گی تو گھر میں رونق ہوگی گھر کا تھوڑا ماحول بدل جائے گا پر ایسے نصیب کہاں گھر تو پہلے سے زیادہ ویران ہو گیا ہے۔ بڑی بہو تمہارے ابو کے بھائی بہنوں کے روز روز آنے سے تنگ آ کر چلی جاتی ہے اور چھوٹی بہو تمہاری پھوپھو کی بیٹی اور تمہارے باپ کی بھانجی ہے اس کو تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ افسردگی سے بولیں۔

جی تبھی وہ ہر ہفتے نہ صرف ہم سے خود ملنے آتی ہیں بلکہ ساتھ پورے چاچو اور پھوپھو کی فیملی کو بھی لاتی ہیں اور بیڑا غرق ہوتا ہے ہمارا۔ اس نے زور سے پلیٹ سٹینڈ میں رکھی۔

بری بات ہے تمہارے باپ کو پتہ لگ گیا نہ تو پھر تمہارا حشر نشر کر دیں گے اس لیے سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ انہوں نے نیاس کا غصہ دیکھ کر اس کا تنبیہ کی تو منہ میں بڑبڑاتی باقی برتن دھونے لگی۔ اتنے میں گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز آ یقیناً بھابی جی کی سواری روانہ ہو چکی ہوگی۔ عمرین جل کر سوچتی برتن رکھنے لگی۔

نفیسہ بیگم اور اکرم صاحب کی چار اولادیں تھیں بلترتیب وقاص، ریان، احمرین، عمرین۔ وقاص کی شادی خاندان سے باہر نادیا سے ہوئی جبکہ ریان کی شادی اکرم صاحب کی سب سے بڑی بہن کی بیٹی عازہ کے ساتھ ہوئی۔

ریان جاب کے سلسلے میں ملک سے باہر ہوتا تھا جس کا بہانہ کر کے عازہ اپنے میکے ہی رہتی تھی۔ اور ہر ہفتے نہ صرف اپنی فیملی بلکہ احمرین کے چاچو کی فیملی کے ساتھ ملتی آتی تھی جن کی دعوت کا اہتمام انہیں ہر ہفتے کو کرنا پڑتا تھا۔ پہلے

پہلے تو نادیہ نے برداشت کیا مگر پھر وہ بھی ہر ہفتے کو اپنے میکے جانا شروع ہوگے۔

اکرم صاحب کی مارکیٹ میں کپڑے کے چار دکانیں تھیں۔ جنکو وہ دیکھتے تھے۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ بیس سال پہلے سیالکوٹ شفٹ ہو گئے تھے جبکہ انکا چھوٹا بھاء اور دو شادی شدہ بہنیں گام میں ہی ہوتی تھیں۔ بہنوں کا سسرال گام سے زیادہ دور نہیں تھا اس لیے وہ لوگ آسانی سے اکٹھے ہو کر آ جاتے تھے۔ اکرم صاحب مزاج کے اتنے سخت تھے کہ اپنے سامنے کسی کی نہیں سنتے تھے۔ اور انکی اس مزاج کا فائدہ اٹھا کر انکے بھاء بہن انکو اتنا سیدھا بتا کر غصہ چڑھاتے تھے جس کا نقصان سراسر نفیسیہ بیگم اور انکی اولاد کو اٹھانا پڑتا تھا۔

-----

جولاء کے دن تھے گرمی سے ہر ذی روح پریشان تھا۔ ایسے میں وہ جب گاڑی سے باہر نکلا تو اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اندر اے سی کی کولنگ نے گرمی کے مزاج کو ٹھنڈا کر رکھا تھا لیکن باہر نکلتے ہی گرمی اپنے مزاج کی گرمی سے بولا دیتی تھی۔ وہ آفس کے کام کے سلسلے میں اسلام آباد آیا ہو تھا۔ اس کا ارادہ اپنے بزنس کو انٹرنیشنل لیول پر لے جانے کا تھا جس کے لیے وہ آجکل بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ آج اسے لندن میں ایک بہت اچھی جگہ کی آفر ملی تھی جہاں وہ اپنا کام سیٹ کر سکتا تھا چند دنوں میں اس نے لندن جانا تھا اس جگہ کو وزٹ کرنے تاکہ پھر سودا ہو سکے۔ وہ پراپرٹی ڈیلر کے آفس سے نکلا تو دھوپ اور گرمی سے اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ سیل پر کال آنے لگی۔ اس نے پاکٹ سے سیل نکال کر دیکھا تو اس کے ہونٹ سیٹی کے انداز میں سکڑے۔ کال ریسور کے فون کان سے لگایا۔

جی فرماں رمشہ بی بی آپ کو پتہ لگ گیا ہوگا کہ میں اسلام آباد پہنچ چکا ہوں۔ اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ہا ہا ہا۔۔ دوسری طرف رمشہ ہنسی۔

طالش بھا جب آپ جانتے ہیں کہ ہم سے کچھ نہیں چھپ سکتا تو آپ کیوں ٹرا کرتے ہیں ہم سے چھپانے کا۔ جی جی بالکل بجا کہا اب یہ بھی بتادیں کیوں کال کی ہے۔ اس نے بے بسی سے کہا۔ جانتا تھا بات سننے بغیر چار انہیں ہے۔

وہ طالش بھا پلیرز آپ ادھر گھر چلے جائیں امی نے کچھ چیزیں دینی ہے میرے لیے اور حوریہ کے لیے وہ لے آئے گا پلیرز پلیرز۔۔ رمشہ منت بھرے انداز میں بولی تو طالش نے گہری سانس لی۔

یار رمشہ تم لوگوں کو ہر بار یہ کچھ نہ کچھ والی امپورٹ ایکسپورٹ سے میں بہت تنگ آیا ہوں خیر لے آگامیں۔ وہ بولا تو دوسری طرف رمشہ نے ہنستے ہوئے ٹیکس کہا اور فون بند کر دیا۔

انففففف پلیر کیاں بھی نہ ذرا جو سکون سے اسلام آباد میں رہنے دیں۔ اس نے بے بسی سے سوچا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

عمرین جاکولڈ ڈرنک باہر دے کر آ۔ پھر اندر دے آنا عازہ کے روم میں۔ احمرین نے ڈش عمرین کو پکڑتے ہوئے کہا تو اس نے منہ بنایا اور چلی گ۔

وہ چاولوں کو دم پر رکھ کر اتے بنانے لگی۔ جب عمرین منہ بناتی ہو واپس آ۔ اور ڈش زور سے سلیب پر پٹنی۔ کیا ہوا؟ احمرین نے مڑ کر دیکھا تو عمرین کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

عمرین۔۔۔ وہ دہی کا بال وہیں چھوڑ کر اس کے پاس آ۔

آپی میں نے جان بوجھ کر نہیں گرا تھا کولڈ ڈرنک ایاز بھانے جان بوجھ کر خود اپنے کپڑوں پر گرا رہا ہے اور ابونے مجھے ڈانٹا ہے۔ عمرین کی آنکھ سے آنسو نکل آئے۔

اوہو۔۔ عمرین کیا ہوا پہلی بار ڈانٹ کھا ہے کیا یہ سب پہلی بار ہوا ہے؟ نہیں نہ تو پھر پھر بار کیوں روتی ہو بڑی ہو جا مجھے پتہ ہے تم نے معذرت بھی نہیں کی ہوگی بلکہ کہا ہوگا کہ تم سے نہیں گری ایاز نے خود گرا ہے ہاں نہ؟ احمرین اس کا منہ اونچا کر کے بولی تو عمرین کچھ نہ بولی تو احمرین نے گہرا سانس لیا۔

عمرین یار موڈ تو صبح کر لو ابھی تو تین چار دن تک ابو کا بات بیبات ڈانٹ سٹم چلنا ہے اور ہاں اگلی دفعہ میں تمہیں چائے بنا کر دوں گی۔ تاکہ اگر ایاز جان بوجھ کر گرانے کا سوچے بھی تو اس کو مزا آ جائے پھر تمہیں ڈانٹ کا بھی افسوس نہیں ہوگا۔ احمرین اس کا موڈ ٹھیک کرنے کو بولی تو عمرین ہنس دی احمرین اس کو ہنستا دیکھ کر مسکرا دی۔

اور ہاں آپی چائے زیادہ گرم ہوتا کہ وہ جلتے تو صبح۔ عمرین جلدی سے بولی تو احمرین نے ہنس دی ہنستے ہوئے اس کی نگاہ سامنے پڑی تو ہنسی کو بریک لگا۔ عمرین نے احمرین کے ایکسپریشن دیکھے تو خود بھی مڑ کر دیکھا اس کا حال بھی احمرین جیسا ہوا بلکہ اس کے تو سانس خشک ہو گئے۔

کچن کے دروازے میں ایاز کھڑا ہوا تھا اور وہ ان کو ہی دیکھ رہا تھا اور جس طرح دیکھ رہا تھا لگتا تھا اس نے ان کی ساری باتیں سن لی ہیں۔ وہ چلتا ہوا کچن کے اندر آیا اس کی پیٹ اور نیچے سے شرٹ بیگی ہتھی یقیناً وہ دھو کر آیا تھا۔ احمرین صبح کہہ رہی ہے عمرین اگلی بار چائے ہی گرانامیری طرف سے اجازت ہے اور احمرین۔۔۔ وہ عمرین سے بات کر کے احمرین کی طرف مڑا۔

تم سے ملنے کے لیے۔۔۔ میں چائے کی جلن بھی برداشت کر سکتا ہوں۔ اس نے مسکرا کر اپنی بات مکمل کی تو جہاں عمرین کا اس کی بات سن کر منہ کھلا وہیں احمرین کا عمرین کے سامنے ایاز کی بے کواس پر غصہ سے دماغ خراب ہوا۔

ایاز بھا آپ اپنی بکواس بند کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ابو کو بتاں اور آپ کو ابو دھکے دیکر گھر سے نکال دے یہ بھی نہیں سوچے گے کہ آپ انکی بہن کے بیٹے ہیں۔ اور عمرین تم جاندر سے امی کو بلا کر لا۔ احمرین ایاز کو دیکھتی چبا کر بولی اس کا



ایاز کی باتیں سن کر دماغ خراب ہو گیا تھا اسکی نظریں تو وہ بہت عرصے سے برداشت کر رہی تھی پر آج اسکی اتنی بے باکی پر اسکا دماغ کھولا گیا تھا۔

جی۔۔۔ جی آپلی بھیجی ہوں میں امی کو۔ عمرین جلدی سے بول کر کچن سے نکل گ تو وہ بھی ایاز کو ایک نظر دیکھ کر راتہ بنانے لگی۔ ایاز چند لمحے اس کو دیکھتا رہا اور پھر دو قدم چل کر آگے ہوا اور بولا۔

تمہاری یہی اکثر مجھے متاثر کرتی ہے احمرین اور ماموں کی تو تم بات ہی مت کرو ان کو کس طرح قابو کرنا ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں اور بہت جلد ویسے بھی وہ مجھے اپنی فرزندگی میں لے لیں گے۔ اس نے مسکرا کر بات مکمل کی جہاں اس کا راتہ میں پہنچ جاتا ہوا ہاتھ ساکت ہوا تھا وہیں وہ مسکرا کر پلٹ گیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ ہل بھی نہ سکی اس کا دماغ ساں ساں کر رہا تھا

یہ کیا کہہ رہا تھا فرزندگی اس کا کیا مطلب لیکن۔۔۔ ابو۔۔۔ وہ اپنی سوچوں میں غلطان تھی جب نفیہ بیگم نے اس کو کندھے سے چھو کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

احمرین کہاں ہے تمہارا دھیان کب سے آوازیں دے رہی ہوں سن بھی رہی ہو یا نہیں۔ وہ اسکو دیکھ کر بولیں تو وہ چونکی۔ وہ امی۔۔۔ نہیں بس آپ۔۔۔ وہ کھانا بن گیا ہے میں پانچ منٹ میں لگاتی ہوں آپ پھوپھو اور چاچو لوگوں کو کھانے کا کہہ دیں۔ وہ بے ربط سا بولی تو انہوں نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا۔

احمرین بیٹا کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے نہ یہ کس طرح۔۔۔

امی ٹھیک ہوں وہ بس تین گھنٹے سے بچن میں تھی نہ اس لیے بس گرمی لگ رہی ہے شدید۔ آپ بس کھانے کا کہہ دیں۔ وہ واپس مڑتے ہوئے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ کو سوال کرتی وہ برتن نکالنا شروع ہوگ۔

اچھا میں عمرین کو بھیجتی ہوں کھانا لگا دے گی۔ وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولیں اسنے کو جواب نہ دیا تو مڑگ۔

ان کے جانے کے بعد احمرین نے مڑ کر دیکھا اور پاس رکھی چیر پریوں بٹھگ جیسے ساری توانا خڑگ ہو۔ عمرین کے آنے کی آواز آ تو جلدی سے اٹھی اور برتن سیٹ کرنے لگی فلحال وہ کسی بھی سوال جواب کے موڈ میں نہیں تھی۔

بھ بھ صاحب لگتا ہے آپ کی بڑی بہو کو ہمارا آنا پسند نہیں ہے بھی ہماریا نے پر ہر دفعہ اپنے میکے چلی جاتی

ہے۔ اکرم صاحب کی بڑی بہن رقیہ بولی تو ان سب نے پہلو بدلا۔

اکرم صاحب نے ایک کھا جانے والی نظر اپنی بہوی پر ڈالی اور بولے۔

بھ یہ تو اس عورت کا کام تھا کہ بہو کو اس گھر کے طور طریقے سکھاتی لیکن اس نے تو نہ خود سیکھے اور نہ اپنے اولاد کو

سکھائے تو بہو کو کیا سکھاتی۔ وہ زہر خند لہجے میں بولے تو رقیہ بیگم نے ایک طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجھا۔

نہیں بھامشا اللہ بھابھی نے بڑی اچھی تربیت کی ہے بچوں اور بچیوں کی اب نادیہ بیٹی تو چلو ہفتے کے ہفتے جاتی ہے لیکن اپنی عازہ بھی تو ہے ربتی ہی میکہ میں میں ہے سرال کا پتہ ہی نہیں۔ چھوٹے چاچو کی بیوی طنزیہ بولی تو جہاں عازہ نے منہ بنا کر ان کی طرف دیکھا وہیں رقیہ پھوپھو نے ان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور فوراً بولی۔

ارے عازہ کی کیا بات بچ میں اس کا تو یہ بھی گھر بھی گھر اور وہاں تو وہ میرے اکیلے پن کی وجہ سے ربتی ہے یا ز تو سارا دن گھر سے باہر ہوتا ہے یہی رکھتی ہے میرا دھیان اور عازہ اپنے شوہر کی مرضی سے ربتی ہے خیر سے ایاز کی دلہن لے آں پھر رہ لے گی عازہ بھی۔ جہاں عازہ نے ماں کو آنکھیں دکھا وہیں ایاز نے نظر اٹھا کر احمرین کو دیکھا جو انجان بنی کھانے کی چیزیں پکڑا رہی تھی۔ چچی نے ہنہ کہہ کر اپنا رخ بدل لیا جبکہ پھوپھو اب کو نیا ناپک چھیڑے اکرم صاحب سے محو گفتگو تھیں۔ احمرین سمیت عمرین اور نفیسہ بیگم بھی جانتی تھی کہ یہ لوگ تو کھانا کھا کر آرام سے اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے لیکن اکرم صاحب ان کا کھانا پینا حرام کر دیں گے۔ ہر بار ایسا ہی ہوتا تھا پھوپھو یا چاچو لوگوں میں سے کو ایک ایسی بات ضرور کرتا تھا جس سے اکرم صاحب کا دماغ کا میٹر گھوم جاتا اور پھر اگلے چار دن تک شدید گولہ باری جاری رہتی۔ احمرین نے عمرین کو پکچن میں جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی مرگ۔ بھوک اور تھکن سے اس کا برا حال تھا۔

وہ باہر آیا تو موسم کی دلکشی نے اس کا موڈ خوشگوار کر دیا۔ صبح ہی وہ لندن سے واپس آیا تھا بزنس ساٹ کے لیے انہیں پرفیکٹ جگہ مل گئی تھی۔ وہ ہیمنٹ کر کے اور جگہ فائل کر کے اپنی ٹیم کو چھوڑ دیں چھوڑ آیا تھا تاکہ باقی کام وہ ہینڈل کر لے۔ وہ ابھی سوکراٹھا تھا فلاٹ سے واپسی پر وہ آتے ہی سب سے مل کر سو گیا تھا۔ جب سویا تھا تو دوپہر کے ایک بجے دھوپ خوب چمک رہی تھی لیکن اب آسمان کو پورے بادلوں نے گھیرا ہوا تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سرور کر رہی تھی۔

آٹ۔۔۔ آواز سنی تو نیچے جھانک کر دیکھا تو پوری لان میں حوریہ رمشہ اور رامش دوڑ رہے تھے۔ رامش آگے تھا اور اس کے ہاتھ میں بیٹ تھا یقیناً ہمیشہ کی طرح وہ آٹ ہوا ہوگا لیکن مان نہیں رہا ہوگا۔ اس نے مسکرا کر سر جھکا اور واپس مڑ گیا۔

یہ کیا ہو رہا ہے رامش۔۔۔ وہ لان میں آ کر بولا تو وہ سب بھاگتے بھاگتے رک گئے۔

بھا دیکھیں یہ راش کا بچہ آٹ ہوا ہے پر مان نہیں رہا۔ رمشہ بولی تو حوریہ نے بھی سر ہلایا۔

نہیں بھابھی تو ابھی سیدھا کھڑا بھی نہیں ہوا تھا جب انہوں نے بال کروادی اور بال وکٹس کو لگ گئے۔ اس لیے میں آٹ نہیں ہوا۔ رامش بیٹ کو ایک ہاتھ سے دوسرے میں کرتا ہوا بولا تو ان دونوں نے اس کے جھوٹے پراسکو گھور کر دیکھا۔ طالش خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

رامش تم آٹ ہو اور رمشہ حور یہ یار بندہ کسی ایمان دار آدمی کے ساتھ کھیلتا ہے ہر بار تم لوگ اس کی شکایت لگاتے ہو اور پھر کہتے بھی اسی کت ساتھ ہو۔۔ وہ حیرانگی سے بولا

تو تلاش بھا آپ کھلیں نہ ہمارے ساتھ پھر ہم اس کے ساتھ نہیں کھیلے گے۔ حور یہ بولی

تو رامش نے اس طوطا چشمی پر انہیں گھورنا شروع کر دیا۔

نہیں بھ میں نہیں کھیل سکتا تم لوگوں کے ساتھ بہت تھکا ہوا ہوں ابھی اور حور یہ رمشہ چلو شاباش جا چائے بنا کر لا اور پلیز خود لا نا کوثر کو مت کہہ دینا بہت بری چائے بناتی ہے وہ۔ تلاش بولتا لان چیر پر بیٹھا تو ان دونوں نے منہ بنایا اور حور یہ چلی گ تو رمشہ نے بال رامش کی طرف پھینکی جو انکا منہ بنا رہا تھا اس نے ہنستے ہوئے بال کیچ کر لی اور وہیں بیٹھ گیا۔ اور تلاش سے اس کے وزٹ کے بارے میں بات کرنے لگا۔

آپنی کیا بات ہے تین چار دن سے آپ بہت چپ چپ سی ہیں۔ یونیفارم استری کرتے ہوئے اس کے ہاتھ تھمے۔ اس نے مڑ کر عمرین کی طرف دیکھا اور بولی۔

ایسی تو کوبات نہیں عمرین پہلے کونسا میں قہقہے مارا کرتی تھی جواب خاموش ہیں۔ وہ سست روی سے اسکو دیکھ کر بولی اور واپس آرن سٹینڈ کی طرف مڑ گ۔

[illegible]

- اسنے مڑ کر عمرین کو دیکھا تو وہ اسی کو دیکھ رہی تھی اسنے دیکھنے پر نظر جھکاگ۔ اس کے چہرے پر جھجک اور ڈر صاف لکھا تھا۔

اسی کو بات نہیں ہے اور ویسے بھی ایاز بھائی کو اس پر کان دھرنے کی کو ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اسے یک دم خیال آیا تو رک گ اور پھر فوراً بولی۔

عمرین تم نے امی کو تو نہیں بتایا یہ مطلب ایاز بھائی۔۔۔ دیکھو عمرین امی سے اس بات کا تذکرہ مت کرنا خواجہ پریشان ہوں گے ٹھیک ہے۔ احمرین اس کے پاس آ کر بولی تو عمرین نے نفی میں سر ہلایا۔

- نہیں امی کو نہیں بتایا میں نے پر آپی۔۔

- پرور کچھ نہیں تم جا اور چائے بنا لا اچھی سی امی کو یہی بلا لینا ابو کے جانے کی بعد رو رہی تھیں۔ احمرین نے کہا تو وہ

عمرین اچھا ٹھیک ہے کہتی اٹھ کر باہر گ تو امرین اس کی چھوڑی ہو جگہ پر بیٹھ گ۔

-اللہ۔۔۔۔۔ پلیز ایسا کچھ نہ ہو جیسا ایا زبھانے کہا تھا اففففف۔۔۔۔۔ انلوگوں کے ساتھ میرا کیسے گزارا ہوگا جنہوں نیساری عمر ہماری زندگیوں کو جنم بنائے رکھا ہے۔ وہ بند آنکھوں سے اللہ سے دعا کر رہی تھی۔ اس دن کے بعد ایک دن بھی اسکا سکون سے نہیں گزر رہا تھا نہ یونی میں چین تھا اور گھر تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا سکون کا۔ اب کچھ ہوا کہ تب کچھ ہوا کہ خوف نے اسکا سکون برباد کیا ہوا تھا۔ اور یہی بات عمرین نے نوٹ کی تھی۔ لیکن وہ اپنا خوف کسی سے بھی شیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ماما یہ اپنی طالش بھائی شادی کب کرنی ہے۔ بوڑھے ہو رہے ہیں یہ ابھی کل مجھے کہہ رہے تھے کہ یا ۸۲ سال کا ہو گیا ہوں اس سال میں۔ رامش آ کم فورک سے منہ میں ڈالتا ہوا بولا تو ان سب نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔ حوریہ نے رمش کو آنکھوں سے رامش کی طرف اشارہ کیا کہ اب کو نیا ڈرامہ ہونے لگا ہے۔ ہیں کیا مطلب۔۔۔۔۔ رابعہ بیگم حیران ہوتی ہوئی بولیں۔ تو جمال صاحب اور عاصمہ بیگم نے بھی سوالیہ نظروں سے رامش کی طرف دیکھا۔

بھ مطلب اب انکی شادی ہو جانی چاہیے نہ اور کب کرنی ہے یہ کہہ رہے تھے۔ رامش مسکرا کر بولا تو رابعہ بیگم ہنس دی۔ لو بھ عاصمہ تم کہتی ہو کہ وہ شادی کے لیے ماننا نہیں ادھر تو وہ خود اپنے منہ سے شادی کا کہہ رہا ہے۔ وہ ہنستے ہوئے بولیں۔ کہاں امی جان یہ تو بکواس کر رہا ہے پتہ ہے آپ کو کسی لڑکی کی تصویر نہیں دیکھتا وہ اور کب بھی تو کہتا ہے ماما جب کرنی ہوگی آپ کو بتا دوں گا مجھ سے نہیں دیکھی جاتی یہ تصویریں وغیرہ۔ عاصمہ بیگم بولیں تو رامش نے افسوس سے سر ہلایا۔ بس ماما جان ہوگ پھر انکی شادی لکھ لیں انہوں کی نہیں ہونی شادی اور میں بھی کنوارہ ہی رہوں گا۔ رامش افسوس بھرے لہجے میں بولا تو رابعہ بیگم اور عاصمہ بیگم دونوں نے دہل کر اسکی طرف دیکھا۔

شرم کر ورامش سوچ سمجھ کر بولا کہ واللہ نہ کرے مجھے تو اپنے دونوں پوتوں کو دوہا بنے دیکھنے کا بہت شوق ہے اس سے پہلے کہ میری سانیس بند ہو جائے۔ آخر میں رابعہ نم آواز میں بولیں تو جمال صاحب جو خاموشی سے باتیں سن رہے تھے۔ فوراً سیدھے ہوئے اور بولے۔

امی جان اب آپ سوچ کر بولیں آپ کا سایہ اللہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو ہم طالش کی بعد میں کر دیتے ہیں پہلے رامش کی کر دیتے ہیں لڑکی بھی موجود ہے اور لڑکا بھی۔ وہ آخر میں شرارت سیرامش کو دیکھ کر بولے تو جہاں وہ جھنپ گیا وہیں رمش نے شرم سے سر جھکا یا۔ حوریہ نے اس کی کمر پر کہنی ماری تو اس نے اس کو چٹکی کاٹی۔ رابعہ بیگم اور عاصمہ بیگم دونوں ہنس دی۔

تم جاہل عورت ہی رہی ساری عمر سوچا تھا کہ شہر جاں گا تو تمہاری سوچ میں بھی تبدیلی آجائے گی اور شاید میرا گھر بھی سنور جائے گا پر پتہ نہیں کہاں قسمت پھوڑ دی اماں نے ساری زندگی جاہل عورت کے ساتھ گزارنی پڑ رہی ہے۔ اکرم صاحب اونچا اونچا بول رہے تھے۔ نفیسہ بیگم ہمیشہ کی طرح سر جھکائے تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنی صفا دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس کو اکرم صاحب ہمیشہ کی طرح اپنی ہی سنا کر نظر انداز کر رہے تھے۔

واہ ابوا گرگاں سے شہر میں منتقل ہونے سے فطرت اور سوچ بدلتی تو واقعی آج شہر کے لوگ گاں کے لوگوں سے فراغ دل محبت کرنے والے اور عزت کرنے والے ہوتے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ عزت اور محبت اپنی سوچ اور تربیت سے آتی ہے جگہیں بدلنے سے نہیں۔ احمرین تخنی سے بس سوچ ہی سکتی تھی بول نہیں جانتی تھی اگر بولا تو پھر نہ اسکی خیر ہوگی اور نہ امی کی۔ اسلیے اس نے بس سوچنے پر اکتفا کیا۔ اکرم مزاج کے اتنے سخت تھے کہ شاید ہی انہوں نے کبھی اپنی اولاد سے نرمی سہیات کی ہو اور یہ بات سارا خاندان جانتا تھا جس کا وہ فادہ اٹھاتے تھے۔

ہاں یار کیسے ہو شرم کر کبھی خود سے بھی کال کر لیا کر۔ نبیل کی بات سن کر اسکے چہرے پر مسکراہٹ آگ۔ بس یار آجکل بزنس باہر سٹیلش کرنے کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں وقت ہی نہیں مل رہا تھا ورنہ تجھے تو میں بھول کر فون نہ کرنے کی غلطی کر سکتا ہوں بھلا جانے کب ناراض ہو کر کوکیس کر دے اور میں بیچارہ مفت میں جیل لگھتوں۔ طالش چیرے ٹیک لگا کر مسکراتا ہوا بولا تو دوسری طرف نبیل نے قہقہہ لگایا۔

یار طالش تم کبھی نہ بدلنا دوسروں کو جواب کر دینا تو کوتم سے سیکھے۔ اچھا یہ بتا تو کب آ رہا ہے سیالکوٹ؟ نبیل نے پوچھا تو طالش سیدھا ہوا۔

سیالکوٹ؟؟ ادھر کیا کر رہے ہو تم مہینہ پہلے تو تم لاہور میں ہی تھے۔ اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

کب با۔۔۔ یار کیا بتاں یہ پولیس لان میں ایک ہی خرابی ہے آپکو ایمنڈ ار رہنے نہیں دیتی وہاں کے ایک افسر کو مسئلہ ہو گیا تھا مجھ سپس کروادیا ٹرانسفر ادھر تمہاری بھابی تو خوب ناراض ہے مجھ سے۔ نبیل بولا تو طالش نے گہرا سانس لیا یہ تو واقعی افسوس کی بات ہے لیکن خیر اب لگ رہا ہے کہ حالات بدل جائیں گے ان شاء اللہ بس قیادت بدلنے کی دیر ہے۔ وہ پرامید لہجہ میں بولا تو نبیل نے ان شاء اللہ کہا۔

اچھا یہ بتاؤ ادھر کب آ رہا ہے تمہاری بھابی بھی بلا رہی ہیں میری شکایتیں کرنی ہوگی اس نے تم سے۔ نبیل دوبارہ بات کی طرف آتا ہوا بولا۔ تو طالش ہنسا۔

اچھا یار ابھی تو چار پانچ دن تک لاہور سے نکلنا امپا سبل ہے تھوڑا کام ہے ان شاء اللہ نیکسٹ ویک میں چکر لگاں

گا۔ وہ بین پکڑتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن سوچ لے نہ آیا تو پھر پولیس آئے گی تمہیں لینے۔ دوسری طرف سے دھمکی آ تو وہ ہنس دیا۔ پھر وہ اپنے کالج دور کو یاد کرنے لگے کافی دنوں بعد انکی فون پر بات ہو رہی تھی ورنہ دونوں اپنی اپنی پریکٹکل لاف کو سیٹ کرنے میں مصروف تھے۔

نفسیہ نفسیہ بیگم۔۔۔ کدھر ہو تم کب سے آواز دے رہا ہوں سنتی کیوں نہیں ہے یہ عورت۔ وہ آواز دیتے ہوئے جھنجھلا کر بولے تو احمرین جلدی سے چولہا بند کر کے لانچ میں آ جہاں وہ ٹی وی کے آگے بیٹھے ہوئے نیوز دیکھ رہے تھے۔

جی ابو۔۔۔ وہ سر پر دوپٹہ صبح کرتے ہوئے بولی۔

ماں کہاں ہے تمہاری کب سے آواز دے رہا ہوں مجال ہے جو کو جواب ہی دے دے۔ وہ اس کو دیکھ کر غصے سے بولے۔ تو اسنے گہری سانس لی۔

وہ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اب اس لیے وہ تھوڑی دیر پہلے ہی میڈیسن لیکر لیٹی تھیں سوگ ہوں گی۔ اس نے نخل سے جواب دیا تو وہ منہ میں کچھ بڑبڑانے لگے۔ اس کو سمجھ نہیں آ لیکن تجھنے کی اسے ضرورت بھی نہیں تھی جانتی تھی کیا کہا ہوگا انہوں نے۔

آپ کو کام تھا کیا ابو۔۔۔ تجھ پتا دیں میں کر دیتی ہوں۔ اس نے پوچھا۔ تو انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور بولے۔ ہاں کام کیا ہوگا مجھے وہ تم لوگ کپڑے وغیرہ استری کر لینا صبح جانا ہے گاں سب نے تمہاری پھوپھو نے بلایا ہے ہم سب کو کھانے پر۔

ہم سب کو؟؟ اس نے نقد رے حیرانگی سے پوچھا تو اکرم صاحب نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی۔ تو وہ فوراً بولی۔

جی ٹھیک ہے ابو میں کر لوں گی جانا کتنے بجے ہے؟

صبح ناشتہ کر کے جائیں گے اور ہاں اپنی بھابھی کو بھی بتا دینا کہیں صبح پھر میرے گھر والوں کے آنے کا سوچ کر اپنے میکہ نہ تشریف لے جائیں اسے بھی بلایا خاص طور پر تمہاری پھوپھو نے۔ انہوں نے آخر میں طنز یہ انداز میں کہا تو اس نے گردن ہلا دی۔

ٹھیک ابو میں جاں۔۔۔ اس نے پوچھا تو وہ جوٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے دیکھے بنا گردن ہلا دی تو وہ شکر کا کلمہ پڑھتی ہو واپس مڑ گ۔ وہ اکرم صاحب کو چائے پکڑا کر اپنا اور عمرین کا کپ لیکر روم میں آگ جہاں عمرین موبال پر اپنی فرینڈ سے بات کر رہی تھی۔ عمرین نے چائے کا کپ پکڑا تو وہ بھی خاموشی سے چائے لیکر اپنے سنگل بیڈ پر بیٹھ گ۔ ان کے روم میں دو سنگل بیڈ تھے دونوں کے بیڈ کے سامنے وال کے ساتھ سٹڈی چیر اور ٹیبل رکھا ہوا تھا۔ عمرین کی سائیڈ وال پر دیوار میں مرر فکس تھا۔ جسکے آگے انہوں نے ایک ریک رکھ کر اپنی چیزیں رکھی تھیں۔

احمرین کی ساڈوال پر لکڑی کی دیوار میں ہی الماری تھی۔ اور اسکیساتھ ہی ہاتھ روم تھا۔  
ہوگ آپ فری؟ عمرین کی آواز سن کر وہ سوپ لیتے ہوئے بولی تو عمرین نے سر ہلادیا اور سیل اسکی طرف بڑھا

ہاں ہوگ۔ تم نیکر لی بات اپنی فرینڈ سے۔ وہ سوپ لیتے ہوئے بولی تو عمرین نے سر ہلادیا اور سیل اسکی طرف بڑھا  
دیا۔ جسے لکیر اسنے تنکے کے پاس رکھ لیا۔

کیا بات ہیآ پی آپ کچھ سوچ رہی ہیں۔ عمرین اسکو خاموشی سے چائے پیتا دیکھ کر بولی۔ دراصل عمرین خود تو آجکل  
انٹر کے ایگز امز کے بعد فری تھی لیکن احمرین کو یونی ہفتے میں دو تین دفعہ جانا پڑتا تھا ایک تو وہ سوشل سوسائیز کی  
ورکر تھی اور دوسرا انکا کچھ کورس رہتا تھا جس کے لیے جانا پڑتا تھا۔ رات کو چائے پیتے ہوئے احمرین اس سے ساری  
باتیں یونی کی ڈسکس کیا کرتی تھی۔ دونوں میں تھا تو چار سال کا فرق لیکن دونوں کی خوب فہمی تھی۔ لیکن آج احمرین  
چپ چاپ بیٹھی تھی۔

کچھ نہیں تم پلیز چائے پی کر اپنے اور میرے کپڑے پر لیں۔ اس نے اسکی بات کو ٹالتے ہوئے کہا تو عمرین  
چائے کا کپ رکھ کر سیدھی ہو۔

کیوں اس وقت کس لیاور کہاں جانا ہے ہم نے؟ وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی تو؟ احمرین طنزیہ مسکرا۔  
پھوپھو کہ ہاں انہوں نے کھانا پھر بلایا ہے، ہم سب کو ابوکا آڈر ہے صبح ناشتے کے بعد ملنا ہے اسی لیے۔ عمرین پہلے تو  
حیران ہوا اور پھر ہنسنے لگی

اچھا یہ معجزہ کیسے ہو گیا اور آپ کیوں پریشان ہیں نہ جائے گا کہ دیکھ جائے گا کہ یونی جانا ہے۔ وہ ہنسی روک کر بولی۔ وہ سمجھ گ  
تھی کہ احمرین جانا نہیں چاہتی اسی لیے چپ ہے۔

نہیں کر سکتی نہ یہ بھابھی نے بھی جانا ہے ساتھ ورنہ انکو روک کر میں ابو سے کہہ دیتی اور بھابھی کے ساتھ گھر رک جاتی  
لیکن بھابھی کا جانا بھی ضروری ہے ورنہ ابوکا غصہ سوانیز پر پڑھ جائے گا۔ اور کل آف ہے میرا۔ وہ جھنجھلا کر بولی تو  
عمرین نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

اچھا ویسے جانا کیوں نہیں چاہتی آپ کیا۔۔۔ ایاز بھائی۔۔۔ عمرین نے کہا لیکن احمرین کو خود کو گھورتا دیکھ کر چپ کرگ  
اور چند لمحوں بعد اپنی بات کا اثر زائل کرنے کو مسکراتے ہوئے بولی۔

آپی چلیں نہ دیکھیں ہر بار ہم انکی دعوت کرتے تھے اب اگر انکو خیال آ ہی گیا ہے تو کفرانِ نعمت کیوں کر ہے ہم اور ہم بھی جا  
کر خوب نخرے کریں گے آخر کو پھوپھو پلس بھابھی کامیکہ ہے۔ آخر میں وہ آنکھ مارتی ہو بولی تو احمرین بھی ہنس دی۔

اچھا اب بس کرو یہ کپ رکھ کر آ اور آ کر پلیز استری کر لو کپڑے۔ وہ اسکو اپنا خالی کپ پکڑا تہوئے بولی تو وہ منہ  
بناتی اٹھ گئی



یہ کپڑے مجھ سے ہی کیوں کرواتی ہیں آپ۔ وہ کپ پکڑ کر بولی تو احمرین بس مسکرا دی۔ عمرین روم سے چلی گئی تو اسنے بیڈ سے ٹیک لگا۔ اس کا قطعی دل نہیں کر رہا تھا جانے کو۔ پھوپھو کی نگہ جانا اتنا مشکل ہرگز نہ ہوتا جتنا ابا کی موجودگی کو سوچ کر مشکل لگ رہا تھا یہ نہیں کیا مصیبت پڑ گئی ہے زندگی مشکل کر دی ہیاب کل یہ نہیں کتنی دیر برداشت کرنا پڑے گا۔۔۔۔ وہ بیزار ی سے سوچتی ہو آنکھیں موند گئیں۔

اسلام علیکم دادی کسی ہیں آپ۔۔۔۔ وہ ان کے پاس صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا اور چائیکا کپ ان کو پکڑا کر اپنے کپ سے سب لیکر بولا۔

والیکم سلام جیتے رہو۔۔ میں ٹھیک ہوں خیریت بیٹا تم گئے نہیں آج آفس؟ وہ اسکو گھر دیکھ کر حیرانگی سے بولیں نہیں بس آج کو نہیں تھا اس لیے شام کو لگاں گا چکر۔ وہ ٹی وی آن کرتے ہوئے بولا تو انہوں نے سر ہلادیا تو وہ مسکرا کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا جہاں الیکشن کی آمد کا شور مچا ہوا تھا۔

طالش بیٹا تمہارا سیٹ ہو گیا کام لندن میں؟ چند لمحوں بعد رابعہ بیگم کی آواز سن کر اس نے والیوم بند کیا اور گردن موڑی۔ جی دادی اللہ کا شکر ہے بس اب تھوڑا بہت کام رہ گیا تھا وہ میرا منیجر دیکھ رہا ہے۔ طالش بولا تو انہوں نے سر ہلادیا۔ ماشا اللہ ماشا اللہ تو پھر بیٹا کیا تم دیکھو گے کام وہاں۔۔ یا جمال دیکھے گا۔ وہ پوچھتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔

دادی جان! نہ تو میں جاں گا اور نہ پاپا جائیں گے وہاں کا چارج ہمارا منیجر سنبھالے گا میں تو بس کبھی کبھی چکر لگاں گا ویسکی یا منتقلی۔ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دیتے ہوئے بولا۔ تو انہوں نے سر ہلادیا اور مسکرا کر بولیں۔

میں یہی تمہاری ماں سیکہ رہی تھی کہ تم تو لاہور سے باہر بڑی مشکل سے دن گزارتے ہو کہاں ملک سے باہر ورنہ تمہاری عمر کے بچے گھر میں کہاں نکلتے ہیں۔ اسکی بات سن کر ہنسا۔

جیتے رہو خوش رہو بیٹا۔۔۔ اب یہ بتا شادی کب کر رہے ہو ہم بھی اپنے پوتے کی خوشی دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔ انکی بات سن کر اسنے حیران ہو کر ان کی جانب دیکھا۔

کیا بات ہے دادو۔۔۔ آج آپ کو میری شادی کا خیال کیسے آ گیا؟ طالش حیرانگی سے بولا۔

بس بیٹا اب مرنے سے پہلے بس تمہاری خوشی دیکھنا چاہتی ہوں تمہاری پیاری سی بیوی آئے گی میں اس کے اور تمہارے بچے۔۔۔۔۔

ایک ایک منٹ دادو۔۔ اس کو اتھو لگتے لگتے بچا۔

یہ آپ اتنی آگے کی سوچنے والی نہیں ہیں ماما نے کہا ہے نہ آپ سے اور یہ تو آپ سوچے بھی مت کہ آپ کو کہیں جانے دوں گا۔ وہ کپ ٹیبل پر رکھ کر بولا تو انہوں نے گہری سانس لی۔ مجال ہے جو یہ لڑکا کسی دام میں پھنس جائے۔

اچھا اب آپ مجھے مزید ایڈیٹل کرنے کی کوشش مت کریں اور کڑوں کا شادی میں جب کو لڑکی پسند آ جائے گی۔ آخر میں وہ شرارت سے بولا تو انہوں نے یوں سر ہلایا کہ بس طالش بیٹے ہوگ پھر تو تمہاری شادی۔ اسے چائے کا کپ دوبارہ پکڑا اور ٹی وی کا والیم کھول دیا تو وہ بھی خاموشی سچائے پینے لگیں۔

اے کیا کر رہی ہو۔۔۔ آواز سنتے ہی اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دی تو سامنے رامش کھڑا ہوا تھا اور اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً سیدھی ہو۔

کچھ نہیں بس سوچ رہی تھی۔ رمشہ نے سنجیدگی سے

کہا۔ تو وہ پہلے حیران ہوا پھر خود بھی چیر کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھا اور پھر بولا۔

کیا عافیہ صدیقی کو چھڑوانے کا پلین سوچا ہے یا نواز شریف کی بیگم کلثوم بیگم کا حال احوال معلوم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ بھرپور سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ پہلے تو رمشہ نے حیرانگی سے اسکو دیکھا وہ اتنی سنجیدہ انداز میں کی جانے والی بات کا اتنا ہی سنجیدہ انداز میں مذاق اڑاتے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوا اور پھر دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔

پتہ ہے تم اتنے قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے کچھ شکریا جائے دفع ہو جا۔ اس نے کہا اور سیل اٹھا کر اسکو استعمال کرنے لگی رمشہ۔۔۔۔۔ رمشہ۔۔۔ رامش نے اسکو پکارا پر وہ سیل پر لگی رہی۔ تو وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور اسکے ہاتھ سے سیل چھین کر واپس آرام سے چیر پر بیٹھا۔

یہ کیا بد تمیزی ہے سیل واپس کرو میرا۔۔۔ رمشہ غصے سے بولی تو وہ ہلکا سا ہنسا۔

اچھا نہ یا رمشہ ایک تو تم میری ہر بات کا برا منالیتی ہو مذاق کر رہا تھا میں اچھا بتا کیا بات ہے کیا سوچ رہی تھی تم؟ رامش نے کہا تو رمشہ نے ناراض نظروں سے اسکی جانب دیکھا اور پھر تھوڑی دیر اس کو دیکھنے کے بعد بولی۔

مجھے امی کی یاد آ رہی ہے ہر بار امی بلاتی تھی پر میں جاتی ہی نہیں تھی چھٹیوں میں جاتی بھی ہفتے بعد واپس بلکہ کبھی ادھر کبھی ادھر اور ابکی بار میرا لمبا جانے کا پلین تھا تو ماما پاپا عرے پر جا رہے ہیں۔ وہ اداسی سے بولی تو رامش اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

اچھا تو یہ بات ہے ایسا کرتے ہیں کل ہم اسلام آباد جاتے ہیں ابھی چار پانچ دن ہے ان کے جانے میں پھر وہ سعودیہ چلے جائے گا اور ہم واپس گھر ٹھیک ہے۔ وہ تسلی دیتا ہوا بولا تو رمشہ مسکرا دی۔

بس اسی طرح مسکرایا کرو مجھے اچھا لگتا ہے تمہیں مسکراتا ہوا دیکھ کر۔ وہ ہب دم پھڑکی سے اترتا اس نے گڑبڑا کر نظریں بدلیں وہ ہنس دیا

رامش اسکو دیکھ رہا تھا جو اس سے نظریں نہیں ملارہی تھی۔

رامش۔۔۔ کیا مسئلہ ہے؟ آخروہ جھجلا کر بولی تو رامش ہنس دیا۔

کو مسئلہ نہیں اچھا تمہاری دوسری پائز کہاں ہیں نظر نہیں آری ویسے بھی اس نے تمہیں اکیلا چھوڑ کیسے دیا؟ رامش شرارت سے بولا تو رمشہ نے سکون کا سانس لیا۔

وہ نہار ہی ہے اسلیے میں اکیلی ہوں تھی تم۔ جیسے لوگ فادہ اٹھا رہے ہیں۔ آخر میں وہ منہ بنا کر بولی تو رامش ہنس دیا۔ اچھا چلو ہم آسکریم کھانے چلتے ہیں، بہت مزہ آئے گا۔ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

نہیں میں نہیں جا رہی اکیلے تمہارے ساتھ حوریہ آجائے تو اسکو بھی ساتھ لیکر جایں گے۔ رمشہ ہچکچا کر بولی۔ تو رامش کا دل چاہا پانس پیٹ لے۔

جی نہیں میں تمہیں اکیلے ہی لیکر جاں گا چلو۔۔۔ یا راسکے ساتھ پھر کسی دن لیں جاں گانہ۔ وہ منت بھرے انداز میں بولا تو رمشہ نے بے بسی سے اندر کی جانب دیکھا۔

حوریہ ناراض ہو جائے گی اگر اسکو پتہ لگا کہ۔۔۔ وہ تذبذب کا شکار تھی۔ جب رامش اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا کو ناراض نہیں ہوتی اور اگر تم نہ گمیرے ساتھ تو میں ناراض ہو جاں گا اور اسکے لیے ہم بیک کر دالیں گے خوش چلو اب۔ وہ اسے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے چلو رامش تم بھی نہ۔۔۔ رمشہ ہار مانتے ہوئے بولی تو رامش نے مسکرا کر اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ دونوں گیٹ کی جانب چل دے۔

-----

یار آپی میں تو سخت بور ہو رہی ہوں۔ عمرین نے کہا تو احمرین مسکرا دی۔

وہ لوگ اس وقت اپنی بڑی پھوپھو کیہاں بھٹی ہو تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ چاچو کی فیملی کو بھی بلایا تھا۔ ان کے چاچو کے دوہی بیٹے تھے جو سٹڈی کے لیے باہر ہوتے تھیں اس وقت چاچو چچی اور احمرین کے امی ابو دونوں پھوپھو کے ساتھ باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ عازہ ریان سے بات کر رہی تھی اسکی کال آہوتی۔ ایاز باہر کچھ کھانے پینے کو لینے گیا ہوا تھا۔ بڑی بھابھی بھی اپنے سیل کے ساتھ بڑی تھی۔ ایسے میں وہ دونوں ہی بور ہو رہی تھیں۔

اچھا چلو دیکھتے ہیں کہ عازہ فری ہو ہے یا نہیں چائے بناتے ہیں۔ احمرین اٹھتے ہوئے بولی تو عمرین نے بھی سر ہلا دیا وہ لوگ تو دن میں جانے کتنی بار چائے پیتی تھیں اور آج تو بس ناشتے میں پی سکے تھے۔

عمرین ایسا کر تم ادھر ہی بیٹھو میں بنا کر لاتی ہوں ٹھیک ہے ابو یا امی بلا سکتے ہیں۔ احمرین نے کہا تو عمرین نے سر ہلا دیا تو وہ مسکرا کر کمرے سے باہر آگ۔

قطار میں چار کمرے تھے جنکے آگے لانچ تھا اور ایک کونے میں کچن تھا۔ لانچ سے باہر پھوپھو نے بہت سارے

درخت لگائے تھے اس وقت جنگلی چھاں میں سب بڑے بیٹھے تھے۔ وہ کچن میں جانے کے بجائے دائیں طرف مڑ گ جہاں سے عازہ کے بات کرنے کی آواز آرہی تھی۔

وہ دستک دیکر اندر داخل ہو تو عازہ نے چونک کر دیکھا۔ اور سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

عازہ مجھے چائے بناتی تھی دودھ ہے کیا فریق میں؟ اس نے پوچھا تو عازہ تھوڑا حیران ہو پر جلد ہی اپنی حیرانگی پر قابو پا کر مسکرا کر بولی۔

ہاں ہے جاکچن میں بناؤ تمہارا اپنا ہی گھر ہے تمہارا حق ہے بھج جا۔ عازہ مسکرا کر بول رہی تھی اور جبکہ احمرین کے سر پر سے اسکی بات گزر گ۔ لیکن کچھ نہ بولی اور بس مسکرا کر باہر آگ۔ تو عازہ کی آواز اسکے کانوں میں پڑی

ہاں کچھ نہیں ریان احمرین تھی آپ تو جانتے ہیں وہ مجھے کتنی عزیز ہے اور کیوں نہ ہو ایاز کی پسند ہے۔ وہ ٹھنک کر رک گ۔ چند پل کھڑی رہی اور پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گ۔

-----

وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی اس کے ذہن میں عازہ کی باتیں گھوم رہی تھیں۔

اففف۔۔۔ یہ دونوں بہن بھائل کر مجھے پاگل بنا دیں گے۔ احمرین نے جھٹلا کر سوچا چائے تیار تھی وہ آئینہ جی کر کے مڑی ہی تھی جب ہلکی سی چیخ کے ساتھ وہ پیچھے ہٹی تھی۔

اس سے دو قدم دور ایاز اسکے پیچھے کھڑا تھا اور نجانے کب سے کھڑا تھا۔ اس نے ناگواری سے ایاز کی جانب دیکھا لیکن لہجہ کو نامل کر کے بولی۔

اوہ ایاز بھاڑا دیا آپ نے۔۔۔ وہ میں چائے بنا رہی تھی آپ۔۔۔ آپ پیے گے کیا؟ ایاز نے مسکرا کر سر ہلایا تو وہ جلدی سے اسکی سائیڈ سے نکلی اور ایک سے کپ نکالنے لگی۔

دو ڈش میں کپ رکھے۔ اب کی بار وہ چولہے کے آگے نہیں گ بلکہ ساڈ سے ہی ساس پین پکڑا اور چائے ڈالنے لگی۔ ایاز خاموشی سے اسکو دیکھ رہا تھا اور وہ مکمل نظر انداز کرتی ہو چائے ڈال رہی تھی۔ ایک ڈش میں چائے کے کپ بھر کر اس نے ساس پین نیچے رکھا اور اٹھا کر باہر جانے لگی جب ایاز اس کے آگے کھڑا ہو گیا۔

کیا بات ہے احمرین ناراض ہو مجھ سے کیا؟ وہ اس سے اسے بات کر رہا تھا جیسے انکے درمیان برسوں ک بے تکلفی تھی۔

احمرین نے نظر اٹھا اور پھر ہموار لہجے میں بولی۔

ایسی کو بات نہیں ہے ایاز بھائی کیوں ناراض ہوں گی آپ سے اور پلیز پیچھے ہٹے مجھے چائے دینی ہے باہر پھوپھو لوگوں کو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ چند لمحوں کے لیے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ تو وہ جلدی سے باہر کی طرف بڑھ گ۔

احمرین! ایاز نے پکارا تو وہ یک دم مڑ کر بھیچے دیکھنے لگی۔

آج میں تمہارا سب سے زیادہ منتظر تھا ایک بہت ضروری بات کرنی یا تم سے چائے دیا پھر کرتے ہیں میں یہی ویٹ کر رہا ہوں۔ وہ اسکو بغور دیکھتا بول رہا تھا۔ احمرین خاموشی سے پلٹ گ جبکہ وہ وہیں کھڑا مسکراتا رہا چند پل کے بعد وہ شاپر سے کھانے پینے کی چیزیں نکال کر پلٹیں میں رکھتا رہا جب باہر سے کسی کے آنے کی آواز آ تو مسکرا کر سیدھا ہوگا مگر اندر داخل ہوتی عمرین کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ سمٹی دوسری جانب عمرین بھی رک گ۔

اوہ ایاز بھائی کیسے ہیں آپ؟ عمرین نے پوچھا تو وہ بمشکل سر ہلا کر جواب دیکر تیزی سے اسکی سائیڈ سے نکل گیا۔ اوہ۔۔۔ تبھی آپنی نے مجھے چائے لینے بھیجا ہے۔ عمرین مسکرا کر چولہے کی طرف بڑھ گ۔

احمرین ایاز کی کو بات نہیں سنا چاہتی تھی اور ایسے چھکارا ممکن بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا اب وہ واپسی تک کمرے سے نہیں نکلے گی۔ اس نے چائے لینے عمرین کو بھیجا تھا تاکہ ایاز سمجھ جائے کہ وہ اسکی بات میں دلچسپی نہیں رکھتی۔

-----

طالش تو نے آنا ہے یا نہیں بس مجھے بتا دے ایک بار۔۔۔ نیل دھمکی آمیز انداز میں بولا تو طالش نے قہقہہ لگایا۔ یار اتنا بے چین کیوں ہو رہا ہے آ رہا ہوں اس ویک اینڈ پر۔ طالش نے بتایا جانتا تھا اب بھی نہ بتایا تو اسنے واقعی پولیس بھیج دینی ہے۔

دیکھ لینا اگر نہ آیا تو پھر دیکھ لینا پولیس آئے گی۔ اور سب کے سامنے تیرا وہ حال کرے گی۔۔۔۔

اچھا اچھا زیادہ دھمکیاں نہ دو مجھے تو لگ رہا ہے کہ تو مجھے وہاں اپنے کسی ایسے ہی مقصد کے لیے بلا رہا ہے۔ طالش مسکرا کر بولا تو نیل ہنس دیا۔

جی نہیں میرا ایسا کو اورادہ نہیں لیکن تم نے مزید دیر کی تو پھر ایسا ہی کروں گا سوچ لو۔ نیل نے کہا تو طالش ہنس دیا۔ اچھا کہاں رہے ہوائیڈر لیس تو بتا دو کہ خوار ہوتا رہوں میں وہاں۔ طالش نے پوچھا تو نیل جلدی سے اسے ایڈریس لکھوانے لگا۔ تو طالش نے اسے ایک بار پھر یقین دہانی کروا کر کال بند کر دی۔ اور چیزیں سمیٹتا گھر جانے کو اٹھ گیا۔ جب اسکے نمبر پر کال آ اس نے چونک کر سیل دیکھا اور نمبر دیکھ کر ایک گہری سانس لی۔

ہاں بولو۔ فون کان سے لگائے وہ بولا۔

-----

# محبت درد کی صورت

ثمن چوہدری

محبت درد کی صورت

گذشتہ مہموں کا استعار بن کے رہتی ہے..

شبان ہجر میں روشن ستار بن کے رہتی ہے..

منڈیر پر چراغوں کی لویں جب تھر تھراتی ہیں..



انہوں نے یکدم اپنے دل پر ہاتھ رکھا جیسے ڈائری  
نہیں ان کا دل جل رہا ہو دل ہی تو جل رہا تھا ان کا  
مجھے معاف کر دینا خدیجہ اس محبت کو زندہ رکھنے کے لیے  
میں اپنی زندگی میں موجود لوگوں کو تکلیف نہیں دے سکتا  
وہ دل ہی دل میں خدیجہ سے مخاطب ہوئے .....  
انہوں نے آخری بار آتش دان کی طرف دیکھا اور اٹھ کر  
وضو کرنے چل دیئے

سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس جگہ کو سہلایا تھا  
اگر آپ نہیں میری زندگی میں، تو کوئی بھی ہو کیا فرق  
پڑتا ہے آپ کی محبت میرے دل کے نہاں خانوں میں  
ہمیشہ زندہ رہے گی میں اب کبھی اس ادھوری محبت کا ماتم  
نہیں کروں گا محبتیں تو ہوتی ہی ادھوری رہنے کے لیے  
ہیں  
وہ خدیجہ کے تصور سے مخاطب ہوا

دو کہیں فجر کی اذان سے وہ واپس اپنے حال میں  
لوٹے تھے، ڈائری ویسے ہی ان کی گود میں دھری تھی  
ان کی اور جیا کی شادی کو کم و بیش پانچ سال ہو گئے تھے، ان  
گزرتے سالوں نے اللہ نے انہیں بہت خوشیوں اور عزت  
سے نوازا تھا

ملک کے نامور شعرا میں ان کا شمار ہوتا تھا  
ایک اچھی نوکری، محبت کرنے والی بیوی اور ان کے  
آنگن کے تین پیارے پھول جن کی قلقلاریوں سے  
انہیں اپنی زندگی حسین لگتی تھی

سب کچھ تو تھا پھر کمی کہاں تھی زندگی میں ... خدیجہ کی  
محبت کو انہوں نے دل کے ایک کونے میں دفن کر دیا تھا  
لیکن کبھی کبھار یہ محبت درد کی صورت دل میں چٹکیاں  
لیتا تو انہیں اپنی اس نامکمل محبت کا دکھ ستانے لگتا، پھر وہ

خود کو اپنے بچوں میں گم کر لیتے ... انہوں نے ڈائری  
کے صفحات پھاڑ کر آتش دان میں پھینکا شروع کر دیئے  
ان کے دل میں درد کی ایک لہر اٹھی جسے انہوں نے نظر  
انداز کر دیا، پوری ڈائری آتش دان میں پھینک کر

نگر میں ناامیدی کی ہوائیں سنسناتی ہیں..  
گلی میں جب کوئی آہٹ کوئی سایہ نہیں رہتا..  
دکھے دل کے لئے جب کوئی بھی دھوکا نہیں رہتا..  
غموں کے بوجھ سے جب ٹوٹنے لگتے ہیں شانے تو..  
یہ ان پہ ہاتھ رکھتی ہے،  
کسی ہمدرد کی صورت۔  
(احمد اسلام امجد)

ادائل سردیوں کی راتیں، ہر طرف ہو کا عالم تھا، دور  
کہیں سے جھینگروں کے بولنے کی مدھم آوازیں آرہی  
تھیں، پورے گھر میں اندھیرے اور خاموشی کا راج  
تھا



فرسٹ کزن تھی خدیجہ ....

حسان تم روز روز کیوں آتے ہو ہمارے گھر؟؟؟ جب سے خدیجہ اسے اچھی لگنے لگی تھیں تب سے وہ روز کسی

نہ کسی بہانے ان کے گھر پہنچ جاتا تھا، وہ، میں تو بس یونہی، اس کی زبان لڑکھا گئی کچھ لینے آیا تھا امی نے بھیجا ہے، اسے بروقت بہانہ سوچھا، اور ویسے بھی یہ میرے تایا ابوکا گھر ہے میں جب مرضی آں حسان نے گردن اکڑا کر روز روز آنے کی توجہ پیش کی مجھ سے نہیں ہوتی روز روز خاطر مدارت خدیجہ نے

ماٹھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا

یہ کیا کر رہے ہو؟؟ خدیجہ نے حسان کو انگلی پہ کچھ گنتے دیکھ کر غصے سے پوچھا .... آپ کے ماتھے کے بل گن رہا ہوں، مجھے دیکھ کر جن کی تعداد گونگی ہو جاتی ہے، حسان نے بھی کمال معصومیت سے جواب دیا ....

حسان تین سے رہا کرو بڑی ہوں میں تم سے، ان کے ماتھے کے بل کچھ اور گھرے ہو گئے تھے .... لیکن میں نے تو تین سے ہی گنے ہیں قسم لے لیں جو میرے ہونٹ بھی ہلے ہوں، حسان بھی آج انہیں زچ کرنے

پر تھلا تھا .... اف کیا مسئلہ ہے تمہیں اور کتنی بار بولا

ہے مجھے آپنی یا باجی کہا کرو وہ زچ ہو کر بولیں ....

میری تو صرف تین آپیاں ہیں اتنی زیادہ بہنیں میں

افورڈ نہیں کر سکتا، حسان کمال بے نیازی سے کہتے

ہوئے چار پائی پر بیٹھ گیا

مجھے چاچو سے شکایت کرنی پڑے گی تمہاری چاچو ہی

کہلو انیں گے اب تم سے، خدیجہ نے چاچو کی دھمکی دی

سوائے ایک کمرے کے، جہاں آتشدان کی جلتی آگ کی روشنی کھڑکی سے جھانکتی گھر میں موجود کسی مکیں کا پتہ دے رہی تھی

آتشدان کے سامنے بیٹھا وہ نفوس، دنیا و مافیہا سے بے خبر جانے کن سوچوں میں گم تھا، مجھے یہ ڈائری جلا دینی چاہیے، اس ساکت بیٹھے نفوس کے لب ہلے، اگر کبھی جیانے یہ ڈائری دیکھ لی تو اس کا نازک سامحت بھرا دل ٹوٹ جائے گا اور ویسے بھی "یادیں ڈائری میں قید

رکھنے کے لیے تھوڑی ہوتی ہیں یہ تو صرف الفاظ ہوتے ہیں کھار س کے لیے، اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لیے .... یادیں تو ہمیشہ دلوں میں زندہ رہتی ہیں ...

اچھی اور بری یادیں، جنہیں ہم کبھی بھلنا نہیں چاہتے کسی متاع حیات کی طرح سنبھال کے رکھتے ہیں اور انہی یادوں میں اپنے ماضی کو جیتے ہیں !!"

اس ساکت وجود نے سر ریو الونگ چیر سے ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں وہ بھی اس لمحے اپنے ماضی کو جینا چاہتے تھے ماضی اڑاں بھر کر 20 سال پیچھے چلا گیا تھا ....

انہوں نے محبت کو تب محسوس کیا، جب وہ اس لفظ اور جذبے سے بھی نا آشنا تھے، وہ نویں جماعت کے

طالب علم تھے، کیا عمر تھی تب انکی صرف چندہ برس،

وہ انہیں کیوں اچھی لگی تھیں وہ نہیں جانتے تھے، اس کا

بولنا، باتیں کرنا، ہنسنا، کیا چیز تھی جو انہیں اس کا اسیر کر گئی

تھی، دیکھنے میں وہ کوئی بہت خوبصورت لڑکی تو نہیں

تھی، عام سے خدو خال والی عام سی لڑکی، وہ ان کی

امی نے اسے رساں سے سمجھایا، حسان کو صرف خدیجہ سے دور جانے کی فکر تھی وہ کیسے نہیں دیکھے اور بات کیسے بغیر رہے گا، ایک طرف خدیجہ سے دور جانے کا دکھ تھا تو دوسری طرف انجینئر بننے کا خواب بھی، اگر میں پڑھوں گا نہیں تو امی ابو خدیجہ کا رشتہ کیسے مانگیں گے یہ تو جیہد اس کے دماغ نے دے تھی جسے دل نے فوراً قبول کر لیا تھا وہ خوشی خوشی ہاسٹل جانے کے لیے رضا مند ہو گیا

آج وہ ہاسٹل جانے سے پہلے آخری بار خدیجہ کو دیکھنے آیا تھا، اسلام و علیکم تائی امی، گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور سامنے ہی تائی امی چار پائی پر بیٹھی تسبیح کر رہی تھیں حسان نے اندر داخل ہوتے ہی ادب سے سلام کیا ... وعلیکم اسلام کیسا ہے میرا بچہ تائی امی نے ماتھا چوم کر حال پوچھا .... ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں تائی امی؟ بات کرتے ہوئے حسان کی نظریں گھر میں خدیجہ کو ڈھونڈ رہی تھیں ....

ٹھیک ہوں بیٹا اللہ کا کرم .... یہ کیلا لائے ہوتا تائی امی نے اس کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کی بابت پوچھا یہ لیس حلوہ امی نے بھیجا ہے .... حسان نے پلیٹ ان کی طرف بڑھائی

یہاں رکھ دو خدیجہ اٹھالے گی، آ بیٹھو یہاں تائی امی نے اسے چار پائی پر بیٹھنے کو کہا

تائی امی خدیجہ آپ کی کہاں ہیں حسان نے بالآخر خدیجہ کا پوچھ ہی لیا، اس نے خدیجہ کے ساتھ آپ کی صیغہ لگا لیا تھا مبادا تائی امی سے ڈانٹ نہ پڑ جائے .... لو آگئی

انہیں اچھی طرح پتہ تھا حسان کتنا ڈرتا ہے چاچو سے کر دیکھیں گاشکایت میں مگر جاں گا .... حسان کے اطمینان میں زرا برابر فرق نہیں آیا تھا اچھا اب میں چلتا ہوں آپ نے سارا موڈ خراب کر دیا ہے میرا، یہ کہتے ہوئے حسان دروازے کی جانب بڑھ گیا .... کیا لڑکا ہے یہ آندھی کی طرح آتا ہے اور آندھی کی طرح بھاگ جاتا ہے خدیجہ نے غصے میں بڑبڑا ہٹ کی

گھر آ کر بھی حسان کا موڈ خراب ہی رہا، وہ خدیجہ سے باتیں کرنے گیا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح ان سے جھگڑ کر آ گیا تھا، کیوں کرتی ہیں وہ میرے ساتھ ایسا، سب کے ساتھ ہنستی بولتی ہیں صرف میرے ساتھ جھگڑتی ہیں کیوں؟ حسان نے دکھ بھرے لہجے میں خود کلامی کی .... اس نے دراز سے ڈائری نکال کر آج کی ساری باتیں اس پر لکھ ڈالیں، یہ ڈائری وہ گھر والوں سے چھپا کر لایا تھا ورنہ ابوجی سے ڈانٹ نہیں مارتو قحقی .... وقت اڑاں بھر کر دو سال اور آگے چلا گیا، کچھ بھی نہیں بدلا تھا حسان اور خدیجہ کی نوک جھونک، لڑائی اور نہ ہی حسان کی خدیجہ کے لیے محبت، بلکہ وقت ساتھ ساتھ یہ محبت اور گہری ہو گئی تھی

امی مجھے ہاسٹل نہیں جانا پلینز، حسان نے منت بھرے لہجے میں کہا، ان کے گاں میں صرف میٹرک تک سکول تھا اور اب ایف ایس سی کے لیے امی ابواسے شہر بھیج رہے تھے، آگے پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے تو کام سیکھ لو کوئی اور اگر پڑھنا ہے تو پھر ہاسٹل تو جانا پڑے گا بیٹا

تمہاری خدیجہ آپ، تائی امی خدیجہ کو آواز دینا ہی چاہتی تھیں جب انہوں نے اندر سے نکلتی خدیجہ کو دیکھ کر کہا... ارے واہ حسان صاحب آئے ہیں کیا بات ہے بڑے دنوں بعد نظر آئے ہو، خدیجہ نے حسان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا

حسان کو خدیجہ کی بات پر بے طرح خوشی ہوئی مطلب وہ اس کے آنے پر خوش تھیں

سنا ہے ہاسٹل جا رہے ہو تم.... چلو اچھا ہے میری جان تو چھوٹے گی خدیجہ نے سامنے والی چار پائی پر بیٹھتے ہوئے کہا، ان کے اس جملے نے حسان کے جذبوں پر اوس ڈال دی، اسے لگا تھا خدیجہ اس کے جانے کا سن

کر دکھی ہوگی لیکن.... جی جا رہا ہوں کل ہاسٹل آئندہ آپ کو تنگ کر نے نہیں آں گا حسان نے نروٹھے پن سے جواب دیا، ارے بیٹا ایسا کیوں بولتے ہو تمہارا اپنا گھر ہے جب چاہے آتا امی نے اسے پیار سے

چکارا اور تم خدیجہ ہر وقت لڑتی نہ رہا کرو بچے سے تائی امی نے حسان کی طرف داری کی، چلو اٹھو چائے وغیرہ بنانے کے لیے، یہ حلوہ بھی لے جا تمہاری چچی نے بھیجا ہے میں نماز پڑھ لوں تائی امی نے خدیجہ کو ہدایت دی

اور اندر کی جانب نماز پڑھنے چل دیں بیٹھو بچے تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں خدیجہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا... رہنے دیں چلتا ہوں میں آپ ہمیشہ میرا مذاق اڑاتی ہیں یہ بھی

نہیں دیکھتیں کہ مجھے دکھ ہوتا ہے یہ کہہ کر حسان تیز تیز قدم اٹھا تا دروازے سے باہر نکل گیا

خدیجہ ارے ارے کرکرتی ہی رہ گئیں عجیب لڑکا ہے مذاق بھی برداشت نہیں کرتا خیر اچھی بات ہے ہاسٹل جائے گا تو روز روز داغ کھانے نہیں آئے گا میرا خدیجہ نے خود کامی کی

گھر آ کر حسان کمرہ بند کر کے بیٹھ گیا، اسے خدیجہ کے رویے نے بہت تکلیف دی تھی، آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے نہیں جاں گا میں آئندہ ان کے گھر، سمجھتی کیا ہیں وہ خود کو، میری محبت کا مذاق اڑاتی ہیں کبھی نہیں جاں گا میں ان کے گھر..... یہ ساری باتیں اس نے ڈائری میں لکھی تھیں دل کا بوجھ کچھ اور بڑھ گیا تھا

اگلے دن وہ ہاسٹل چلا گیا، زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا تھا پڑھائی اور ہاسٹل کی مصروف زندگی میں بھی وہ دو کام کرنا کبھی نہیں بھولا تھا، خدیجہ کو یاد کرنا اور ڈائری لکھنا،

ان دو سالوں میں بار بار حسان گھر گیا، لیکن کبھی تائی امی کے گھر جانے کی کوشش نہیں کی کبھی جو دل خدیجہ کو دیکھنے کی خواہش کرتا تو حسان اس خواہش کے آگے خود ہی بند باندھ دیتا اور ڈپٹ کرا اپنے دل کو خاموش کروا دیتا....

وقت کے پر نہیں ہوتے لیکن جس تیزی سے اس کے کالج کے دو سال گزرے تھے اس پر اسے شدید حیرانگی تھی

وہ بہت خوش تھا انجینئرنگ میں اس کا ایڈمشن ہو گیا، اس کے خواب کی تکمیل میں اب کچھ وقت ہی باقی رہ گیا

تھا

یونیورسٹی میں زندگی کا نیا باب شروع ہوا، زندگی ویسی

ہی مصروف تھی جیسے کالج میں تھی

کچھ بھی نہیں بدلاتھا سوائے دوستوں کے، کچھ دوستوں کا ساتھ چھوٹ گیا تھا تو کچھ نئے دوستوں کا اضافہ بھی

ہوا تھا

دسمبر کی سرد راتیں، وہ ہاسٹل کے کمرے میں اکیلا بیٹھا سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا

کبھی کبھی یہ تنہائی بھی جان لیوا عذاب بن جاتی ہے

حسان نے خود کلامی کی، آج اس کے دونوں روم میٹس

گھر گئے ہوئے تھے اور وہ کمرے میں اکیلا اس تنہائی

سے نبرد آزما ہو رہا تھا

حسان نے اٹپنی کیس سے ڈائری نکالی اور بیڈ پر بیٹھ گیا

آج میں بہت دنوں بعد ڈائری لے کے بیٹھا ہوں

کیا لکھوں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ....

"کبھی کبھی ہمارے پاس الفاظ نہیں ہوتے کچھ کہنے

کے لئے اپنے دل کا حال بیان کرنے کے لئے، حالانکہ

دل کرتا ہے کچھ کہا جائے اپنے اندر کا سارا دکھ سارا لاوا

نکال دیا جائے .... پر کہا کس سے جائے ہر انسان کی

زندگی کی سب سے بڑی مشکل یہی ہے "

حسان کے ہاتھ روانگی سے چل رہے تھے

"ستم گریہ کیسی سزا چل رہی ہے

حیات اب بہ سوئے قضا چل رہی ہے"

(حسان احمد)

اس نے آج اپنی زندگی کا پہلا شعر لکھا تھا .... کاش

خدیجہ کبھی جان پائیں کہ میں ان سے کتنی محبت کرتا

ہوں ....

"محبت عمریں دیکھ کر تھوڑی کی جاتی ہے محبت تو بس ہو

جاتی ہے کوئی خوبصورت انجانا لمحہ آپ کو عمر بھر کے لئے

کسی کا اسیر کر جاتا ہے "

ڈائری رکھ کر حسان نے دوبارہ سگریٹ سلگا لیا تھا، اگر

ابو کو پتہ چل جائے کہ میں سگریٹ پیتا ہوں تو میری

موت متوقع ہے سگریٹ پیتے ہوئے وہ ہمیشہ یہی

سوچتا تھا، لیکن انہیں کیا پتہ کہ سگریٹ نہ پیوں تو دل جلتا

ہے میرا، خدیجہ کی یاد مجھے پاگل کر دے گی

موبائل فون کی گھنٹی نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا

تھا .... سکرین پہ گھر کا نمبر جگمگاتا دیکھ کر اس نے

سگریٹ بجھا کر کال ریسیو کی

اسلام وعلیکم امی جی کیسی ہیں آپ

شکر ہے اللہ کا میں ٹھیک ہوں میرا بچہ کیسا ہے اور

پڑھائی کیسی جارہی ہے اپنی صحت کا خیال تو رکھ رہے ہو

نا، امی نے فکر مند سی سے ایک ہی سانس میں تین، چار

سوال کر ڈالے تھے ان کی محبت پر حسان کے ہونٹوں پر

مسکراہٹ پھیل گئی

جی امی میں ٹھیک ہوں، پڑھائی بھی ٹھیک جارہی ہے

اور اپنا خیال بھی رکھتا ہوں آپ بتائیں ابو جی، باجیاں

کیسے ہیں سب

حسان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

ہاں بیٹا سب ٹھیک ہیں اور تم اگلے مہینے گھر ضرور آنا

خدیجہ کی شادی ہے اگلے مہینے کی اٹھارہ کو ... دو، تین

دن پہلے آ جانا کوئی کام وغیرہ بھی ہو گا تاہم ہارے تایا،  
تائی کو .... امی نے روانگی میں کیا بات کہہ دی تھی وہ  
نہیں جانتی تھیں

خدیجہ کی شادی؟؟؟ اس کے لب پہلے

یہ خبر نہیں تھی بلکہ ہم تھا جو حسان کے سر پر پھنسا تھا  
امی اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں لیکن اسے کسی بات کی سمجھ  
نہیں آ رہی تھی اس کا دماغ صرف ایک ہی بات پر اٹک  
گیا تھا، خدیجہ کی شادی ....

ٹھیک ہے بیٹا اپنا خیال رکھنا اور شادی پر ضرور آنا اللہ حافظ  
جی امی جی آ جاں گا اللہ حافظ یہ چھوٹا سا جملہ کہنے کے  
لئے اسے اپنی پوری ہمت جمع کرنی پڑی تھی  
خدیجہ کی شادی نہیں، نہیں مجھے غلط فہمی ہوئی ہے سننے  
میں، ان کی شادی نہیں ہو سکتی اور اگر ہوئی تو صرف مجھ  
سے ہوگی میں ان سے محبت کرتا ہوں

وہ کسی اور کی نہیں ہو سکتیں کبھی نہیں اس نے جلدی سے اٹھ  
کر اپنا بیگ نکالا اور کپڑے رکھنے لگا جلدی جلدی دو چار  
جوڑے بیگ میں ٹھونسے اور اٹھ کر تیزی سے دروازے کی  
جانب بڑھا، دروازہ کھولنے کے لئے اس نے جیسے ہی  
ہینڈل پر ہاتھ رکھا کچھ سوچ کر اس کا ہاتھ بے بسی سے اس  
کے پہلو میں آگرا تھا .... سارا جوش اور غصہ جھاگ کی  
طرح بیٹھ گیا تھا کیا کہوں گا میں گھر والوں سے اور کس بنا  
پر؟؟؟ خدیجہ تو مجھ سے محبت ہی نہیں کرتیں اس نے غصے  
سے بیگ کمرے کے ایک کونے میں اچھالا اور بیڈ پر  
گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا .... کیوں کیا آپ  
نے میرے ساتھ ایسا، کیوں؟

کیوں آپ کو میری آنکھوں میں اپنا عکس نظر نہیں آیا  
؟؟؟ وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن اس کی چیخیں اس کے سینے  
میں ہی دب کر رہ گئیں، آنسو پلکوں کا بند توڑ کر گالوں  
پر بہہ رہے تھے، وہ نیچے بیٹھ کر بچوں کی طرح پھوٹ  
پھوٹ کر رو پڑا اسے لگا جیسے صدیاں بیت گئی ہیں وہاں  
بیٹھے .... صدیاں ہی تو بیت رہی تھیں اس پر  
حسان، حسان کیا ہوا یہاں کیوں بیٹھے ہو، سوئے کیوں  
نہیں کیا ہوا ہے؟

اسے اپنے قریب اپنے روم میٹ اور عزیز دوست سلیم  
کی آواز سنائی دی اس نے خالی خالی نظروں سے اس  
کی طرف دیکھا جیسے پہچاننے کے مراحل طے کر رہا  
ہو ... تم ..... کب ..... آئے اس کی زبان سے  
الفاظ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے

میں بس ابھی آیا ہوں آ بیڈ پر لیٹو سلیم نے سہارا دے  
کر اسے بیڈ پر لٹایا، سو جا شایاں اس نے کمبل اوڑھا کر  
بقی بند کر دی

حسان نے کچھ کہے بنا آنکھیں موند لی تھیں  
نیند بھی بڑی ظالم چیز ہے انسان کتنا بھی دکھی کیوں نہ  
ہو نیند کی آغوش میں سب کچھ بھول جاتا ہے  
کچھ دیر کے لئے وہ بھی اپنی محبت کے لئے کاغذ بھول گیا  
تھا، صبح وہ شدید بخار میں جھنک رہا تھا سلیم نے ایک  
عزیز دوست کی طرح اس کا خیال رکھا اس نے ایک  
لفظ بھی نہیں پوچھا تھا حسان سے، شاید اس نے اندازہ  
لگالیا تھا خود سے، بہر حال حسان نے شکر ادا کیا تھا ورنہ  
وہ اس کی باتوں کا کیا جواب دیتا

بھر بہت سارے دن یونہی گزر گئے، حسان نے دنوں کا حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا تھا اس کی ظاہری حالت میں تو فرق آ گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے اشتہار نہیں بننا چاہتا تھا لیکن اندر پکتے لاوے نے اسے نڈھال کر دیا تھا گھر والوں کو امتحانات کا بہانہ بنا کر خدیجہ کی شادی پر جانے سے انکار کر دیا

خدیجہ کی شادی سے کچھ دن پہلے اسے موبائل فون پر اجنبی نمبر سے میسج آیا حسان کو بہت حیرانگی ہوئی اس نے میسج اوپن کیا

اسلام وعلیکم پیارے حسان، امید ہے تم ٹھیک ہو گے یہ میرا تمہیں پہلا اور آخری میسج ہے، میسج پڑھ کے تمہیں نام بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی

میں ہمیشہ تمہیں اس لیے انور کرتی تھی کیونکہ میں تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے پسندیدگی کے رنگ دیکھ چکی تھی .... تم بچے تھے تب اور میں تم سے سات سال بڑی، سوچتی تھی میرا رویہ تمہارے دل سے میری محبت ختم کر دے گا لیکن میں غلط تھی، وقت کے ساتھ مجھے تمہاری محبت پر یقین آ گیا لیکن دنیا کے رسم و رواج محبتوں کو نہیں سمجھتے، محبتیں اور انسان رسم و رواج کی بھیٹ چڑھ جاتے ہیں

آپ کسی کی چاہت ہیں یہ خواہش ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے لیکن کچھ خواہشات دلوں میں دفن کرنے کے لیے ہوتی ہیں جیسے ہماری یہ خواہش ہمیشہ دلوں میں دفن رہے گی، بس ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ اگر مجھے اپنی پسند کی شادی کا اختیار دیا جاتا تو میرا انتخاب صرف

تم ہوتے، ہو سکتے تو میرے تمام ہرے رویے کے لیے مجھے معاف کر دینا فقط خدیجہ

میسج پڑھ کر خوش ہونے کی بجائے حسان کے دل کا بوجھ کچھ اور بڑھ گیا تھا کاش آپ انجان رہتیں میرے جذباتوں سے ... میں کیسے اس بوجھ کے ساتھ جیوں گا

کہ آپ میری وجہ سے تکلیف میں ہیں اس نے ایک لمبی سانس خارج کی یہ سانس کسی شدید خواہش کی نہیں تھی بلکہ دل کے اس بوجھ کی تھی جو شاید دو گنا ہو گیا تھا مہینے دنوں اور سال مہینوں کی طرح گزرے تھے اس کی

ڈگری مکمل ہو گئی اور آج وہ چھ سال بعد ہمیشہ کے لیے گھر آ گیا تھا، گھر والوں سے ملکر وہ اپنے کمرے میں آ گیا کتنا یاد کرتا تھا وہ اپنے کمرے کو ... لیکن

آج اسے یہاں کی ہر چیز اجنبی لگ رہی تھی، وہ بیڈ پر جوتوں سمیت نیم دراز تھا جب امی دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آئی تھیں ... آئیے امی حسان جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا

تھا .... شکر ہے میرے بچے کا پردیس تو ختم ہوا کتنا یاد کرتی تھی میں اپنے بیٹے کو ... امی نے اس کا ہاتھ چوم کر کہا حسان کی روح تک میں سکون اتر گیا تھا ماں کی محبت بھی کتنی خوبصورت چیز ہے آپکو اندر تک

پر سکون کر دیتی ہے .... میں بھی تو آپکو بہت یاد کرتا تھا کبھی کبھی تو دل کرتا تھا آپ کی گود میں چھپ جاں جیسے بچپن میں چھپتا تھا حسان نے پیار سے ان کے گرد بازو دھرائے کرتے ہوئے کہا

مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے بیٹا جی امی جی حکم کریں اس نے فرمانبرداری سے جواب دیا .... میری اور

## اکثر بھول جاتی ہو

### جاناں مبین

ہمارے گھر میں ایک بجلی کی تار کو چھوٹا سا کٹ لگا ہوا ہے تو روزانہ دن میں دو تین مرتبہ میں وہاں سے کرنٹ کھاتی ہوں لیکن روز ہی اس پہ ٹپ کرنا بھول جاتی ہوں اکثر رمضان کی رات کو دودھ ابال کر الماری میں رکھ دیتی ہوں تو صبح کو اس کا دہی ہی نہیں بنتا کیونکہ میں دودھ کو جاگ لگانا بھول جاتی ہوں سحری کے وقت سب گھور گھور کے میری طرف دیکھ کر گلاس میں کسی کی جگہ دودھ پی رہے ہوتے ہیں اور ساتھ میں مجھے دودھ کی افادیت اور کسی کے نقصانات پر اپنی جان بچانے کے لیے ایک عدد لیکچر بھی دینا پڑتا ہے اور تو اور تھوڑے دن پہلے تو حد ہی ہوگئی جب میری سب دوستوں نے مل کر بریانی کھانے کا پروگرام بنایا ایک نے چٹنی لے کر آئی تھی ایک نے نوک اور ایک نے برتن اور میں نے بریانی بنا کر لے جانی مگر جب سب برتن سجا کر مجھ سے پوچھے لگیں کہ بریانی کہاں ہے تو میں نے کہا میں کوئی بریانی پھر مجھے یاد آیا کہ وہ تو میں پکانا ہی بھول گئی۔ میں نے بہت کہا کہ خالی پلیٹوں میں چٹنی ڈال کر آنکھیں بند کر کے کچھ سے پیٹے ہیں بریانی سمجھ کر مگر میری کسی نے ایک نہ مانی اور پھر میری وہ ہوئی ہاں جی وہی جو اکثر ہوتی ہے لوجی بھلا اب آخر میں بھی انسان ہوں اتنی سی بھول چوک تو ہر انسان سے ہو ہی جاتی ہے کمپیوٹر تھوڑی ہوں جو ہر بات یاد رکھوں۔

تمہارے ابو کی خواہش ہے کہ جو یہ ہمارے گھر کی ہو بنے اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو تم بھی سچ رہے ہو گے کہ تمہارے آتے ہی میں نے یہ بات چھیڑ دی لیکن بیٹا ہم تمہارے گھر آنے کا ہی انتظار کر رہے تھے وہاں پڑھائی کے دوران تمہیں تنگ نہیں کرنا چاہتے تھے.... اور ویسے بھی بیٹا وہ تمہاری چھو پھوکی اکلوتی بیٹی ہے اللہ اس کے نصیب اچھے کرے اگر وہ کہیں باہر جائے گی تو پتہ نہیں کیسے لوگ ملیں گی کیمیا سراں ہو؟؟ اب تم بتا، اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا دو ہمیں تمہاری خواہش اپنی خوشی سے زیادہ عزیز ہے اور اگر نہیں، تو جیسا میں کوئی برائی نہیں ہے امی نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا امی نے مسکراتے ہوئے بات ختم کی

پسند تو کوئی نہیں امی جی، حسان کی اس بات پہ دل میں کسی درد نے چٹکی لی تھی، لیکن میری نوکری تو نہیں ہے ابھی پھر شادی؟؟؟ اس نے سوالیہ نظروں سے امی کی طرف دیکھا، ارے بیٹا ابھی رشتہ پکا کرنا ہے بس، شادی تمہاری نوکری کے بعد... میں بہت خوش ہوں تم نے ہماری بات کا مان رکھا امی کے لہجے سے خوشی چھلک رہی تھی.... آپ کا حکم سر آنکھوں پر میری پیاری امی، پوچھا کیوں آپ نے، حکم دینا تھا مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا حسان نے ان کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا.... میرا بچہ جیتے رہو خوش رہو امی نے اس کی پیشانی چومی، میں تمہارے ابو کو بتاتی ہوں یہ خوش خبری.... امی کے جانے کے بعد حسان نے اپنی ڈائری نکال کر الماری میں محفوظ جگہ پر چھپا دی، تاکہ کوئی کبھی بھی اس راز تک نہ پہنچ سکے کہ خدیجہ اس کی محبت تھی، اس نے



## 11

## ہادیہ امجد

امی کیا کر رہی ہیں؟ ننھے موسیٰ نے باورچی خانے میں ماں کے پاس آ کر کھڑے ہو تیہوئے پوچھا۔

اپنے بیٹے کیلئے پاستا بنا رہی ہوں۔ فہمیدہ نے جھک کر اسکے گال پر پیار کرتے ہوئے کہا۔

آہ۔۔ پاستا۔ مطلب آج مزہ آ جائے گا۔ موسیٰ خوش ہو کر کہنے لگا تو فہمیدہ اس دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

میں تھوڑی دیر باہر کھیل آں۔ ساتھ ہی اس نے باہر جانے کی اجازت مانگی۔

چلے جا لیکن جلدی آ جانا۔ انہوں نے اجازت دیتے ہوئے کہا تو موسیٰ باہر بھاگ گیا۔

وہ گرانڈ میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اسکی نظر گرانڈ کے ایک کونے میں درخت کے نیچے بیٹھے بچے پر

پڑی جو بہت حسرت سے انہیں کھیلتا دیکھ رہا تھا۔ بچہ بہت گندی حالت میں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ نہ تو وہ کی دن سے

نہایا ہے اور نہ ہی اس نے کپڑے بدلے ہیں۔

کیا دیکھ رہے ہو اسے موسیٰ۔ اسکے ایک دوست علی نے گیم چھوڑ کر اسے جب مسلسل اس گندے بچے کو دیکھتے پایا تو



وہ اس سے پوچھنے لگا۔

وہ بچہ ہمارے ساتھ کھیلنا چاہتا ہے۔ موسیٰ نے اس پر

سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔

تم پاگل ہو گے ہو۔ دیکھو وہ کتنا گندا ہے جیسے کتنے

دنوں سے نہایا ہی نہ ہو۔ ہم اسے اپنے ساتھ کھلا سکتے

ہیں۔ علی نے ناگواری سے کہا۔

اسکے پاس کپڑے نہیں ہوں گے اس وجہ سے وہ نہا نہیں

سکا ہوگا۔ موسیٰ نے اپنے پاس سے وجہ بنائی۔

تم اسے چھوڑو۔ آہم کھیتے ہیں۔ علی نے اسے بلایا لیکن

موسیٰ اسکی ان سنی کرتے ہوئے اس بچے کے پاس چلا

گیا۔

تم کیسے ہو۔ ادھر بیٹھ کے کیا دیکھ رہے ہو۔ ویسے تمہارا

نام کیا ہے۔ وہ اس بچے کے پاس جا کر کہنے لگا۔ تمہارا

کھیلنے کو دل کر رہا ہے نا۔ وہ تو تمہیں اپنے ساتھ نہیں

کھیلایں گے۔ آہم کھیلتا ہوں تمہارے ساتھ۔ اس

نے اپنے دوستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

ساتھ ہی اس پیشکش کی۔ لیکن وہ بچہ کچھ نہ بولا بلکہ سہا

سہا اسے دیکھنے لگا۔

تم ڈر کیوں رہے ہو۔ موسیٰ پھر اس سے پوچھنے لگا۔

دیکھو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہیں ہجوک لگی ہے

نا۔ میرے گھر چلو میری ماما بہت اچھی ہیں۔ تمہیں کچھ

کھانے کو بھی دیں گی اور نے کپڑے بھی دیں گی۔ تم وہ

پہن لینا پھر یہ لوگ تمہیں اپنے ساتھ کھیلا لیں گے۔

موسیٰ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور اسکا ہاتھ پکڑتے

ہوئے اسے بھی اٹھانے لگا۔ بچے نے پہلے اپنا ہاتھ

کھینچا مگر پھر اٹھ کر چل دیا اسکے ساتھ۔

تم اس گندے بچے کو کہا لے کر جا رہے ہو؟ اسکے ایک

دوست ارسلان نے کہا۔

گھر لیکر جا رہا ہوں۔ موسیٰ نے جواب دیا۔

لیکن کیوں۔ علی نے ناگواری سے پوچھا مگر موسیٰ بغیر

جواب دیے اسکا ہاتھ پکڑ کر گھر کی طرف چل دیا۔

امی۔ امی۔ وہ گھر آ کر لانچ میں کھڑا اپنی امی کو آوازیں

دینے لگا۔

آ گیا میرا بیٹا۔ وہ لانچ میں آئی لیکن اسکے ساتھ

کھڑے بچے کو دیکھ کر ٹھٹکیں۔ یہ کون ہے؟ انہوں نے

پوچھا۔

اسے ہجوک لگی ہے۔ کھانا لادیں۔ موسیٰ نیکیا۔

لیکن یہ ہے کون کہاں سے لیکر آئے ہو اسے۔ انہوں

نے کڑی نظروں سے دیکھا۔

اسکا نام فیروز ہے۔ ہم گرانڈ میں کھیل رہے تھے تو یہ

وہاں بیٹھا ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میرے دوست اسے کھیلا

نہیں رہے تھے۔ اسے ہجوک بھی لگی تھی اور اسے

کپڑے بھی چاہیے تو میں اسے گھر لے آیا ہوں۔ اور

اس نے مجھے ابھی راستے میں بتایا کہ اسکے امی ابوا یک

کارا ایکسڈنٹ میں فوت ہو گے ہیں اور اسکے چچا نے

اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ یہ تبکن ہاس میں پڑھتا تھا

لیکن اپنے امی ابو کے جانے کے بعد سکول نہیں جا سکا۔

ہمیں اسکی مدد کرنی چاہیے نا۔ میں اسے اپنے کپڑے

دیتا ہوں تاکہ یہ نہالے اور پھر ہم مل کے پاستا کھائیں

گے جو آپ نے بنایا ہے۔ اس نے تفصیل سے سب

ام علی

آج مجھے وہ واقعہ بہت یاد آ رہا ہے کہ۔۔۔۔۔

ایک مشرک عورت میرے پیارے آقا ﷺ کی شان میں

گستاخانہ شعر کہا کرتی تھی تو نبی پاک ﷺ کا دل دکھا اور سرور

کانات علیہ السلام مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے آیہ علیہ السلام نے

اعلان فرمایا کہ ھے کو میرا سچا عاشق جو اس مشرک عورت کو سزا

دے کر جہنم واصل کر سکے تو سب صحابہ کرام اسے سزا دینے کی

تذہیریں سوچنے لگے۔۔۔۔۔ ایک نابینہ صحافی بھی وہاں

موجود تھے۔۔۔۔۔ اگلی صبح وہ نابینہ صحابی اس گستاخ رسول ﷺ

کو عبرت کا نشان بنا چکے تھے اور خود کو ایک سیاح عاشق رسول ﷺ

ثابت کر چکے تھے۔۔۔۔۔

ہاں افسوس ہماری تو آنکھیں بھی ہیں۔ ہاتھ بھی موجود

ہیں۔ دہہن میں زباں بھی موجود ہے۔ مگر ہم مسلمان گونگے

- اندھے۔ بہرے۔ اور یہودی لیب کے غلام بن چکے ہیں

غلامی محمد ﷺ کو ترک کر کے یہودی لانی کا پٹھ گلے میں ڈالے

جنت کی طلب کو مٹا کر جہنم اصل ہونے کی تگ و دو میں لگے

ہیں۔۔۔۔۔

اے مالک کانات۔ رب دو جہاں اپنے محبوب ﷺ کی حرمت

کی حفاظت کے لیے کسی کو تو سچا عاشق رسول ﷺ بننا

— — — — —

یا اللہ حرمت رسول ﷺ کی حفاظت فرما۔۔۔۔۔

آمین یا رب العالمین۔۔۔

## گستاخ نبی ﷺ کی ایک سزا

سمرتن سے جدا۔ سمرتن سے جدا

بتاتے ہوئے کہا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اسکے ساتھ آیا تو وہ اچھی حالت میں تھا۔ اتنی

دیر میں موسیٰ کے ابو آگے تو اسکی امی نے انہیں بھی ساری بات بتا

دی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ ان سب نے مل کر شام کی چائے

پی۔

میں چاہتا ہوں کہ فیروز ہمارا بیٹا بن جائے۔ وہ اللہ کی مرضی تھی

کہ اسکے والدین چلے گے اور اسکے چچا نے پوچھا نہیں۔ تو آج

سے یہ ہمارے گھر ہمارے ساتھ رہیں گا۔ مجھے اپنے بیٹے پر فخر

ہے کہ یہ دوسروں کا دکھ سمجھتا ہے اور انکی مدد کرنا جانتا ہے۔ موسیٰ

کہ ابونیا سکے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

باہوووو۔۔۔ اب تم ہمارے گھر رہو گے۔ کتنا مزہ آئے گا۔ اب تم

ہمارے گھر رہو گے اور میں کھیلوں گا تمہارے ساتھ۔ موسیٰ نے

کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ماہر لیکھا تو پیچھے اسکے امی ابو مسکرائے لگے۔

ستمبر میں اور بھی دلچسپ سلسلوں کے ساتھ

حاضر ہوگا۔ اپنی آراء اور تجاویز انہاں کس کیجئے یا

رومان کے ای میل پر سینڈ کیجئے

بہترین تحریروں کا مجموعہ  
مہمان  
دروما  
ڈاکٹر محمد عابدی

## ایڈیٹر کی - بیروانی سی

## کومل احمد

"بابا بس دن رہ گئے ہیں بڑی عید آنے میں میرا بکرا کب آئے گا؟" روجی نے منہ بسور بابا بنے نے مندی لال سرخ آنکھیں کھول کر دیکھارات کے تین بچ رہے تھے "یا اللہ روجی" وہ کراہے "تم سو قی کس وقت ہو" وہ اسے گھورنے لگے۔ "بابا بکرا منڈی جانا ہے" روجی نے ضد سے کہا۔ "روجی پتر میں نے تجھے دو ویڑے لاکر تو دیے ہیں اب بکرے کا کیا کرے گی؟" ابا جھنجھلائے، "ابا" وہ صدمے سے بولی، "اب میں میں جوان جہاں لڑکی پنڈ میں ویڑے گھماتی اچھی لگوں گی۔ اور میری ساری سہیلیاں مرجانی بکرے گھماتی پھر رہی ہیں ایک میں ہوں جو گھر تھاپے سو نگہ سو نگہ تھا پابن گئی ہوں۔" روجی نے نہ نظر آنے والے آنسو صاف کئے۔ "ابا نہ اسے پڑے



نہیں چڑتا۔ اپنی ایسی ذلت سن کر روجی نے منگی کی انگلی منہ پے دے ماری۔ چاچی خوشی سے بہن کے گھر رشتہ لے گئی روجی کی جان اس حادثے نے ایسی چھنی کے اسے چپ کے قفل لگ گئے گھنٹوں خلاوں میں گھورتی رہتی۔ یا ایک ہی اینگل سے دیکھتی رہتی کبھی ریت کے گھر بنائے رنگتی۔ دادی اور ابانے بہت سمجھایا مگر وہ آفرہ رہتی بے کل سی عید ایسے ہی گزر گئی جس شوق اس نے بکرے خریدے تھے وہ سب دفن ہو چکے تھے۔ عید کے بعد فوراً ہی سب کی شادی بھی ہو گئی۔ روجی اسی سکول میں پڑھانے لگ گئی۔ جس میں اس نے بکرے باندھے تھے۔ آتے جاتے تھانے کو دیکھتی رات کبھی کبھی تکیہ بھی بھگودیتی شکر کر کہ آنسو کا رنگ نہیں ہوتا ورنہ رنگوں سے عشق کرنے والی راجی کا تکیہ صبح سب سے زیادہ رنگین ملتا۔ "میں نہیں جاسکتی مگر وہ تو آسکتا تھا ناں، کیا اسے وہ نہیں ہوا جو مجھے ہو چکا ہے" "روجی کو دکھا ہوا" کاش وہ خود آجائے "مگر لاکھ دعاں پر بھی وہ نہیں آیا زندگی وقت کسی کے بنا رکتی نہیں نا ہی ٹھہرتی ہے وقت کا کام ہے گزرتا تو وہ گزرتا ہی گیا۔ چہ مہینے گزر گئے روجی جب کسی سے بھی نہ سن سکتی تو دادی نے کہہ دیا "اب رشتہ ڈھنڈو۔" مگر کوئی بھی روجی کی پاکیزگی پے اعتبار کرنے پے تیار نہ تھا دادی نے جہان داد کے اگے جھولی پھلانے کی اجازت دے دی ابا اور چاچا گئے مگر ان کے گھر لگا تالا انکا منہ چڑا رہا تھا۔ ہفتے بعد بھی تالا تھا تھا نے سے پتہ چلا اس حادثے کے بعد جہان داد کا ٹرانسفر کر کے اسے کسی دوسرے گاؤں بھیج دیا

انس رہی تھی۔ "تم لوگ سوئی نہیں؟" جہان داد میض پہنٹے مسکرایا "بھائی ہم باتیں کرتے رہے پتہ ہی نہ چلا اب نماز پڑھ کے سوئیں گے۔" وہ بھی مسکرا کی وضو کرتا باہر چلا گیا وہ دونوں سونے کے لئے لیٹی تو زبیا کو پھر یاد آیا "لینز نہیں اتارنے۔۔؟" "وہ بولی تو روجی جھنپ گئی۔" میری اصلی آنکھیں ہیں لینز نہیں ہیں۔ "روجی نے شرما تے بتایا۔" ہائے اللہ ایسی ڈرونی آنکھیں۔" زبیا اٹھ کے بیٹھ گئی روجی بھی پریشان سی اٹھ گئی پوری آنکھیں اور منہ کھول کے اسے دیکھنے لگ گئی جیسے ساری غلطی روجی کی ہو، جہان داد اندر آیا تو حیران رہ گیا دونوں چارپائی پے آسنے سامنے بیٹھی ایک دوسرے کو گھور رہی تھی۔ "کیا ہوا؟" "جہان داد متحس ہوا" بھائی انکی آنکھیں اصلی ہیں میں سمجھ رہی تھی لینز لگے ہیں "روجی نے آنکھیں جھکالی جہان داد نے تہہ بہ لگا کے زبیا کی چٹیا کھنٹی "پتہ ہے مجھے ہفتے بھر سے دیکھ رہا ہوں اب تو خواب میں بھی یہی آنکھیں آتی ہیں۔۔" "جہان داد نے شرارت سے روجی کو دیکھا۔

"ہیہیہیہیں ںںں؟؟؟" وہ دونوں حیران ہوئی جہان داد گڑ بڑایا "کچھ نہیں سو جا دو دونوں" کہتے وہ واپس اندر چلا گیا۔ صبح ناشتہ کرتے وہ اسے واپس چھوڑ آیا۔ گھر والے روجی کو دیکھ کے نہال ہو گئے چاچی نے منہ پھیر لیا "رات بھر اس ایس پی کے گھر تنہا رہ کی آئی جانے کیا گل کھلائے ہوں۔" چاچی کی زبان کے سامنے خند تھی ماں کی بات سن کر سب کو بھی شک ہوا۔ پھر جہاں شک کا بیج بودیا جائے وہاں کوئی رشتہ پروان

تھارات ایک بڑا آفسر نشے میں دھت آیا اور بے ہودہ انداز میں بولا "کدھر ہے وہ چھمک چھلو، سنا ہے بڑی توپ چیز ہے؟" "جہاندا مودب سا کھڑا تھا آفسر ہنس کے چابیاں کھالنے لگا پھر روجی کالا کاپ کھول کے اندر چلا گیا سارے تنظیم والے معنی خیز ہنسنے لگ گئے جہاندا کی کنپٹیاں سلگنے لگ گئی۔ دس منٹ تک روجی کی چیخوں کی آواز آنے لگ گئی جہاندا نے ریلو لور ڈکيا اور اس طرف چلا گیا جا کر سیدھا آفسر کے سر کے پچھلے حصے پر رکھ دیا۔" اسے چھوڑ دیجئے سر ہم قانون کے رکھوالے ہیں یہ درندگی ہمیں زیب نہیں دیتی۔" جہاندا کی آواز میں عزت قائم تھی۔ آفسر ہنسا۔ "چل بے بڑا آیا میرے بعد توں مزہ چکھ لینا" وہ خباثت سے ہنسا۔ "مجھے مجبور نہ کیجئے سر کہ میں آپ پر گولی چلا دوں۔" جہاندا نے خود کو کنٹرول رکھ کر کہا۔ "مرد کبھی کمزور نہیں ہوتا جہاندا تو کیا سمجھتا ہے سب پاگل ہیں سب سمجھتے نہیں تو نے اس چھمک چھلو یہاں کیوں رکھا ہے سارا پنڈ باتیں بنا رہا ہے تم دونوں کے بارے میں تیری کونسا یہ گھر والی ہے آج ہے تو امرت پینے دے اسکا کل چلی جائے گی کسی اور کو اٹھانا تو بھی خوش ہم بھی خوش پر موشن کی فکر ہرگز مت کرنا" روجی ڈری سہمی بیٹھی دیوار سے جھٹی چھٹی بڑی بڑی آنکھیں وہشت سے مزید کھل گئی۔ جہاندا کو ان میں اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ "ویسے داد دینی ہوگی تیری چوائس کی جہاندا" آفسر قہقہہ لگا کے ہنسا "کیا مچھلی پکڑی ہے" کہتے ساتھ ہی وہ روجی کی طرف بڑھا جہاندا نے ایک

مکا آفسر کے منہ پر رسید کیا جس سے اس کے جڑے بل گئے ہولدا اور باقی سب لوگ جہاندا کو قابو کرنے لگے آفسر ہنسا اور روجی کو پکڑ لیا وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے "دیکھ جہاندا تیری محبوبہ تیرے سامنے میری ہوگی۔" جہاندا ہاتھ چھڑواتا جیب میں رکھی پستل تک گیا اور ایک فائر کر کے آفسر کی ٹانگ زخمی کر دی باقی لوگ ڈر کے باہر بھاگ گئے جہاندا روجی کا بازو پکڑ کر باہر لایا اور لاک اپ بند کر دیا روجی جہاندا کے کشانے سے لگی با آواز روتی رہی جانے کیوں جہاندا کے اندر باہر سکون پھیل گیا روجی کا رونا جب حد سے بڑھ گیا تو اسے نیچال کرنے لگا تو وہ پریشان ہو گیا۔ "روجی کچھ نہیں ہوا دیکھو تم ٹھیک ہو وہ جانور اندر بند ہے تم میری ذمہ داری پتھی میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہونے دیا۔" جہاندا نے اسکا چہرہ تھام کر کہا روجی نے بھیجا چہرہ فنی میں بلایا "مجھے اپنی پروا نہیں تھی مجھے پتہ تھا آپ مجھے کچھ نہیں ہونے دیں گے اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں بھی باقی نہیں رہتی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ جہاندا اس کے لفظوں میں چھپے درد کو جانے سمجھ پایا تھا یا نہیں مگر وہ مسکرا کر اسکا سر تھپکنے لگا۔ "مجھے کیا ہونا تھا روجی میرا روز کا یہی کام ہے۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔

"وہ لوگ اگر آپ کو گولی مار دیتے تو" روجی کانپ اٹھی۔ "ماری تو نہیں نہ اب تمہیں آدھی رات تمہارے گھر بھی نہیں لے کر جا سکتا میرے گھر میں میری بہن اور امی ہیں کیا تم چلو گی صبح ہوتے ہی تمہیں با حفاظت

ہوئی نہیں۔ "جہانداہل کر بولا۔" پر میری دھی رانی  
خفا ہے "ابا جہانداہل نے خفا ہوئے جیسے سارا قصور اسی کا  
ہو جہانداہل نے منہ بنایا "میں جیل نہیں کھولوں گا یہ  
بھاگ جائے گی۔" اتنی بات سن کے روتی جہانداہل  
سے خفا ہو گئی اور روتے روتے ابا سے جہانداہل کی  
شکایت ابا سے کر دی۔ ابا نے جہانداہل کو گھوری ڈالی  
دادی نے ایک کراہی دھپ رسید کی ہولداد اور  
کونشیل کے سارے پیلے دانت باہر آ گئے۔ جہانداہل  
نے دماغ میں چلتا سوال پوچھ ڈالا کیا "آپ سب  
پاگل خانے سے آئے ہیں پہلی بار جیل دیکھی ہے؟"  
وہ خفگی سے بولا "جیل ہے یہ تم لوگوں کا گھر نہیں اور میں  
یہاں ایس پی ہوں تم لوگوں کا جوئی (دامد) (نہیں جو  
اس کو، کوکا کو لا پلا تا رہوں۔" روتی نے گھوری ڈال  
کے سر سے پیروں تک جہانداہل کو دیکھا جواب سے نیل کی  
بحث میں مصروف تھا۔ "کمینہ سمج سے تو زیادہ کیوٹ  
ہے ہائے وے کاش یہ میرا مکمل ہوتا کتنی ٹور ہوئی تھی  
میری سہیلیوں میں میری "اور حسرت سے بولی۔  
جہانداہل کی کڑی آواز گونجی "اب تم لوگ سب پاگل  
خانے واپس چلے جاؤ اور جب تک کیس چلتا ہے کوئی  
ادھر نہ آئے۔" روتی بھی غصے سے منہ پھلا کے بیٹھ گئی  
پھر کسی کو روتی سے ملنے نہ دیا گیا۔ ایک رات جہانداہل کی  
نائٹ ڈیوٹی تھی وہ باقی آفر کی طرح اوگ کرنہیں  
جاگ کر دیوٹی نبھا رہا چھوڑ آؤں گا کیا تم مجھ پر اعتبار  
کرو گی؟ "جہانداہل نے پوچھا۔ روتی اثبات میں سر  
ہلا سیدھی ہوئی اسے اب احساس ہوا کہ وہ تب سے

عی تھی۔ ڈریپ لگے وہ نڈھال پڑی تھی اسکی ایک ہی  
ضد تھی۔ "مجھے پڑا ہی کھانا ہے۔" وہ منہ بسور نے لگی  
جہانداہل نے اتنی ڈھیٹ لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی وہ دانت  
پیس کر پڑا منگوانے لگا پڑا آئے ہی روتی اس پر ٹوٹ  
پڑی۔ "یہ بوتل ہے بیماروں والی۔" روتی سپرائٹ کی  
بوتل دیکھ کر خفا ہوئی۔ "مجھے کوک چاہئے" وہ ایک ادا  
سے بولی۔ جہانداہل کے سر پر لگی تلوں پر بھی۔ وہ نگلے  
پیرا نگاروں پر نجانچ رہا تھا۔ "یہ میں نے آسمان سے  
برستی نہیں پکڑی ناز میں پراگتی تھی۔ سو فیصد حلال میری  
اپنی کمائی سے منگوا یا ہے تاکہ تم میری کسٹڈی میں مرنے  
جاؤ مجھے اللہ کو بھی جواب دینا ہے "جہانداہل کی بات پر  
روتی نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔ اور بولی۔  
"اچھا پھر میں پی لیتی ہوں ہو سکتا ہے یہاں بیٹھے بیٹھے  
اس سے پڑا ضم نہ ہو اور میں فوڈ پوزنگ سے مر جاں  
کاش تمہیں حساب نہ دینا پڑے۔" روتی کی بات پر  
جہانداہل دسر پکڑ کر رہ گیا۔

"اللہ جی یہ میرے کون سے گناہ کی سزا ہے؟" جہانداہل کراہ  
کے رہ گیا آدھے گھنٹے دوسری بوتل آگئی روتی نے خالی  
بوتل جہانداہل کو واپس کی "یہ لو اور کیا یاد کرو گے کیسی نرم  
دل مجرم سے پالا پڑا تھا آدھی ہی پی (روتی کی  
فراخ دلی پر وہ بھنا کر رہ گیا۔ "بہت شکریہ" "وہ جلتا  
کڑتا باہر چلا گیا۔ ابا چوتھے دن آئے آنکھوں کے  
گرد گہرے ہلکے تھے روتی نے منہ موڑ لیا "مجھے آپ  
سے بات نہیں کرنی"۔ ابا افسردہ ہو گئے جہانداہل سے  
جیل کھلاؤ کے منانے کی فرمائش کر لی، "یہ جیل ہے



جہاندا کی پناہ میں تھی۔ وہ اس سے نظر ملائے بنا چپ میں بیٹھ گئی جہاندا اسے اپنے گھر لے گیا۔ جہاندا کی بہن نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے چیختے لگ گئی "اماں لگتا ہے بھائی شادی کر آیا ہے ساتھ میں بھابھی لے آیا ہے۔" اندر سے آواز آئی "بچے بھی آئے ہیں یا خود ہی دونوں آ گئے" اماں بہن کی مخمزی پر جہاندا شرمندہ ہوا۔ "انکو مزاق کرنے کی عادت ہے تم آؤ" جہاندا نے اسے راستہ دیا اور بہن کو گھورا۔ روجی ہچکچاتی اندر چلی گئی اماں وادی صدمے جانے لگی۔

جہاندا سیدھا کمرے میں چلا گیا روجی گھر کا جائزہ لینے لگی دو کمرے چھوٹا صحن ٹوٹے دروازے کا واش روم سیڑھیوں کے نیچے کچن وہ بے دلی سے گھر کو دیکھتی رہی اسے نیند آ رہی تھی اماں جہاندا کی تعریف کر رہی تھی ساتھ ہی روجی کا بائیوڈیٹا لے رہے تھے۔ جہاندا کی بہن نے دانت نکال کے پوچھا "آپ کتنی کلاسیں پاس ہیں جی؟" "سولہ" کہہ کے وہ جمائیاں لینے لگی جہاندا باہر آٹا ٹھنک گیا وہ تو اسے چھوٹی بچی سمجھ رہا تھا ماسٹرز کیا ہوا انسان سلجھا نظر آتا ہے اگر یہ ایسی بڑھی لکھی ہے تو یہ اتنی بے وقوفیاں کیوں کرتی ہے جہاندا غیر ارادی طور پر اسے دیکھنے لگا۔ "بھائی بھی سولہ جمائیں پڑھے ہیں" بتا کر وہ خوشی سے ہنسی، "اچھا" وہ ہلکا سا بولی "آپ

کھانا کھائیں گی جی؟" بات کرتے وہ ہنسی روجی کی آنکھوں کی چمک تیز ہو گئی وہ اور کھانے سے منع کر دے ہو ہی نہیں سکتا جہاندا مسکرایا۔ جہاندا کی بہن نے اسے بلایا۔ "بھائی آپ بھی منہ ہاتھ دھولیں۔ اور بھابی آپ

لینز بھی اتار لیں کہیں گریبی نہ جائیں۔" بہن کی آواز پر جہاندا دھڑک پھر آہستہ سے بولا "وہ تمہاری بھابی نہیں ہے۔" جہاندا کا حتمی لہجہ دیکھ کر اماں منہ پے انگلی رکھ کے اسے دیکھنے لگ گئی زیا بھی اسے گھورنے لگ گئی۔

"پھر کون ہے یہ کہیں بھگا کر تو نہیں لے آیا" اماں مشکوک ہوئی۔ "اللہ کو مانوں اماں اتنا بے غیرت لگتا ہوں میں آپکو ضرورت مند تھی۔ بس مشکل میں تھی میں نے مدد کر دی صبح اس کے گھر والے لے جائیں گے تم محلے میں کسی سیز کرنے کرنا بس آج کی

رات رکھنا ہے روجی کو" وہ بے زار تھا اماں ہوتی ہو کے دیکھنے لگ گئی زیا بھی بد مزہ ہو کے کھانا لگانے لگ گئی روجی مسکرا کر کھانا دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑی۔ کھانے سے پہلے کبھی روجی انکار ہی تھی جواب ہوتی یہ تو خالص جہاندا کی ماں کے ہاتھ سے بنے قیمہ کر لیتے تھے۔

قیمہ کر لے کھا کے وہ کسی فرمائش کرنے لگ گئی۔ زیا اس کی کھلی طبعیت سے نہال ہو گئی جہاندا بھی چھت

پے سونے چلا گیا ساری رات وہ زیا سے باتیں کرتی رہی فجر کے وقت جہاندا نیچے آیا تو دونوں کسی بات پر لگ گیا تھا۔ محلے والے کہتے کہ وہ اپنی ماں بہن کو لے

گیا روجی کی نمازیں پابند اور سجدے طویل ہو گئے "اللہ اس بھری دنیا میں کہاں سے ڈھونڈو میں جہاندا کو اللہ

آپ میری مدد کریں ناں۔ ایسے تو میں مرجاؤں گی۔"

مگر کوئی دعا قبول نہ ہوئی وہ اگلی بار مزید شدت سے دعا مانگتی مگر وہاں کوئی آس نہ تھی۔ دعائیں رد کر کے لوٹا دی

جاتی مگر روجی کا ایمان تھا دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اگر

صرف رب سے ہی مانگی جائیں۔ ایسے ہی ایک دن بیٹھی وہ بچوں کے ٹیٹ چیک کر رہی تھی سمجھ چلا آیا یہاں وہاں کی چند باتوں کے بعد سمجھنے سے شادی کی آفر کی۔ سمجھ کی آفر سن کر وہ کہہ سکتے ہیں چلی گئی۔

دادی نے سے پوتی کا زرد رنگ برداشت نہ ہوا تو جوتی پکڑ کر سمجھ کی کمر میں ماردی "کل نل فنی اپنی پیسٹری جیسی وٹی سے دل بھر گیا سال بھی نہ ہوا تجھے عشق اتر گیا" وہ منہ بسورتا چلا گیا اگلے سال چھوٹی عید پے روجی نے پوچھا "ابا چھوٹی عید پے بکرا کیوں نہیں لے سکتے مجھے بکرا چاہیے مجھے سکول میں باندھنا ہے۔"

کہتے ساتھ ہی وہ رودی ابا بھی بیکار رہنے لگ گئے دونوں چھوٹی بہنیں بھی بیکار کے پیادیں چلی گئی اس سال روجی نے پھر بکرا لیا پھر سکول میں باندھ کے تصویر دی مگر جہان داد کا سایہ بھی اسے پکڑنے نہ آیا۔ وہ رودی اللہ سے شکوہ کرنے لگی خود تھانے لڑنے چلی گئی اپنی

شکایت کرنے لگی ادھیڑ عمر ایس پی نے پاگل سمجھ کے نکال دیا وہ بسورتی واپس آئی۔ "دادی اس ملک میں کوئی نظام ٹھیک نہیں میں خود غلطی مان رہی ہوں اور کوئی مجھے جیل میں نہیں ڈالتا۔" دادی کی گود میں سر رکھے روجی نے شکوہ کیا۔ دادی نے روجی کو ایسے دیکھا جیسے ہو چھ

رہی ہو "دماغ پھر گیا ہے۔؟" "دادی کی نظر کا مفہوم سمجھتے وہ جلتی کڑی اندر چلی گئی۔ عید پھر اداس گزر گئی سمجھ کے ہاں بیٹی ہو گئی روجی بھی دادی کے ساتھ دیکھنے گئی یک دم روجی مسکرائی اسے بہت دیر بعد شرارت سوچھی بچی کے کان میں جھکی روجی بولی۔ "تیری ماں

چڑیل ہے ناں۔" بچی کھلکھلا اٹھی اور سمجھ نے ایسے گردن اکڑائی جیسے بڑا مار کا مار لیا ہو جیسے۔۔۔ جیسے کے چلو چھوڑیں مٹی ڈالیں اس سمجھ پے۔

روجی کی بہن کے ہاں اسکی چھوٹی کی شادی تھی وہ لوگ دوسرے گاؤں گئے تھے راستے میں گاڑی خراب ہو گئی روجی نیچے اتر کے ہاتھ پیر کا لے کرنے لگی پاس سے موٹر بائیک والا گزر رہا تھا پہلے گزر گیا پھر اٹلے پیر واپس آیا۔ اور حیرت سے بولا۔ "تم روجی ہو نہ روجی۔" "آواز پہچانتے روجی ساکت سوئی۔

"سس" روجی کا ہاتھ گرم تار سے جل گیا مڑ کر دیکھا آیا کے خواب تو نہیں مگر وہ سچ تھا آنکھوں پے کالا دھوپ کا چشمہ لگا وہ گھنٹی منچھوں تلے زیر لب مسکرا رہا تھا۔ روجی نے ہاتھ بڑھا کے دیکھا یہ وہم تو نہیں جہان داد اسکی اس حرکت سے مسکرایا ابا برے تپاک سے ملے آ کر کوہونے والا گمشدہ داماد بول گیا تھا۔

جہان داد نے گاڑی ٹھیک کی۔ روجی خاموش تماشا بنی دیکھتی رہی۔ پانی کی بوتل سے ہاتھ منہ دھو آئی جہان داد نے رسم انگوٹھ بلایا وہ سب فوراً تیار ہو گئے وہ کندھے اچکا کے انگوٹھ لے آیا اماں نے جاتے پوتی کے لئے جھولی پھلائی زیبا اور اماں کے ہاتھ پاؤں پھول گے۔ جہان داد جو انہیں چھوڑ کر نکل گیا تھا۔ است مس کال مار کے مٹھائی لانے کو کہہ دیا۔ وہ حیران پریشان مٹھائی لایا تو ابا نے پورا گلاب جامن منہ میں ڈال کے گلے لگا لیا سب جذباتی ہو گئے روجی شرمائی جہان داد بھی سر پے

ہاتھ پھرتا باہر چلا گیا۔ اللہ اللہ کر کے شادی کا دن آیا تو

جہان ناد اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتا بولا "میں تمہاری یاد سے پیچھا چھڑوانے ہی یہاں آیا تھا ورنہ میں اس آفیسر سے لڑ سکتا تھا مجھے یاد تھا تم مگنی شدہ ہو مجھے کیا پتہ تھا جیل پلٹ ہوتے تم مگنی توڑ دوگی ہو تو پکی مجرم۔۔" جہان ناد کی پرسکون آواز سنتے روجی نے اس کے سینے پہ سر رکھ کے آنکھیں موند لی۔

جہان ناد نے پوچھا "روجی تم نے مجھے یاد کیا "روجی شرمائی پھر بولی "ہاں دن رات سوچتی تھی کاش تو میرا بکرا ہوتا میں تجھے اپنے گھر میں باندھتی اور آتے جاتے چھیڑتی "جہان ناد کی بالوں میں گھومتی انگلیاں رک گئی پھر صدمے سے بولا "شکر ہے تو نے یہ نہیں کہہ دیا بعد میں یوٹیاں کر کے کھا جاتی میں تو عشق کے ہاتھوں مر جاتا۔ "روجی کی پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا جب آیا تو دونوں ہنس کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔۔

دھکیلا۔ روجی کی موٹی گرین آنکھوں میں آنسو بھر گئے مگر چھپ کے آنسو (وہ ابا کی چادر سے ناک پونچھتی باہر نکلی۔ دادی تہجد پڑھنے کے بعد تخت پر ادگھ رہی تھی گویا فجر کے انتظار میں ہوں۔ روجی تخت پہ دادی کے پیروں میں بیٹھ کر رونے لگی آہستہ آہستہ رونے کی آواز ساتھ والے گھر صحن میں چارپائی ڈال کے سوئے سمجھ تک پہنچ گئی۔

"یہ کیسا شور ہے اللہ "وہ ہڑبڑا کے اٹھا اور دیوار کے پار جھانک کر صدمے سے بولا "دادی کو بھی عید پے مرنا تھا بعد میں مر جاتی۔ "چپل پہن کے اپنے ابا اماں کے کمرے کا دروازہ پیٹا "خس کم جہاں پاک، میری نانی کا

وہ کیفوز تھا جبکہ روجی ایکسائٹ سمجھنے نے جل کے کہا "مت کرو شادی جیل میں ڈال دے گا چھوٹی چھوٹی بات پے، "روجی نے شرما کے کہا "دل کی جیل میں۔۔" وہ "فٹے منہ " کرتا باہر نکل گیا۔ دلہن بنی سبز آنکھوں والی روجی قیامت لگ رہی تھی اور جہان ناد کسی فلم کا ہیرو وہ کمرے میں آیا تو وہ آرام سے سو رہی تھی جہان ناد مسکرایا۔ چٹکی بجائی تو ہڑبڑا کی اٹھی جہان ناد نے اس کے ہاتھ میں پیاری سے گولڈ کی رنگ پہنا کے ہاتھ لبوں سے لگائے وہ کمر نکلا اسے دیکھنے لگی۔۔ "ارے بھہہ ٹھوڑا شرماجا مانا کے تم میں شرم نہیں ہے لیکن آج تو شرماجا "جہان ناد کی فرمائش پر اچانک روجی شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگی اور جہان ناد ادا ہونے کی۔ "سنو روجی میں نے یہ انگوٹھی اماں کی دی ہے تمہیں ویسے کے بعد واپس کر دینا "جہان ناد نے بتایا تو روجی کا منہ بن گیا۔ "اور میری منہ دیکھائی۔"؟ جہان ناد معنی خیز مسکرایا "میں نے اپنی سونی اور انوکھی بیوی کے لئے انوکھا تھنہ لیا ہے بلکل اس کے شان و شیاں " کہہ کر وہ ہنستے باہر گیا اور واپسی پر ایک کمرے کی رسی پکڑ کے لے آیا جسے جابجا مختلف رنگوں سے رنگا ہوا تھا روجی "ماں صدقہ جائے میرا کا کا " کہہ کے اس کے ساتھ سیلفیاں لینے لگ گئی۔ جلدی سے سیلفی لیتے روجی نے فیس بک پہ ڈال دی۔ جہان ناد بکرے کو باہر باندھ آیا پھر روجی کی آنکھوں کی تعریف کرنے لگا اس بار وہ سچ میں شرمائی جہان ناد نے اسے پکڑ کے اپنی قربت میں لے لیا سونے سے پہلے روجی کی آواز آئی "جہان ناد تم نے مجھے یاد کیا تھا"

پائن نے منع کر دیا تو اماں کی منت کرنے لگے پکڑیہ پیسے اور ابھی جا کر بچی کو بکرے لے کر دے "سمجھنے خفگی سے اب پھر پیسوں کو دیکھا۔

"ابا جب میں نے پیسے مانگے تھے پینٹ کوٹ کے لئے تب تو کہا تھا کہ کوئی پیسے نہیں اب روجی کے بکروں کے لئے درخت سے آئے ہیں "سمجھنے خفگی سے کہا۔

"عقل سے کام لے سمجھ روجی میری" نوں "ہے۔

اور اسکی کی خوشی مجھے بہت عزیز ہے تمہارے ہنٹ کوٹ پہننے سے ہمیں کیا ملتا مجھے تو اسکا چمکتا چہرہ دیکھ کر سکون ملتا ہے۔ "سمجھنے مزید بیجرتی برداشت نہیں ہوئی تو وہ منہ پھولائے باہر نکل آیا۔ منہ میں ڈونپٹے کا کونہ ڈالے پر اندھ ہلاتے آنکھوں میں بھر بھر لگا گیا کا جل اور نلپ سٹیک لگائے وہ تیا تھی۔ "اپنی ماں کے ویا کا لہنگ بھی پہن آتی "سمجھنے اسکی تیاری خوب سرائی۔ "ہائے وے چلیا وہ تو اپنے ویا پر ہی پہنوں گی" سمجھنے خفگی سے اسے دیکھا۔ "چلو ہم بکرا لینے جا رہے تمہارا دلہا نہیں۔ "سمجھنے کی بات پر وہ شرمناکسی اکیٹنگ کرنے لگی "دلہے کے ساتھ تو جا رہی ہوں بکرا لینے۔ "وہ اترائی۔ "چلو بھی پڑو کے ساری عمر گیس ہی مارنی ہیں۔ "سمجھنے اوف موڈ سے اسے بکرمندھی لے گیا۔ "سمجھنے سفید کالے اور بران کے علاوہ اور کوئی رنگ کا بکرا نہیں ہے۔ مجھے سرخ کلر پسند ہے مجھے سرخ بکرا لینا ہے۔ "روجی نے روہانسی آواز میں کہا۔ سمجھنے نے عجیب انداز میں اسے دیکھ کر کہا۔ "رنگ کروا دوں۔؟" وہ گویا مزاق بنارہا تھا مگر روجی فوراً وہ

چالیسواں ہے جو آدھی رات دروازہ توڑ رہا ہے۔

کوئی اور وقت ہوتا تو سمجھنے ان القابات کا جواب شوق سے دیتا ابھی بیچارہ صدمے میں تھا "اباجی دادی مر گئی۔" اطلاع دیتے وہ ابا کے رے ایکشن کا انتظار کرنے لگا۔ اباجی کی پوری آنکھیں کھول گئی۔ "تجھے کس نے بتایا اوئے منہوس مارے" اماں بھی خوشی سے نیند توڑ کے دوٹی آئی۔ "وہ بتایا کہ گھر سے روجی کے رونے کی آوازیں آ رہی ہیں تحت پر اماں کی لاش پڑی ہے۔" اباسنتے ہی باہر کو لپکے جبکہ اماں عید کے دن پہننے جانے والا جوڑا اور فی رائڈ لولی لگانے لگی۔ "اماں تم تیار کیوں ہو رہی ہو؟" "سمجھنے سے رہا نہ گیا تو پوچھ لیا۔ "لومڑی کے منہ والے سارا پنڈ آئے گا جنازے پر کیا سر جھار کہ منہ پچھاڑ چلی جاؤں۔" ماں کے خطاب پر سمجھنے جربز ہوا پھر اپنا حلیہ دیکھا، اسنے میں ابا واپس آئے آتے ہوئے ڈیوری سے واپس بھی لے آئے، سدھاسمجھنے کی کرین کوریجیسی نازک کمر پر مارا۔ "ہائے اوے میرا لک توڑتا اباجی لگتا آکا ایک دیگ بریانی میں دو جنازے اٹھانے کا ارادہ ہے، "سمجھنے نے درد سے بلبلاتے کہا "بکواس بند کرنا خجارا ماں زندہ ہے اور چنگی بھلی ہے۔" وہ خفگی سے بولے اماں کو اپنی تیاری خراب ہونے کے تکلف تھی سو وہ اندر جا کے کپڑے بدلنے لگ گئی۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے اماں اپنی آنکھوں سے دیکھا روجی رو رہی تھی اماں کے پیروں سے لپٹ کر۔" "سمجھنے نے حیرانگی سے کہا۔ "ہاہ اور تمہارے پیروں سے لپٹ کر روتی بکرا مانگ رہی ہے وہ وہ ڈے

بکرا دیکھ کر لوگ پوچھیں گے، ہی تصویر اس قدر پیاری  
آئی تھی لوگ شیر کرنے لگ گئے اور یہ پیاری سی جوڑی  
مشہور ہو گئی صبح الیاس صاحب کا دروازہ تڑکے بج رہا تھا  
مگر اس بار پولیس آئی تھی۔ "صبح الیاس کے خلاف  
اریسٹ وارنٹ ہے۔" بات سنتے سمجھ کر سر پٹ اندر

بھاگا۔ "لیکن ہوا کیا ہے؟" روجی نے جھانک کر  
پوچھا۔ "ہونا کیا ہے جی آپ کے جانور سکول میں بندھے  
تھے وہ درس گاہ ہے جی ہاں وہاں بچے پڑھتے ہیں یہ  
قانون کی خلاف ورزی ہے۔" کانیشیل نے بتایا  
"لیکن وہاں اور بھی لوگوں کے جانور تھے" روجی کی  
زبان میں کھجلی ہوئی۔ "نہ جی، ہم صبح ناظم صاحب کے  
ساتھ گئے تھے وہاں صرف آپ کے بکرے تھے۔"  
کانیشیل نے روجی کو بتایا "لیکن آپ کچھ شکایت کس نے  
کی؟" روجی نے تفتیش کرنا مناسب سمجھا، "جی کرنی  
کس نے تھی آپ نے ہی سوشل میڈیا پر اپلوڈ کی وہ  
شیر ہوتی ہوئی" جہاندا صاحب "تک پہنچ گئی۔ اور  
لے آئے وارنٹ آپ کے خلاف" کانیشیل نے دانت  
نکو سے "یہ جاہل جہاندا کون ہے" دادی نے اپنی  
نازک کر پر ہاتھ جما کے پوچھا۔ کانیشیل جزبڑ ہوا۔  
"ماں جی نیا ایس پی لگا ہے بہت کڑک ہے۔"

کانیشیل نے انہیں ڈرایا۔ "ساری غلطی روجی کی ہے  
ہائے وے میرا جوان بیٹا دیا سے پہلے جیل چلا گیا"  
چاچی نے شو لگایا۔ پنڈوالے اکٹھے ہو گئے سمجھ خوف  
سے چار پائی کے نیچے چھپ گیا۔ اماں نے اوپر بستر رکھ  
دیئے۔ پولیس حیران تھی ابھی تو اندر گیا تھا روجی کو غصہ

معمومیت سے آنکھیں پٹپٹا کے بولی۔ "کیا تم رنگ  
کردو گے بکرا" روجی کے انداز پر سمجھ کارواں رواں  
اس کی اس ادا پر فدا تھا۔ بڑی تگ و دو سے دو بکرے  
لئے جو ایک عدد کالا اور دوسرا سفید تھا الگ الگ نسل  
کے دو بکرے تھے سمجھ اور روجی کی بحث جاری تھی۔

"گھر جاکے ہمیں جوتے پڑنے ہیں۔ دونوں چھترے  
لیتے یا دونوں بکرے مگر نہیں ایک چھترے لے لیا ہے اور  
دوسرا بکرا کا جوڑ ہے انکا؟" وہ خفگی سے بولا روجی نے  
ناک سے کھسی اڑائی "میرے پیٹے ڈال دینا میں  
سنجال لوں گی۔" وہ اثبات میں سر ہلا کے چل دیا،  
خلاف معمول کسی نے بکروں سے کچھ نہیں کہا البتہ دادی  
نے صلواتیں سنائی کے "جوڑی لیتے۔" مگر وہاں  
کان دھرنے والا کوئی نہ تھا سو وہ بھی دیواروں سے ٹکرا  
کر خاموش ہو گئی۔ روجی نے ڈٹ کے بکروں کے  
سامنے بیٹھ کے دو پڑاٹھوں اچار کا ناشتہ کیا اولمگ چائے  
کا پیا پھر سفید والا بکرے لے کر نکل گئی شام میں جب  
واپس آئی تو بکرا تو ساتھ تھا مگر سفید نہیں۔ لال سردادی  
حق دق ابا اور سمجھ دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

چاچا جن کے پیسے لگے تھے وہ کبھی بکرے اور کبھی روجی  
کو صدمے سے دیکھتے، پھر سب کی ہنسی کا فورا چھوٹ  
گیا اور روجی برا مان گئی رات میں ابا نے دیکھا کوئی  
تبیلہ فارغ نہیں تھا تو قریب کے پرائمری سکول میں  
باندھ دیئے روجی نے واپس پلٹتے بکروں اور باقی  
جانوروں کی تصویر لی اور فیس بک پر اپلوڈ کر دی۔ تیزی  
سے لوگوں کے کمیونٹی آر ہے تھے ظاہر ہے اب لال

آیا سب کی بزدلی اور چاچی کے ڈراموں پر وہ ترخ کے بولی "پہنائے ہتھ کڑی انسپکٹر صاحب اس گھر میں کوئی مرد نہیں۔" وہ جھانسی کی رانی بنی۔ "کانٹیبیل سچ میں روجی کو ہی لے گیا۔ جہانداد آیا تو کسے کے رونے کی آواز پر اسکی گھور سیاہ آنکھوں میں الجھن ابھری بچن کی نوک سے مونچھیں کھجائی اور بھاری مردانہ آواز میں پوچھا "کون ہے یہ کس سلسلے میں ہے یہاں؟" کانٹیبیل نے پہلے پیلے دانت نکالے پھر بتانا شروع کیا۔ "صاحب وہ لڑکی ہے" "لڑکی" جہانداد نے چونک کر دیکھا "میری کسٹڈی میں لڑکی کہاں سے آئی۔؟" وہ حیران ہوا۔ "صاحب وہ سکول میں جانور باندھنے والا کیس" کانٹیبیل بتاتے سر جھکا گیا۔ "تو کوئی مرد نہیں تھا اس کے گھر؟" جہانداد نے اسے گھورا "مرد تو تھے صاحب مگر کوئی آنے کو تیار نہ تھا تو یہ آگئی۔" کانٹیبیل ہڑبڑا کر بتانے لگا۔ "اب اگر آگئی ہے کیوں مر رہی ہے؟" جہانداد نے پوچھا۔ "بھوک لگی ہے اسے مگر کھا نہیں رہی" کانٹیبیل نے اصل مدعا بیان کیا۔ "اسے کیا لگا فوٹرس کھانے پر لے کے جا رہے ہیں۔" جہانداد نے غصے سے اٹھتے اپنی کپ درست کی اور چھڑی پکڑی "دروازہ کھولو،" حوالدار نے جہانداد کی بات پر فوراً دروازہ کھولا۔ جہانداد کی آنکھیں سامنے تھی تو آگے نازک حسینہ تھی ہری آنکھیں رورو کے سوجی تھی کاجل پھیل کے خونفک چہرہ بنا ہوا تھا اپنے ہونٹ چباتی وہ خوف سے جہانداد کو دیکھ رہی تھی۔ آ تو گئی تھی مگر اب ڈر رہی تھی۔ "کھانا لاو" جہانداد

نے آ رڈر دیا۔ کچھ دیر بعد کھانا آ گیا تو روجی کو پیش کیا گیا کھانا دیکھتے روجی نے آنکھیں بند کر کے دیوار سے ٹیک لگالی۔ جہانداد نے دلچسپی سے روجی کے خمرے دیکھے۔ "کھا لو کیا پیزہ آڈر کر دوں" جہانداد کی آواز روجی کو عین اپنے قریب سنائی دی روجی نے پٹ سے آنکھیں کھولی تو وہ اس کے سامنے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ "منگو ادو مگر میں یہ دال روٹی نہیں کھانی" روجی منمننا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ "کیوں نہیں کھانی" جہانداد نے مسکراہٹ چھپا کر رعب جماتے پوچھا۔ "میں یہ پانی والی دال نہیں کھاتی کچھ اچھا تو دو" وہ بھی اپنے نام کی روجی تھی فٹ سے بولی اسکی حرکت پر جہانداد دانت پیس کر رہ گیا۔ "کہو تو فوٹرس لے جاؤں ڈنر کو؟ تم جیل میں آئی ہو پکنک پر نہیں!" جہانداد نے چبا چکا کہہا۔ "میری ناکھانے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ سبج ہے ناں وہ میرا سنگیتز ہے میں تو کل اس سوچ میں آگئی تھی کہ میرے پیچھے پیچھے وہ بھی آ جائے گا دیکھو نہ پولیس والے اب بھی نہیں آئے۔ ہائے کہیں دادی تو نہیں گزر گئی اب تو مجھے بالکل نہیں کھانا۔" آخر میں کہتے روجی نے منہ بسورا۔ "اچھا پڑا تو کھا لو کیا منگو ادو" جہانداد نے تسخراڑاتے کہا مگر وہ حق دق ہی رہ گیا جب روجی بولی۔ "ہاں منگو ادو وہ تو میں کھا لوں گی۔" جہانداد نے صدمے سے دانت پیسے گویا ان کے درمیان روجی ہو۔ "میرے ابا کا ریٹورنٹ نہیں ہے" جہانداد تھک کر باہر چلا گیا روجی ڈھیٹ تھی تو جہانداد اس سے بھی زیادہ اگلے دن سبج آیا تو جہانداد نے صاف

کہہ دیا۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا ایف آئی آر کٹ چکی ہے معاملہ عدالت میں جائے گا۔" جہانداد نے ٹکاسہ جواب دیا سبچ اپنا سہ منہ لئے گھر چلا گیا۔ وادی کو سننے پٹنگے لگ گئے۔ "آئے ہائے آگ لگے ایسی ایمانداری کو بچی کوچ میں رکھ لیا۔" دوسری طرف روحی اگلے دن بھوک اور کمزوری سے بے ہوش ہو گئی

## صدقہ کا بکرا

'صدقہ' مادہ لفظ 'صدق' سے وجود پذیر ہوا ہے۔ جسکے معنی سچائی و اخلاص کے ہیں۔ اسی لفظ صدق سے صادق، صداقت، صدیق وغیرہ بھی تشکیل پائے ہیں۔ اسلامی لحاظ سے صدقہ وہ مال یا عمل ہے جو آپ صدق نیت و اخلاص سے فقط خوشنودی رب کیلئے انجام دیتے ہیں۔ اسکے سوا مخلوق سے اس صدقے کے بدلے کی آپ کے دل میں کوئی توقع نہیں ہوتی۔

آج کل یہ جملہ عام ہے کہ 'بھائی آج کل نیکی کا زمانہ نہیں رہا' درحقیقت ایسا کہہ کر آپ یہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں کہ \* آپ کی کی گئی بظاہر نیکی صرف اللہ کیلئے نہیں تھی بلکہ آپ اسکا صلہ مخلوق سے چاہتے ہیں۔ یہ ملاوٹ نیکی اور صدقہ دونوں کے سر اسر منانی ہے \*۔ یہ حقیقت ہے کہ صدقہ کا ایک بہت بڑا مظہر آپ کا مال خرچ کرنا ہے مگر..... صدقہ فقط مال تک محدود نہیں۔ کسی کے رخصتوں پر تسلی کا مہم رکھنا بھی صدقہ ہے، کسی کو اچھا مشورہ دینا بھی صدقہ ہے،

کسی کی تعلیم و تربیت کرنا بھی صدقہ ہے اور کسی دکھی دل کو مسکراہٹ دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک غلط فہمی برصغیر پاک و ہند کے بہت سے مسلمانوں کو یہ ہو گئی ہے کہ شانہ صدقے کا بکرا ہی ہوتا ہے۔ ہر جگہ آپ کو اشتہار نظر آئیں گے کہ یہاں صدقے کا بکرا دستیاب ہے۔ یہ لکھا ہوا نہیں ملے گا کہ یہاں صدقے کی گائے، صدقے کا بیل، صدقے کا اونٹ وغیرہ دستیاب ہے۔ سارا زور صدقے کے بکرے پر ہی ہوگا۔

احادیث سے اشارہ ملتا ہے کہ صدقہ بلاں کو نالتا ہے۔ لہذا..... مسلمان جب مصائب میں گھرتا ہے تو ہر صاحب نظر اسے صدقہ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اب ماہر یہ ہے کہ اس صدقہ کرنے سے جو مراد عوام الناس کی بڑی تعداد لیتی ہے وہ کی بکرے کو بلکہ کچھ کے نزدیک سیاہ بکرے کو چھری تلے لانا ہے اور پھر اسکے گوشت کو غربا میں تقسیم کرنا ہے۔ بکرے کو ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کرنا بالکل غلط نہیں ہے مگر فقط اسی کو صدقہ سمجھ کر دیگر صدقات کی صورت سے گریز کرنا درست نہیں۔

حال ہی میں ایک صاحب علم نے اس ضمن میں بڑی اچھی توجہ یہ دلائی کہ..... جس مالیت سے بکر خریداجاتا ہے، اسی رقم سے سے کئی بار یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ کسی ہیر وزگار کی روزی کا اہتمام ہو سکے یا کسی بیمار و نادار کا علاج ہو سکے یا پھر کسی قرض تلے دے غریب کا قرضہ اتر سکے۔ لیکن.....!

دینے والا ایسے کسی آپشن پر غور ہی نہیں کرتا کہ اس نے لاحالہ اپنے ذہن میں یہ بیٹھایا ہے کہ صدقے کا مطلب صدقے کا بکرا ہے۔ پھر اگر ضرورت مندوں کو گوشت ہی کھانا خواہش ہے

تو اسی پیسوں میں بعض اوقات پوری گائے میسر ہو جاتی ہے جس سے تین چار گنا زیادہ افراد مستفید ہو سکتے ہیں۔



## فریال خان

نور کینٹین میں بیٹھی رجا کا انتظار کر رہی تھی۔ پر رجا ابھی تک آئی نہیں تھی۔ رجا اپنے کچھ نوٹس گھر بھول آئی تھی۔ جو اسے اگلے پیریڈ میں چاہیے تھے۔ اس لئے اس نے نور سے وہ نوٹس منگوائے تھے۔ اور نور وہی نوٹس دینے آئی ہوئی تھی۔ رجا اور نور دونوں دوستیں تھیں۔ دونوں کا تعلق درمیانے طبقے سے تھا۔ دونوں ایک ہی ایریا میں رہتی تھیں۔ اور ایک ہی اسکول میں دونوں آٹھویں جماعت سے ہی ساتھ پڑھتی آ رہی تھیں۔ نور نے تو گریجویشن مکمل کر لی تھی۔ پر





رجا نويس جماعت ميں فيل ہونے کي وجہ سے ميٹرک ميں نہيں جاسکي۔ اسے دوبارہ نويس جماعت پڑھني پڑي۔ اور  
يوں دونوں ايک کلاس پيچھے ہو گئیں۔ پردونوں کي دوستي پر پھر بھی کوئي اثر نہيں پڑا۔ رجا بھی اب کچھ مہينوں بعد  
گرېجویشن مکمل کرنے والي تھی۔ اور نور ابھی نوٹس دینے کیلئے ہی اسکاکا انتظار کر رہي تھی۔

"ارے يار کہاں رہ گئي تھی! ميں کب سے انتظار کر رہي تھی، يہ يقيناً سر جاويد نے پير يڈ ٹائمنگ سے زيادہ کلاس لي  
ہوگي، ہے ناں!۔ نور نے رجا کے آنے پر کہا۔" ہاں يار، پکا کے رکھ ديتے ميں سٹوڈنٹس کو۔" رجا نے بھی کرسی کھینچ  
کر بيٹھے ہوئے تائيد کي۔ "نعم! اچھا، يو، يہ نوٹس جو تم بھول آئي تھی گھر، ہزار دفعہ کہا ہے کہ سارا سامان رات ميں  
ہي سيٹ کر کے رکھ ليا کرو، پر تم وہي عين وقت ميں جلدي جلدي کرتی ہو، اور نتيجے ميں کچھ نا کچھ بھول جاتی ہو۔" نور  
نے نوٹس رجا کي جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا اماں جی، اور کوئي حکم!۔ رجا نے نوٹس ليتے ہوئے شرارت سے  
کہا۔ "نہيں فحاش تو آپ بس يہي کام کر ليچے۔" نور نے کہا۔ تھوڑی دیر تک دونوں باتیں کرتی رہي۔ پھر رجا کي  
کلاس کا ٹائم ہو گیا تو وہ کلاس لينے چلي گئي۔ اور نور واپس جانے کیلئے اٹھ کھڑي ہوئي

حماس بہت عجلت ميں چلتا ہوا بلکہ بھاگتا ہوا پرنسپل کے آفس کي جانب جا رہا تھا۔ پرنسپل صاحب (يعني حماس کے  
ماموں) نے آدھے گھنٹے کے اندر اندر اسے بہت ضروري اپنے آفس پينچنے کا کہا تھا۔ پر راستے ميں ٹریفک کي وجہ  
سے حماس کو دير ہو گئي تھی۔ حماس جيسے ہی ايک جانب مڑا سامنے سے آنے والے سے بہت زور سے

ٹکرا گیا۔ "اندھے ہو کيا؟ دیکھ کر نہيں چل سکتے تھے؟" نور نے اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔ اور حماس جو ابھی اتني  
عجلت ميں تھا۔ اب خاموشي سے کھڑانو کو دیکھے جا رہا تھا۔ "اب ايسے کيا دیکھ رہے ہو! لڑکي نہيں دیکھی کيا پہلے  
کبھی؟" نور نے غصے سے کہا۔ حماس نے اب بھی کوئي جواب نہيں ديا۔ اور ہنوز اسے دیکھے جا رہا تھا۔ "بدتميز،  
سٹوپڈ۔" نور غصے سے بڑبڑاتی ہوئي آگے بڑھ گئي۔ اور حماس وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس بات کو  
يکسر بھول کر کہ وہ يہاں کرنے کيا آيا تھا۔

\*\*\*\*\*

حماس خان کا تعلق ہائی کلاس سے تھا۔ اسکي فميلي ميں اسکے والد ذیشان خان صاحب تھے۔ والدہ فرحت ذیشان  
صاحبہ تھیں۔ حماس سے بڑا بھائی حمزہ خان تھا۔ اسکي بيوي رخسار حمزہ تھی۔ اور انکے دو بچے تھے۔ حماس اپني تعليم مکمل  
کر چکا تھا۔ اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ ہی اپنا بزنس سمھلتا تھا۔ فرحت کے ايک کزن جو کے حماس کے ماموں  
ہوئے۔ ثاقب سٹشي۔ وہ ايک يونيورسٹی ميں پرنسپل تھے۔ اور انکا اور انکي فميلي کا حماس لوگوں کے گھر کافی آنا جانا  
تھا۔ اور آج بھی ثاقب صاحب نے حماس کو کسی ضروري کام سے بلوایا تھا کہ وہ نور سے ٹکرا گیا۔

\*\*\*\*\*

"السلام علیکم آئی۔" رِجانے گھر میں داخل ہو کر سامنے لانچ میں بیٹھی ہوئی ثروت (نور کی والدہ) کو سلام کیا۔ "علیکم السلام، آ آ بیٹی۔" ثروت نے کہا۔ "کیا لائی ہو آج؟۔ ثروت نے رِجا کے ہاتھ میں ایک ڈیش دیکھ کر پوچھا۔ رِجا بھی تب تک ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔" کو فتنے بنائے تھے آج میں نے، تو سوچا نوکر کو بھی دے آں، وہ بھی بہت شوق سے کھاتی ہے ناں۔" رِجانے بتایا۔ "اچھا اچھا۔" ثروت نے کہا۔ "ویسے ہیں کہاں میڈیم؟۔" رِجانے پوچھا۔ "کمرے میں ہے اپنے منہ پھولا کر لیٹی ہوئی ہے۔" ثروت نے بتایا۔ "کیوں! اب کیا ہو گیا؟۔" رِجانے پوچھا۔ "وہی پھر سے ایک ہی ضد، ماڈلنگ کی، وہی ماڈل بننے کی دھن سوار ہے، کہیں تصویریں بھیجی ہوئی تھیں اس نے اپنی، پر وہ رد ہو گئی ہیں، بس اسی بات کا سوگ منار ہی ہے۔" ثروت نے بتایا۔ "اوه ہو! اچھا چلیں میں دیکھتی ہوں، سمجھاتی ہوں اسے۔" رِجانے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "ہممم! تم ہی سمجھا کر دیکھ لو بیٹا، بولو اسے کہ مجھ بیوہ عورت پر کچھ ترس کھالے، کیوں پریشان کر کے رکھا ہے مجھے۔" ثروت نے کہا۔ "آپ فکرنا کریں آئی، ٹھیک ہو جائے گی۔" رِجانے تسلی دی۔ اور اندر نور کے کمرے کی جانب چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔ رِجا دروازہ دھکیلتی ہوئی اندر آئی۔ کمرے کی لائٹیں بند تھیں۔ رِجانے لائٹ جلائی۔ سامنے ہی بیڈ پر نور اوندھے منہ لیٹی ہوئی تھی۔ رِجا اسکے قریب جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ "دیکھو میں تمہارے لئے کیا لائی ہوں!۔" رِجانے ڈیش تھوڑا سا نور کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "ارے یار اٹھو ناں، مجھ سے کیوں بات نہیں کر رہی؟۔" رِجانے کہا۔ "کیا بات کروں میں تم سے، مجھے پتہ ہے، تم بھی امی کے کہنے پر مجھے لیکچر ہی دینے آئی ہو گی۔" نور نے سر اٹھا کر کہا۔ "نہیں، میں تمہیں لیکچر دینے نہیں، کو فتنے دینے آئی ہوں۔" رِجانے ڈیش کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں چاہیے مجھے۔" نور نے واپس سر نیچے کرتے ہوئے کہا۔ رِجانے ڈیش سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ "اٹھو، سیدھی ہو۔" رِجانے بازو سے پکڑ کر نور کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ نور منہ بناتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "تم اس لئے اپ سیٹ ہوناں کے تمہاری تصویریں رتبجیکٹ ہو گئیں ہیں!۔" رِجانے تائید چاہی۔ نور نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تو تم دوبارہ کوشش کرو، ضروری نہیں ہے کہ اگر ایک جگہ سے تم رتبجیکٹ ہو گئی ہو تو دوسری جگہ سے بھی ہو جا گی، تم کوشش کرتی رہو، ایسے منہ بنانے سے یاد دل شکستہ ہونے سے کیا تم کامیاب ہو جا گی! خود بھی پریشان ہو رہی ہو، اور آئی کو بھی کیا ہوا ہے۔" رِجانے کہا۔ نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "دیکھو، ضروری نہیں ہے کہ آپکو پہلے قدم پر ہی کامیابی مل جائے، ہمارے سامنے ایسے بہت سے لوگوں کی مثال موجود ہے جنہوں نے قدم قدم پر نا کامیوں کا سامنا کیا ہے، پر آج دنیا ان کی کامیابی کے گن گاتی ہے، تم بہت مت بارو، اور جوتم چاہتی ہو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہو، تم ضرور کامیاب ہو گی۔" رِجانے

سمجھایا۔ "نعمم! ٹھیک ہے۔" نور نے کہا۔ "اچھا لو، ہم سب بھی کھانا کھانے جا رہے ہیں، وہ تو میں تمہیں یہ دینے آ گئی، جا تم بھی جلدی سے آئی کے ساتھ کھانا کھا لو، ورنہ ٹھنڈے ہو جائیں گے یہ۔" رجا نے ڈیش نور کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

\*\*\*\*\*

نور کے ابو کا کچھ سالوں پہلے ہی ہارٹ اٹیک سے انتقال ہو گیا تھا۔ اور نور اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ نور کی والدہ ایک اسکول میں ٹیچر تھیں ان کی تنخواہ اور نور کے ابو کی پینشن ملا کر ان دونوں کا گزارا آرام سے ہو رہا تھا۔ پر نور کو جنون کی حد تک ماڈلنگ کا شوق تھا۔ رجا بھی اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اور اسکے والدین حیات تھے۔

\*\*\*\*\*

حماس اپنے بیڈ پر دونوں ہاتھ کو سر کے نیچے رکھ کر لیٹا ہوا چھت کو تنک رہا تھا۔ اور آج صبح والے منظر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پورے دن میں جب جب بھی حماس کام سے فارغ ہوتا اس کا ذہن بھٹک کر وہیں چلا جاتا۔ حماس کا دوبارہ اس سے ملنے کا دل چاہ رہا تھا۔ حماس نے فیصلہ کیا کہ وہ صبح دوبارہ یونیورسٹی جائے گا۔ "تنک تنک" دروازے پر دستک ہوئی۔ "آجا۔" حماس نے کہا۔ "چاچو، دادی آپکو بلارہی ہیں، آجائیں کھانا لگ گیا ہے۔" سات سالہ زین (حمزہ کا بیٹا) نے دروازہ کھول کر کہا۔ "ٹھیک ہے، چلو۔" حماس اٹھتے ہوئے کہا۔ اور زین کے ساتھ ڈائننگ روم میں آ گیا۔

\*\*\*\*\*

حماس پچھلے آدھے گھنٹے سے پوری یونیورسٹی میں نور کو ڈھونڈ رہا تھا۔ پر ناکام رہا۔ کیونکہ ایک تو وہ اسکے بارے میں کچھ جانتا بھی نہیں تھا۔ اور دوسرا وہ یہاں اب پڑھتی ہی نہیں تھی۔ مزید ایک گھنٹہ اور خواہ ہونے کے بعد حماس وہاں سے آ گیا۔

\*\*\*\*\*

اگلے دن حماس پھر اسی وقت یونیورسٹی آیا۔ اور نور کو ڈھونڈنے لگا۔ اور آج حماس کی دعا قبول ہو گئی۔ کیونکہ آج پھر رجا اپنی کچھ بکس گھر بھول آئی تھی۔ جو دینے نور یونیورسٹی آئی تھی۔ حماس کی نظر جب نور پر پڑی تو وہ کینٹین میں رجا سے بات کر رہی تھی۔ اور حماس کینٹین سے کافی فاصلے پر تھا۔ نور کو دیکھتے ہی حماس نے اسکی جانب جانے کیلئے جلدی سے قدم بڑھائے۔ "حماس تم یہاں؟" ثاقب صاحب نے حماس کو پکارا۔ اس سے پہلے کہ حماس نور کے پاس پہنچتا۔ ثاقب صاحب نے اسے روک لیا۔ "جی ماموں، وہ ایک دوست سے ملنے آیا تھا۔" حماس نے کہا۔ "دوست سے، تمہارا دوست یہاں کہاں سے آ گیا! تم تو اس یونیورسٹی سے نہیں بڑھے۔" ثاقب صاحب

نے کہا۔ "میں نہیں پڑھا، پر میرا ایک دوست پڑھتا ہے۔" حماس نے کہا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے جانا چاہ رہا تھا۔ پر ثاقب صاحب اسے چھوڑ ہی نہیں رہے تھے۔ "اچھا دوست سے ملنے آگئے، اور یہ تو فین نہیں ہوئی کہ ماموں سے بھی مل لوں۔" ثاقب صاحب نے کہا۔ "ارے میں اس سے ملنے کے بعد آپ سے ہی ملنے آتا۔" حماس نے کہا۔ "اچھا یعنی دوست پہلے، ماموں بعد میں۔" ثاقب صاحب نے کہا۔ حماس کو اس وقت ثاقب صاحب کا وجود اپنے اور کینٹین کے بیچ میں دیوار چین کی مانند لگ رہا تھا۔ "ارے نہیں ماموں، پلیز ابھی مجھے جانے دیں، ورنہ وہ دوست چلا جائے گا، میں آپ سے ملتا ہوں ناں ابھی تھوڑی دیر میں۔" حماس نے کہا۔ "ٹھیک ہے بھئی، جا۔" ثاقب صاحب نے ایک جانب ہوتے ہوئے کہا۔ اور حماس فوراً کینٹین کی جانب بھاگا۔ پروہاں پہنچ کر اس کے ارا مانوں پر اوس گر گئی۔ کیونکہ نور وہاں سے جا چکی تھی۔ اور رجا بھی واپس کلاس کی جانب جا رہی تھی۔ حماس مایوس ہو کر واپس پلٹا۔ پر پھر اچانک اس کے دماغ میں ایک کوند اُلپکا۔

\*\*\*\*\*

"ایکسیکوزمی۔" رجا کلاس کے بعد باہر کی جانب جا رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے اسے پکارا۔ رجا راکر کھڑی ہوئی۔ "مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" حماس نے کہا۔ "مجھ سے! پر کیا؟" رجا نے حیرانگی سے پوچھا۔ "جی آپ سے، کینٹین میں چل کر بات کریں، میں اپکا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔" حماس نے کہا۔ رجا چند لمحے سوچتی رہی۔ پھر کینٹین کی جانب بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

"جی بولیں، آپکو مجھ سے کیا بات کرنی ہے؟" رجا نے پوچھا۔ دونوں ایک ٹیبل کے گرد کرسی کھینچ کر آئے۔ سامنے بیٹھ گئے تھے۔ "وہ جواب بھی تھوڑی دیر پہلے آپ سے یہاں ملنے آئی تھیں، وہ آپکی کون ہیں؟" حماس نے پوچھا۔ رجا سمجھ گئی کہ یہ نور کی ہی بات کر رہا ہے۔ "آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" رجا نے پوچھا۔ "وہ دراصل مجھے ان سے ملنا ہے، پرسوں میری ان سے اتفاقاً ملاقات ہوئی تھی، پر اب میں خود ان سے ملنا چاہتا ہوں، پرل نہیں پارہا۔" حماس نے بتایا۔ "ہاں تو آپ کیوں ملنا چاہ رہے ہیں؟" رجا نے پوچھا۔ "یہ تو میں ان سے مل کر ہی بتاؤں گا۔" حماس نے کہا۔ "اچھا! تو پھر میں بھی آپکو نہیں بتاؤں گی کہ وہ میری کون ہیں۔" رجا نے کہا۔ "ٹھیک ہے، مت بتائیں، میں خود پتہ لگا لوں گا۔" حماس نے اطمینان سے کہا۔ "ٹھیک ہے، لگالیں پتہ، میرا ٹائم کیوں ضائع کر رہے ہیں۔" رجا نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "آپ کا ٹائم ضائع کرنے کیلئے بہت معذرت۔" حماس نے کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹیبل پر سے آپکی کتابیں اٹھائی۔ اور چلی گئی۔ اور حماس مسکرا دیا۔

\*\*\*\*\*

رجا کو حماس سے ملنے کے بعد تشویش ہو رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ اور نور سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟۔ پر رجا نے یہ بات نور کو نہیں بتائی۔ کہ پتہ نہیں وہ کیا سوچے۔ اور دوسری جانب حماس نے رجا سے ملنے کے دوسرے دن بعد رجا کا سارا بائیو ڈیٹا نکال لیا تھا۔ کیونکہ اس کیلئے یہ اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ اور رجا کے متعلق پتہ کرنے میں بھی وہ اس لئے کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ کینٹین میں باتوں کے دوران رجا کے رجسٹر پر اس کا دور اسکے اہلکار نام پڑھ لیا تھا۔ پر وہ اب بھی نور کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کر پایا تھا۔ لیکن اس نے اب یونیورسٹی میں رجا پر نظر رکھی شروع کر دی تھی۔ کیونکہ اسے امید تھی کہ نور دوبارہ اسے رجا کی وجہ سے ہی ملے گی۔

\*\*\*\*\*

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ آج زین کارزلٹ آیا تھا۔ اور اس نے کافی شاندار نمبروں سے پوری کلاس میں ٹاپ کیا تھا۔ اور اسی خوشی میں حماس زین کو اس کی مرضی کا گفٹ دلانے کیلئے ایک مال میں لایا ہوا تھا۔ "یار زین بچھلے ایک گھنٹے سے تم بس ادھر ادھر دوکانوں پر گھر مار رہے ہو، تمہیں آخر لینا کیا ہے؟۔ حماس نے پوچھا۔" ارے چاچو کوئی چیز اچھی ہی نہیں لگ رہی۔" زین نے کہا۔ "تو پھر گھر چلتے ہیں۔" حماس نے کہا۔ "جی نہیں، کچھ لئے بنائیں جاں گا میں۔" زین نے کہا۔ دونوں ایک دوسری شاپ میں داخل ہوئے۔ یہاں تقریباً بچوں کے کھیلونوں سے لے کر کپڑوں تک سب کچھ تھا۔ زین اپنے مطلب کی کوئی چیز ڈھونڈنے لگا۔ کہ تب ہی حماس کی نظر گلاس وال کی دوسری جانب نور پر پڑی۔ جو کہ ایک لیڈر بیگز کی شاپ سے نکل رہی تھی۔ حماس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ "زین، تمہیں جو لینا ہے تم وہ لے لو، اور یہاں سے کہیں مت جانا، میں بس تھوڑی دیر میں آیا۔" حماس نے زین کو کہا۔ اور ساتھ ہی ساتھ شاپ کیپر کو بھی تاکید کرتا ہوا جلدی سے باہر نکلا۔ نور باہر کی جانب جا رہی تھی۔ حماس جلدی سے بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آیا۔ "ایکسیکو زمی! حماس نے پکارا۔ نور رک کر پلٹی۔" ہائے! پچھانا مجھے؟۔ حماس نے قریب آ کر پوچھا۔ "نہیں، تم کوئی شارخ خان ہو جو میں تمہیں پہچانتی ہوں گی!۔ نور نے ناگواری سے کہا۔ "میں وہی ہوں جس سے آپ اس دن یونیورسٹی میں ٹکرائی تھیں۔" حماس نے یہ دولا یا۔ "تو! کیا کروں میں؟۔ نور نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تو یہ کہ اس دن کے بعد سے بہت ڈھونڈا میں نے آپ کو۔" حماس نے بتایا۔ "کیوں ڈھونڈ رہے تھے آپ مجھے! میں نے ایسا کیا لے لیا تھا کیا؟۔ نور نے طنز مارا۔ "سب کچھ ہی تو لے لیا، راتوں کی نیند، دن کا جین۔" حماس نے کہا۔ "حد ہوتی ہے فلرنگ کی، پہلی ملاقات میں ہی اتنا اور۔" نور نے کہا۔ "یہ ہماری پہلی نہیں دوسری ملاقات ہے۔" حماس نے کہا۔ "اور آخری بھی۔" نور نے کہا۔ اور جانے کیلئے پلٹی۔ "ارے رکیں تو سہی، اپنا نام تو بتا دیں۔" حماس نے پھر آگے آتے ہوئے کہا۔ نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی۔ اگر ابھی زین حماس کے ساتھ نا ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے اسے جانے نہیں دیتا۔ حماس اسے

جاتا ہوا دیکھ کر مسکرا دیا۔ کیونکہ اسکے بیگ پر ایک کچھن لٹک رہا تھا۔ جس پر بہت واضح طور پر "Noor" لکھا ہوا تھا۔

\*\*\*\*\*

نورا بھی ابھی مال سے آکر لالچ میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر ثروت بھی لالچ میں آگئی۔ "کرلی شاپنگ؟ ثروت نے نور کے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔" ہممم! نور نے کہا۔" کیا لینے گئی تھی تم؟ ثروت نے پوچھا۔" یہ بیگ۔" نور نے بیگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" بس! یہ ایک بیگ ہی لینے گئی تھی! اور باقی پیسوں کا کیا کیا؟ ثروت نے پوچھا۔" سب پیسوں کا بیگ آگیا۔" نور نے اطمینان سے بتایا۔" کیا! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نور! تم پانچ ہزار کا بیگ لے آئی! ثروت نے حیرانگی سے کہا۔" ہاں تو جس مال میں گئی تھی میں، وہاں چیزیں منگنی ہی ملتی ہیں۔" نور نے کہا۔" تو کیا ضرورت تھی تمہیں وہاں جانے کی! ثروت نے غصے سے کہا۔" امی پلیز، مجھے نہیں اچھی لگتی یہ چھوٹی موٹی دوکانوں کی گھٹیا کوئی چیزیں۔" نور نے ناگواری سے کہا۔" نور اتنا اونچا مٹا اڑ، انسان کو ہمیشہ اپنی چادر دکھ کر ہی پاں پھیلانے چاہیے، حد سے زیادہ خواہشیں انسان کی زندگی برباد کر دیتی ہیں۔" ثروت نے کہا۔" مجھ سے نہیں رہا جاتا یوں گھٹ کر اور اپنی خواہشوں کا گلاب کر، میں اپنی ساری خواہشیں پوری کروں گی، اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" نور نے غصے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور پیر پٹختی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔ اور ثروت سر پکڑ کر رہ گئی

\*\*\*\*\*

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ رجا اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اور حماس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کہ وہ کون ہے؟ نور سے کیوں ماننا چاہتا ہے؟ اور اسے یہ سب نور کو بتانا چاہیے یا نہیں؟ پہلے رجا نے فیصلہ کیا کہ نور کو اس کے بارے میں بتا دینا چاہئے۔ پر پھر یہ سوچ کر خاموش ہوگئی کہ پتہ نہیں نور کا کیریئر ایکشن ہوا! یا پھر وہ لڑکا کوئی آوارہ یادھو کے باز ٹائپ کا نہ ہو۔ اور نور بلاوجہ ہی اسکے چنگل میں پھنس جائے۔ اس لئے رجا نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ باقی اگر کل کو وہ لڑکا خود نور کو ڈھونڈ لیتا ہے تو وہ الگ بات ہے۔ تب کی تب دیکھی جائے گی۔ یہی سب سوچتے سوچتے رجا نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

رجا کلاس ختم ہونے کے بعد عطیہ (کلاس فیلو) کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی باہر کی جانب جا رہی تھی۔" یار رجا وہ جو فیسٹیول لگا ہے گئی وہاں؟ عطیہ نے پوچھا۔" نہیں یار، بس سوچ کر ہی رہ گئی۔" رجا نے بتایا۔" پاگل صرف سوچ نہیں چلی جا، بہت اچھا فیسٹیول ہے، میں گئی تھی کل مریم کے ساتھ۔" عطیہ نے بتایا۔" اچھا! ویسے نور بھی بول تو رہی تھی وہاں جانے کا، چلو پھر میں آج جاں گا نور کے ساتھ۔" رجا نے کہا۔" ہممم! جانا بہت اچھا ہے۔ عطیہ

نے کہا۔ دونوں باتیں کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ اور ان سے کچھ فاصلے پر چلتا ہوا حماس کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔

\*\*\*\*\*

شام کے سات بج رہے تھے۔ رجا اور نور دونوں فیسٹیول میں آئی ہوئی تھیں۔ اور مختلف اسٹالز پر گھوم رہی تھیں۔ "ہائے گرلز"۔ کسی نے پیچھے سے پکارا۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو حماس انکے پیچھے کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔ "تم یہاں بھی آ گئے!۔ دونوں نے بے اختیار یک زبان کہا۔" تم جانتی ہو اسے؟۔ رجا نے نور سے پوچھا۔ "ہاں دو تین دن سے بلاوجہ ہی پیچھے پڑا ہوا ہے"۔ نور نے ناگواری سے حماس کو دیکھتے ہوئے بتایا۔ "اور تم کیسے جانتی ہو اسے؟۔ نور نے پوچھا۔" مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا یہ یونیورسٹی میں"۔ رجا نے بتایا۔ "تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟۔ نور نے پوچھا۔" کہیں سکون سے بیٹھ کر بات کریں!۔ حماس نے کہا۔ رجا اور نور ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگی۔ "ٹھیک ہے چلو"۔ نور نے کہا۔ اور تینوں فوڈ کورز کی جانب چلے گئے۔

\*\*\*\*\*

تینوں اب ایک میز کے گرد کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ "کیا کھائیں گی آپ دونوں؟۔ حماس نے پوچھا۔" کچھ نہیں تمہیں جو بھی بات کرنی ہے جلدی کرو، ہمارے پاس زیادہ فالتو ٹائم نہیں ہے"۔ نور نے کہا۔ "مرضی ہے، ہاں تو آپ پوچھ رہی تھیں کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں؟ میں حماس خان ہوں، اور میں آپ کو مسز حماس خان بنانا چاہتا ہوں"۔ حماس نے بنا کسی تہمید کے اطمینان سے کہا۔ اور دونوں حیران ہو گئیں۔ "تمہارا دماغ ٹھیک ہے! نہ جان نہ پہچان اور باتیں دیکھو"۔ رجا نے کہا۔ "ہاں تو جان پہچان ملنے جلنے سے ہی ہوتی ہے ناں، آپ مجھ اجازت دیں کہ میں اپنے گھر والوں کو آپکے گھر بھیج دوں، پھر ہو جائے گی جان پہچان"۔ حماس نے آرام سے کہا۔ "رجا! اسے تھپڑ تو مار رہی ہے یا میں ماروں؟۔ نور نے حماس کو دیکھتے ہوئے رجا سے پوچھا۔ "واہ! بد معاشی"۔ حماس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چل رجا کھڑی ہو"۔ نور نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ رجا اور حماس بھی کھڑے ہو گئے۔ "اب میں نے ایسی بھی کوئی بری بات نہیں کہہ دی جو آپ اتنا غصہ کر رہی ہیں"۔ حماس نے کہا۔ "میں کوئی اتنی بھی گزری نہیں ہوں کہ کسی بھی راہ چلتے سے شادی کیلئے ہاں کر دوں، چل رجا"۔ نور نے کہا۔ اور بنا حماس کا جواب سنے آگے بڑھ گئی۔ "پلیز آپ سمجھائیں انہیں"۔ حماس نے اپنا رخ رجا کی جانب کرتے ہوئے کہا۔ جو خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔ "چلو رجا"۔ نور نے رجا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور اسے کھینچتی ہوئی لے گئی۔ اور حماس وہیں کھڑا بیسی سے انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

\*\*\*\*\*

"یا نور تم نے اس کے ساتھ کچھ زیادہ ہی تلخ برتا کیا ہے"۔ رجا نے کہا۔ دونوں اس وقت ٹیکسی کی پچھلی نشست پر بیٹھی

ہوئی تھیں۔ اور ٹیکسی اگلے گھر کی جانب رواں دواں تھی۔ "اور وہ جو کر رہا تھا وہ نہیں دیکھا تم نے؟۔ نور نے کہا۔" یار پھر بھی، وہ بہت عزت و تمیز سے بات کر رہا تھا، اور کسی اچھے گھرانے کا پڑھا لکھا لڑکا لگ رہا تھا۔" رجا نے کہا۔ "اچھے گھرانے کے پڑھے لکھے لڑکے یوں راستے میں لڑکیوں کو پر پوز کرتے ہوئے نہیں پھرتے۔" نور نے کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر باقی پورا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔

\*\*\*\*\*

حماس فیسٹیول سے گھر جانے کے بجائے اپنے ایک بہت ہی قریبی دوست صائم کے گھر آ گیا تھا۔ صائم حماس کا بچپن کا دوست تھا۔ دونوں اسکول سے ہی ساتھ پڑھتے آ رہے تھے۔ اور دونوں اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتے تھے۔ اور ابھی بھی حماس اسکے بیڈروم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسے تھوڑی دیر پہلے ہونے والے واقعے کے بارے میں سب بتا رہا تھا۔ کیونکہ حماس نے نور کے بارے میں صائم کو بتا دیا تھا۔ "اچھا ہوا، بہت اچھا ہوا کہ اس نے انکار کر دیا، میری تو ابھی تک کہیں بات بنی نہیں ہے، اور تم چلے تھے عشق لڑانے۔" صائم نے ساری بات سن کر کہا۔ "مجھے تو لگتا ہے مجھے تیری ہی نظر لگی ہے مخوس۔" حماس نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ "ہاں تو یار کیسا دوست ہے تو، تیرا دوست ابھی تک سنگل ہے، اور تو مینگل ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔" صائم نے شکوہ کیا۔ "یار صائم کچھ کر یار، کوئی انیڈیا دے، کچھ مدد کر۔" حماس نے کہا۔ "اگر میں کچھ کر سکتا تو میں ابھی تک اپنے لئے کچھ ناں کر لیتا۔" صائم نے کہا۔ "ہاں یہ بھی ہے، ہائے رے میری قسمت، میرے پاس ایک ہی انڈہ، اور وہ بھی گندا۔" حماس نے کہا۔ صائم نے پاس پڑا تکیہ حماس کو کھینچ کر مارا۔ جسے حماس سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔ "تم تو اس معاملے میں میری کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے، اب لگتا ہے مجھے اسکی سہیلی سے ہی کچھ مدد لینے پڑے گی۔" حماس نے کہا۔ "کیا کہا! سہیلی! اسکی دوست بھی ہے؟ کیا سنگل ہے؟ کسی دھتی ہے؟۔ سہیلی کا ذکر سنتے ہی صائم نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔" کیسی دھتی ہے! موٹی سی ہے، کمر میں کب ہے، جھک جھک کر چلتی ہے، مشکل سے کاندھوں تک آتے بال ہیں، رنگت ایسی کہ افریقہ بھی شرم جائیں، آواز ایسی کہ کہنا مشکل مرد کی ہے یا عورت کی، اور زبان دراز تو ایسی کہ پوچھو مت۔" حماس نے تفصیل بتائی۔ "نہیں یار، اور نام کیا ہے؟۔" صائم نے حیرت سے پوچھا۔ "رجا نام ہے۔" حماس نے بتایا۔ "یار نام تو اچھا ہے۔" صائم نے کہا۔ "یا نہیں ہے تمہیں ایک دفعہ اچھے نام کے دھوکے میں آ کر تمہاری فیس بک پر ایک لڑکی سے دوستی ہو گئی تھی، وہ تو بعد میں پتہ چلا تھا کہ نازک سی ثنا کے پیچھے بڑی بڑی موچھوں والا اللہ تھا۔" حماس نے یاد دلایا۔ "اوہ ہاں یار، چھوڑ، میری قسمت میں تو لگتا ہے کہ کوئی ہے، ہی نہیں، چھوڑ تو اپنی کوشش میں لگا رہ۔" صائم نے کہا۔

اگلے دن حماس رجا سے بات کرنے یونیورسٹی آیا۔ کیونکہ اسے تھوڑی امید تھی کہ کیا پتہ رجا نور کو منالے۔ اور اسی



لئے وہ رجا کا کلاس سے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی اسکو رجا نظر آئی۔ وہ جلدی سے اسکی جانب بڑھا۔ "رجاجی۔ حماس نے پکارا۔ رجارگ گئی۔" پلین تھوڑی دیر آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" حماس نے لجا جت سے کہا۔ اور دونوں کینیٹین کی جانب چلے گئے۔

\*\*\*\*\*

دونوں اب کینیٹین میں ایک ٹیبل کے گرد آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ "کل جو کچھ بھی ہوا آپکے سامنے ہی ہوا ہے، اور آپ جانتی ہیں کہ میں نے کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کی تھی، میں نے تو بس سیدھی طرح اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا، پراس پر بھی آپکی دوست نے میرے ساتھ ایسا برتا کیا۔" حماس نے کہا۔ "تو آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" رجانے پوچھا۔ "آپ اپنی دوست کو سمجھائیں میرے حوالے سے۔" حماس نے کہا۔ "دیکھیں مجھے تو ان سب کا یہی حل نظر آ رہا ہے کہ اگر آپ بیچ میں اس معاملے میں سنجیدہ ہیں تو عزت سے اپنے گھر والوں کو نور کے گھر بھیج دیں۔" رجانے کہا۔ "ہاں پر پہلے نور اپنی رضامندی تو دے ناں، وہ مجھ سے تو ٹھیک سے بات کرتی نہیں ہے، اگر میرے گھر والوں کے ساتھ بھی ایسا برتا کیا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" حماس نے کہا۔ "دیکھیں ابھی جس طرح آپ نور سے ملنے اور بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے، اور نور سے بھی مجھے اتنی امید ہے کہ اسے اگر انکار کرنا بھی ہوگا تو وہ آپکے گھر والوں کے ساتھ کم از کم بدتمیزی نہیں کرے گی، آپ ایک دفعہ انھیں گھر بھیج کر تو دیکھیں۔" رجانے کہا۔ "اور اگر اس نے انکار کر دیا تو! حماس نے خدشہ ظاہر کیا۔ "اب آپ اگر مگر میں ہی الجھ رہی ہوں گے تو پھر میں تو کیا، کوئی بھی آپکے لئے کچھ نہیں کر پائے گا، زندگی میں کسی ناکسی موٹر پر رسک لینا پڑتا ہے، اور آپکی زندگی بھی ابھی اسی موٹر پر ہے۔" رجانے کہا۔ "ٹھیک ہے، آپ کہتی ہیں تو لے کر دیکھتا ہوں یہ رسک۔" حماس نے کہا۔

\*\*\*\*\*

"مئی مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے، میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرا رشتہ لے کر اسکے گھر جائیں۔" حماس نے کہا۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ اور حماس اپنے کمرے میں شیشے کے آگے کھڑے ہو کر فرحت سے بات کرنے کی پکیٹس کر رہا تھا۔ "اوہ یار! کتنا مشکل ہوتا ہے خود اپنے منہ سے اپنے ہی رشتے کی بات کرنا۔" حماس نے سر پکڑتے ہوئے خود سے کہا۔ "دوبارہ ٹرائی کرتا ہوں۔" حماس نے کہا۔ "مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے!.....۔" حماس! پاگل ہو گئے ہو کیا! یہ اکیلا اکیلا کس سے باتیں کر رہے ہو! حمزہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے حماس کو شیشے سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ حماس کی بات بیچ میں رہ گئی۔ "بھائی اچھا ہوا آپ آگئے، مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" حماس نے حمزہ کے قریب آتے

ہوئے کہا۔ "کیا بات کرنی ہے بولو۔" حمزہ نے کہا۔ "ادھر آئیں، بیٹھے یہاں۔" حماس نے حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بیٹھاتے ہوئے کہا۔ اور خود بھی اسکے برابر میں بیٹھ گیا۔ "بھائی وہ دراصل بات یہ ہے کہ!... حماس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔" ہاں کیا بات ہے بولو۔" حمزہ نے کہا۔ "وہ میں ناں.... ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں..... اور چاہتا ہوں کہ..... آپ لوگ اسکے گھر جائیں۔" حماس نے رک رک کر بتایا۔ "اوہ ہو! تو لڑکی کا معملا ہے۔" حمزہ نے زور سے کہا۔ "آہستہ بھائی، کیا کر رہے ہو! حماس نے کہا۔ "اوہ ہو! تو لڑکی کا معملا ہے۔" حمزہ نے اب سرگوشی میں کہا۔ "افو بھائی! اب اتنا آہستہ بھی نہیں، اچھا اب آپ میری مدد کریں ناں۔" حماس نے کہا۔ "کیا مدد کروں؟ حمزہ نے پوچھا۔ "ممی سے بات کریں ناں اس بارے میں۔" حماس نے کہا۔ "میں کیوں بات کروں! تمہیں شادی کرنی ہے، تم بات کرو۔" حمزہ نے کہا۔ "سمجھا کریں ناں بھائی، مجھے شرم آ رہی ہے۔" حماس نے سر جھکا کر کہا۔ "اچھا عشق لڑاتے ہوئے شرم نہیں آئی! حمزہ نے کہا۔ "یار بھائی پلیز ناں، اپنی شادی کی بات نہیں کی تھی آپ نے ممی سے! حماس نے کہا۔ "نہیں، ممی نے مجھ سے خود بات کی تھی، کیونکہ میری اور رخسار کی ریشم میرج ہوئی تھی، اور تمہیں بھی اگر اتنی ہی شرم آ رہی ہے تو ریشم میرج کرلو۔" حمزہ نے کہا۔ "میرا پیار بھائی نہیں ہے، کرلونا ممی سے بات۔" حماس نے حمزہ کی گردن کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے لاڈ سے کہا۔ "بڑا پیار آ رہا آج بھائی پر۔" ذیشان صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور حماس اٹکو دیکھ کر سیدھا ہو گیا۔ "پاپا آپ یہاں؟ حماس نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔ حمزہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ "کیوں! کیا میں تمہارے کمرے میں نہیں آ سکتا؟ ذیشان صاحب نے بیڈ کی جانب آتے ہوئے پوچھا۔ "نہیں نہیں، میرا مطلب کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے۔" حماس نے وضاحت کی۔ "ارے نہیں، کوئی کام نہیں تھا، بس ایسے ہی آ گیا۔" ذیشان صاحب نے بیڈ کے پیرہانے پر بیٹھے ہوئے کہا۔ وہ دونوں بھی واپس صوفے پر بیٹھ گئے۔ "اور تم دونوں بتا اس وقت ایک ساتھ! خربت ہے! اور یہ ابھی تمہیں حمزہ پر اتنا پیار کیوں آ رہا تھا؟ ذیشان صاحب نے پوچھا۔ "وہ... ایسے ہی پاپا، بھائی ہیں یہ میرے، ان سے تو میں ہمیشہ پیار کرتا تھا، ہوں اور رہوں گا۔" حماس نے گھبرا کر وضاحت کی۔ "اچھا! چلو اچھی بات ہے۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ "وہ پاپا، دراصل حماس کو آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" ذیشان نے کہا۔ "ہاں کہو، کوئی بات؟ ذیشان صاحب نے کہا۔ "کوئی بات بھائی؟ حماس نے پوچھا۔ "وہی جو تم ابھی مجھ سے کر رہے تھے۔" حمزہ نے کہا۔ "آپ بولو بھائی۔" حماس نے سرگوشی کی۔ "کیا بات ہے! اب بول بھی دو۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ اور حماس نظروں ہی نظروں میں حمزہ کی منتیں کرنے لگا۔ حمزہ کو آخر کار اس پر ترس آ ہی گیا۔ "وہ پاپا دراصل بات یہ ہے کہ.... حماس ایک لڑکی کو پسند کرتا ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ ہم لوگ اسکے گھر جائیں۔" حمزہ نے بتایا۔ اور حماس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ذیشان

صاحب حمزہ کی بات سننے کے بعد کافی گہری نظروں سے حماس کو دیکھنے لگے۔ حماس نے گہرا کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ ذیشان صاحب کچھ دیر یونہی حماس کو دیکھتے رہے۔ پھر اچانک زوردار قبضہ لگا کر ہنسنے لگے۔ "ارے پاگل، یہ بات بولنے میں تم اتنا گہرا رہے تھے! ارے یہی تو عمر ہوتی ہے ان سب باتوں کی، بلکہ ابھی دو تین دن پہلے میں خود تمہاری امی سے کہہ رہا تھا کہ تمہاری جانب سے اب تک کوئی ایسا اشارہ کیوں نہیں ملا!۔ ذیشان صاحب نے بتایا۔ حمزہ اور حماس ہکا بکا سے ذیشان صاحب کو دیکھنے لگے۔ "اب کیا مجھے گھورے جا رہے ہو، کچھ بتا بھی اس لڑکی کے بارے میں، کہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟ کہاں ملی؟ کب جانا ہے؟ کہاں جانا ہے؟۔ ذیشان صاحب نے کہا۔ "تھینک یو پاپا"۔ حماس صوفے پر سے اٹھ کر ذیشان صاحب کے گلے لگ گیا۔ "اچھا! تو میرے آنے سے پہلے اس لئے پیارا رہا تھا تمہیں حمزہ پر!۔ ذیشان صاحب نے کہا۔ اور تینوں مسکرا دیے۔

\*\*\*\*

رجا اپنے گھر پر یہ بول کر کہ اسے نور سے کچھ سوال سمجھنے ہیں۔ نور کے گھر آئی تھی۔ اسے تھوڑا سمجھانے۔ اور اس وقت دونوں نور کے بیڈروم میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ "یار راجا تم اسکی وکالت کیوں کر رہی ہو؟ نور نے کہا۔ "میں کسی کی وکالت نہیں کر رہی ہوں، میں بس تمہیں سمجھا رہی ہوں، تم اسکے ساتھ بہت زیادہ ہی تلخ ہو رہی ہو، ایک بار اسکے گھر والوں کو آنے تو دو، کیونکہ اگر وہ کوئی فلرٹی لڑکا ہوتا تو کبھی اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیجنے کی بات نہیں کرتا۔" رجا نے کہا۔ "تو پھر! اب کیا کروں میں!۔ نور نے ناگواری سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں میں اسکے گھر والے آئیں تمہارے گھر، پلیز ذرا سہی برتا کرنا انکے ساتھ"۔ رجا نے کہا۔ "یا تم جانتی تو ہو کہ میں ابھی یہ شادی وادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتی، مجھے ابھی آگے بہت کچھ کرنا ہے، اپنی پہچان بنانی ہے، اپنا کریئر بنانا ہے۔" نور نے کہا۔ "ہاں تو وہ لوگ کونسا آتے ہی تمہیں رخصت کر کے لے جائیں گے! تم حماس سے بات کرنا اس بارے میں، وہ ضرور تمہیں سپورٹ کرے گا اس معاملے میں"۔ رجا نے کہا۔ "اچھا وہ اپنے گھر والوں کو یہاں بھیجے گا کیسے؟ اسے تو میرا گھر بھی نہیں معلوم"۔ نور نے کہا۔ "تمہیں لگتا ہے کہ اسکے لئے تمہارا گھر ڈھونڈنا کوئی مشکل کام ہوگا!۔ رجا نے کہا۔ نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس منہ بنا کر رہ گئی۔

\*\*\*\*\*

اور پھر حماس نے اپنی بات سچ کر دکھائی۔ اگلے ہی دن شام میں قریب پانچ بجے۔ حماس اپنی پوری فیملی کو نور کے گھر کے باہر چھوڑ کر چلا گیا۔ حماس آگے آگے بائیک پر تھا۔ اور پیچھے کار میں یہ لوگ اسے نوکر رہے تھے۔ کار حمزہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ برابر میں ذیشان صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اور پچھلی نشست پر رخسار اور فرحت بیٹھی ہوئی تھیں۔ "یا اللہ! اس لڑکے کو بھی لڑکی پسند کرنے کیلئے یہی محلہ ملا تھا"۔ فرحت نے کار سے اتر کر نور کے گھر کی

جانب جاتے ہوئیکہا۔ حماس جاچکا تھا۔ "ارے بیگم بھلا پیار بھی محلہ دیکھ کر کیا جاتا ہے کیا؟۔ ذیشان صاحب نے کہا۔ حمزہ نے آگے بڑھ کر ڈور نیل، بجائی۔ تھوڑی دیر میں ہی دروازہ کھل گیا۔ "جی کس سے ملنا ہے آپکو؟۔ ثروت نے پوچھا۔ "السلام علیکم ! مس نور و اجد کا گھر یہی ہے ناں! حمزہ نے پوچھا۔ "جی یہی ہے، کیا کام ہے آپکو اس سے؟۔ ثروت نے پوچھا۔ "بہن اگر آپ برانامائیں تو کیا ہم اندر آ کر بات کر سکتے ہیں؟۔ ذیشان صاحب نے آگے بڑھ کر کہا۔ ثروت کو یہ لوگ شریف گھرانے کے ہی لگے۔ اس لئے انکو اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے وہ سائیڈ پر ہو گئی۔ یہ لوگ اندر آ گئے۔ پھر ثروت انہیں لے کر ڈرائیونگ روم میں آ گئی۔ "جی بولیں کیوں ملنا چاہتے ہیں آپ لوگ نور سے؟۔ ثروت نے پوچھا۔ سب لوگ صوفوں پر بیٹھ چکے تھے۔ "دیکھئے بہن، ہم زیادہ گھوما پھرا کر بات نہیں کریں گے، بات دراصل یہ ہے کہ میرا اچھوٹا بیٹا حماس آپ کی بیٹی کو پسند کرتا ہے، اور اسی سلسلے میں اس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے، ہم آپ کی بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں اپنے بیٹے کیلئے۔" ذیشان صاحب نے بتایا۔ اور ثروت تو پہلے ہی ان لوگوں کی آمد پر حیران تھی۔ اب انکی باتیں سن کر دنگ رہ گئی تھی۔ "میرا نام ذیشان خان ہے، یہ میری بیوی ہیں فرحت، اور یہ میرے بڑا بیٹا اور بہو، ہمارا اپنا بزنس ہے، حماس بھی اپنی پڑھائی مکمل کر چکا ہے، اور ہمارے ساتھ ہی بزنس سمجھتا ہے۔" ذیشان صاحب نے بتایا۔ "وہ سب تو ٹھیک ہے پر، کہیں آپ لوگوں کو کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی ! آپ لوگ کہاں اور ہم لوگ کہاں"۔ ثروت نے کہا۔ "نہیں بہن، ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی، اور ویسے بھی یہ اسٹیٹس یہ چھوٹے بڑے کا فرق وغیرہ تو ہم انسانوں نے بنایا ہے، ورنہ ہم سب انسان ایک جیسے ہی ہیں۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ "اگر آپ برانامائیں تو اپنی بیٹی کو بلا لیں۔" فرحت نے کہا۔ "جی، ابھی بلاتی ہوں۔" ثروت نے کہا۔ اور اٹھ کر ڈرائیونگ روم سے باہر چلی گئی۔

\*\*\*\*

"نور جلدی اٹھو، اور منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلو۔" ثروت نے نور کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے غصے میں کہا۔ نور اپنے بیڈ پر بیٹھی لپٹاپ میں مگن تھی۔ "کیوں ! کیا ہو گیا؟۔ نور نے پوچھا۔ "تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں باہر، میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، پر دیکھنے میں تو اچھے گھرانے کے شریف لوگ لگ رہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کے کہنے پر اسکا رشتہ لے کر آئے ہیں تمہارے لئے، مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا ہے، کتنی فکر مند تھی میں تمہارے رشتے کیلئے، اور دیکھو اللہ نے خود ہی ہمارے گھر رحمت بھیج دی، سچ میں اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔" ثروت نے نور کی الماری میں سے کپڑے نکالتے ہوئے جلدی جلدی سب بتایا۔ نور سمجھ گئی کہ یہ یقیناً حماس کے گھر والے ہوں گے۔ "چلو جلدی سے یہ کپڑے پہنو، اور باہر آ۔" ثروت نے ایک پنک کلر کا شلوار قمیض نور کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ نور سوٹ لے کر منہ بناتی ہوئی باہر تھروم میں چلی گئی۔ اور ثروت رجا کو فون کرنے

گئی۔

\*\*\*\*\*

ثروت نے رجا کو فون کر کے اسے اسکے والدین سمیت گھر بلا لیا تھا۔ اور رجا کو فناف مہمانوں کیلئے کچھ ناشتے کا انتظام کرنے کا کہہ کر وہ خود رجا کے امی ابو کے ساتھ مہمانوں کے پاس آ گئی۔

\*\*\*\*\*

"یہ لوگ کہنے کو تو ہمارے پڑوسی ہیں، پراپنوں سے بھی بڑھ کر ہیں، نور کے ابو کے انتقال کے بعد جب جب بھی ہمیں کسی کام میں مرد کی ضرورت پڑی، سلیم بھائی نے بالکل بھائیوں کی طرح میری مدد کی ہے، تو اسی لئے مجھے لگا کہ اس موقع پر ان لوگوں کا بھی یہاں موجود ہونا ضروری ہے۔" ثروت نے سلیم صاحب اور روبینہ (رجا کے والدین) کا تعارف کرایا۔ "بہت اچھا کیا بہن، بلکہ یہ تو معمول ہی ایسا ہے کہ لوگوں سے صلاح مشورہ کرنا چاہئے۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ اتنے میں رجانا شتے کی ٹرائی لے کر ڈرائیونگ روم میں داخل ہوئی۔ "السلام و علیکم"۔ رجانے سب کو سلام کیا۔ "وعلیکم السلام، یہ ہے آپ کی بیٹی، نور؟ فرحت نے پوچھا۔" ارے نہیں نہیں، یہ تو سلیم بھائی کی بیٹی ہے رجا، میں نے ہی اسے کہا تھا کہ مہمانوں کیلئے ناشتہ وغیرہ لے کر آئے۔" ثروت نے بتایا۔ "اچھا اچھا! کیا ضرورت تھی بہن اس تکلف کی۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ "آپ کی بیٹی نہیں آئی ابھی تک؟ فرحت نے پوچھا۔" رجا! بیٹی ذرا دیکھنا تو جا کر نور کو۔" ثروت نے کہا۔ اور رجا سر ہلاتی ہوئی واپس چلی گئی۔

\*\*\*\*

"نور! دیکھا اس نے اپنی بات پوری کر دکھائی۔" رجانے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ نور شتے کے آگے کھڑی بال بنارہی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "اب چلو بھی، وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں تمہارا۔" رجانے نور کے قریب آتے ہوئے کہا۔ "تمہیں بڑی جلدی ہو رہی ہے میری شادی کی۔" نور نے منہ بنا کر کہا۔ "بیٹا جی ذرا چل کر دیکھو تو ان لوگوں کو، بالکل تمہاری خواہش کے عین مطابق ہیں وہ لوگ، امیر خاندان سے۔" رجانے بتایا۔ "جی! نور نے بے یقینی سے پوچھا۔" اور نہیں تو کیا، ہم نے جو اندازہ حماس اور اسکی فیملی کے بارے میں لگایا تھا وہ غلط تھا، وہ لوگ کوئی مدل کلاس لوگ نہیں ہیں۔" رجانے بتایا۔ رجا کے یہ سب بتانے کے بعد نور کو اب ان لوگوں کا آنا اتنا برا نہیں لگا۔ "چلو اب جلدی دو پٹہ اوڑھو اور چلو باہر۔" رجانے کہا۔ اور نور دوپٹہ اوڑھ کر رجا کے ساتھ باہر آ گئی۔

شام کے سات بج رہے تھے۔ ان لوگوں کو نور کے گھر گئے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ پراپنوں تک وہ لوگ واپس

نہیں آئے تھے۔ حماس بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اور بار بار گیرلی میں آ کر دیکھ رہا تھا۔ "چاچو! بیٹ بال کھیلیں!۔ زین نے حماس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔" نہیں بیٹا، ابھی میرا موز نہیں ہے، آپ ایسا کرو لائبہ کے ساتھ کھیل لو۔" حماس نے زین کی چار سالہ بہن کا نام لے کر کہا۔ "نہیں چاچو، اس کے ساتھ مزہ نہیں آتا، اتنی سی تو ہے وہ۔" زین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "تو پھر کچھ اور کھیل لو۔" حماس نے کہا۔ کہ تب ہی کار کرنے کی آواز آئی۔ حماس فٹ کمرے سے باہر بھاگا۔ زین بھی اسکے پیچھے آیا۔ جب تک حماس سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا وہ لوگ بال میں آپکے تھے۔ اور سب کے تاثرات بہت سنجیدہ ہو رہے تھے۔ "گڑیا! ٹھنڈا پانی لائیرے لئے۔" فرحت نے ملازمہ کو آواز دی۔ حماس بھی تب تک ان لوگوں کے قریب آچکا تھا۔ اور زین حمزہ کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔ "کیا ہوا! سب خیریت تو ہے ناں؟" حماس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہمم۔" خیریت ہی ہے، کیا ہونا ہے!۔ ذیشان صاحب نے کہا۔ تب تک ملازمہ پانی لے آئی تھی۔ "کیا بات ہوئی آپ لوگوں کی وہاں؟ آپ لوگ ملے نور سے؟" حماس نے پوچھا۔ "ہاں ملے تھے۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ "تو پھر کیا ہوا؟ کیسی لگی آپ لوگوں کو وہ؟ اور ان لوگوں نے کیا جواب دیا؟" حماس نے پوچھا۔ "بھئی ہمیں تو وہ لڑکی اور وہ لوگ بلکل بھی اچھے نہیں لگے، اور ان لوگوں کا بھی دل مطمئن نہیں ہو رہا ہے ہماری جانب سے۔" فرحت نے پانی پی کر بتایا۔ "کیا! کیوں اچھے نہیں لگے وہ لوگ آپ کو؟ اور انھیں ہماری جانب سے کس بات پر مسئلہ ہے؟" حماس نے پوچھا۔ حماس کو خدشہ ہو رہا تھا کہ شاید نور نے ان لوگوں کے ساتھ بھی ٹھیک برتا نہیں کیا ہوگا۔ "بھئی ایک تو انکے اور ہمارے اسٹیٹس میں اتنا فرق ہے، اور دوسرا یہ کہ!۔۔۔۔۔ فرحت نے کہتے کہتے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اور ہنسنے لگی۔ اور انکو دیکھ کر باقی سب بھی ہنسنے لگے۔ اور حماس نا سمجھی سے سب کو دیکھنے لگا۔ "بھئی سوری، پر مجھ سے اسکی شکل دیکھ کر اور ہنسی کنٹرول نہیں ہوئی۔" فرحت نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ ہو کیا رہا ہے! کوئی بتائے گا مجھے بھی!۔ حماس نے کہا۔" ارے بھئی مذاق کر رہے تھے ہم لوگ تمہارے ساتھ، ہمیں وہ لڑکی اور لوگ دونوں ہی اچھے لگے، اور ان لوگوں کو بھی اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ کچھ دنوں میں جا کر نکاح کی تاریخ بھی طے کر آئیں گے۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ "سچی!۔ حماس نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔ "مچی۔" حمزہ نے کہا۔

\*\*\*\*\*

اور پھر کچھ دنوں بعد جا کر یہ لوگ ان کے نکاح اور منگنی کی تاریخ طے کر آئے۔ یہ لوگ تو سیدھا نکاح ہی کرنا چاہا رہے تھے۔ پر شروت نے کہا کہ اسے تیاری کیلئے تھوڑا وقت چاہیے۔ بھلے ہی یہ لوگ جہیز وغیرہ نہیں لے رہے۔ پر پھر بھی اور بھی بہت سی تیاریاں کرنی تھیں۔ اس لئے دو ہفتے بعد سادگی سے بس گھر ہی گھر میں دونوں کی منگنی طے

کردی۔ اور نکاح تین مہینے بعد تھا۔ اور حماس کیلئے مگنی تک اور مگنی سے نکاح تک انتظار کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

دیکھتے ہی دیکھتے دو ہفتے گزار گئے۔ اور انکی مگنی کا دن آ گیا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ مگنی ذیشان صاحب کے گھر کے لان میں رکھی گئی تھی۔ اور وعدے کے مطابق ذیشان صاحب نے سوائے ثابت صاحب کی فیملی اور صائم کے اور کسی کو نہیں بلایا تھا۔ کیونکہ ثابت صاحب حماس کے ماموں تھے اور ان لوگوں کا بہت زیادہ ملنا جلنا تھا ان سے۔ اور صائم کو حماس نا بلاتا۔ یہ تو ناممکن تھا۔ صائم کے والدین نہیں تھے۔ وہ اپنی دادی کے ساتھ رہتا تھا۔ اور ابھی انہی کے ساتھ یہاں آیا ہوا تھا۔ نور کی جانب سے اسکے بھی مامی ماموں کی فیملی اور رجا کی فیملی شامل تھی۔ لان کولائٹوں سے ہلکا ہلکا سا سجایا گیا تھا۔ سب لوگ آچکے تھے۔ اس لئے ذیشان صاحب نے کہا کہ مگنی کی رسم ادا کردی جائے۔ نور اور حماس کولان کے وسط میں لایا گیا۔ اور باقی لوگ انکے گرد کھڑے ہو گئے۔ نور نے ڈارک بلیو کلر کی ٹخنوں تک آتی ہوئی جار جٹ کی قمیض فلاپر کے ساتھ پہنی ہوئی تھی۔ اور پورے سوٹ پر سفید گولے لگے ہوئے تھے۔ اسٹیپ کٹینگ بال کھلے ہوئے تھے۔ سوٹ کا ہم رنگ دوپٹہ کا ندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ اور ہلکی پھلکی جیولری پہنی ہوئی تھی۔ اور حماس نے بران کلر شلوار قمیض پہنا ہوا تھا۔ جس کے گلے پر گولڈن نگ لگے ہوئے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو انگلی پہنائی۔ پورا لان تالیوں سے گونج اٹھا۔ پھر انگلی پہنانے کے بعد صائم نے سب کی تصویریں کھینچی۔ پھر سب لوگ الگ الگ ہو گئے۔ "رجا! بیٹی ذرا یہاں آنا"۔ ثروت نے نور کے ساتھ باتیں کرتی رجا کو پکارا۔ رجا سر ہلاتی ہوئی انکی جانب آ گئی۔ اور رجا کا نام سن کر صائم چونک گیا۔ اور رجا کو دیکھنے لگے۔ رجانے بران رنگ کی ٹخنوں تک آتی فراک چوڑی دار پا جامے کے ساتھ پہنی ہوئی تھی۔ اور ہم رنگ دوپٹہ ہی سلیقے سے سر پر اوڑھا ہوا تھا۔ صائم کچھ دیر رجا کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر حماس کی جانب بڑھا۔ پر حماس نور کے ساتھ کھڑا کچھ بات کر رہا تھا۔ اس لئے اسے ابھی وہاں جانا مناسب نہیں لگا۔ تو اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر میں کھانے کے بعد سب لوگ واپس روانہ ہو گئے۔

\*\*\*\*\*

اگلے دن کیونکہ اتوار تھا۔ اس لئے حماس دیر سے سوکراٹھا۔ حماس نہا کر آ کے شیشے کے آگے کھڑا بال بنارہا تھا۔ "ٹک ٹک ٹک"۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ "آجا"۔ حماس نے کہا۔ "چھوٹے صاحب، وہ صائم صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں"۔ ملازم نے بتایا۔ حماس سمجھ گیا کہ صائم کیوں آیا ہوگا۔ "ٹھیک ہے، یہاں ہی بھیج دوا سے"۔ حماس نے کہا۔ ملازم سر ہلا کر واپس چلا گیا۔ حماس برش ڈرائنگ ٹیبل پر رکھ کر مسکراتے ہوئے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اور اپنا موبائل چلانے لگا۔ تھوڑی دیر میں صائم کمرے میں داخل ہوا۔ "گڈ

مارٹنگ - حماس نے مسکرا کر کہا۔ صائم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اسکے بیڈ کی جانب بڑھا۔ اور حماس کا تکیہ اٹھا کر اس پر حملہ کر دیا۔ "کیا کہا تھا تم نے! اسکی دوست موٹی ہے؟ کمر میں کب ہے؟ افریقہ جیسی رنگت ہے؟ بھدی سی آواز ہے؟ اور زبان دراز ہے؟۔ صائم نے تکیے سے حماس کو مارتے ہوئے کہا۔ "ابے یار کیا کر رہا ہے؟ مجھے بولنے تو دے۔" حماس نے خود کو بچاتے ہوئے کہا۔ "پہلے تو نے کونسا بچ بولا تھا!۔ صائم نے رک کر کہا۔ "ابے یار مذاق کیا تھا میں نے۔" حماس نے اپنے بال ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ "پر میں سیریس ہو گیا تھا یار۔" صائم نے تکیہ واپس بیڈ پر پھینک کر حماس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟۔ حماس نے معنی خیزی سے پوچھا۔ "یہ بھی مجھے تمہیں بتانا پڑے گا!۔ صائم نے کہا۔ اور دونوں مسکرا دیے۔

\*\*\*\*\*

نور اور حماس کی منگنی کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ اور رجانے بھی گریجویشن مکمل کر لی تھی۔ اس ایک ہفتے میں نور اور حماس دوبارہ ملنے نہیں تھے۔ بس فون پر یہی بات ہوتی تھی۔ اور نور کا نمبر بھی حماس نے رجا سے لیا تھا۔ پر اب حماس کا پلان نور سے کہیں باہر ملنے کا تھا۔ پر نور نہیں مان رہی تھی۔

\*\*\*\*

"یار رجا، یہ بیٹھے بیٹھائے تجھے کیا شاپنگ کا بھوت چڑھ گیا! آج انکی میل کا جواب آنے والا ہے جنہیں میں نے ماڈلنگ کیلئے اپنی فوٹوز بھیجی ہیں۔" نور نے کہا۔ دونوں اس وقت ایک مال میں گھوم رہی تھیں۔ "ہاں تو میل تم گھر واپس جا کر بھی چیک کر سکتی ہو۔" رجانے کہا۔ "اچھا اب تمہیں لینا کیا ہے؟ بس گھومے جا رہی ہو۔" نور نے کہا۔ کہ تب ہی سامنے سے حماس آتا ہوا نظر آیا۔ اور جب تک نور کو سب سمجھ میں آیا۔ حماس ان لوگوں کے قریب آ چکا تھا۔ "اچھا! تو اس لئے اچانک تمہیں شاپنگ کا دورہ پڑا تھا۔" نور نے سب سمجھتے ہوئے کہا۔ رجا کا منہ اچکا کر مسکرا دی۔ "انہیں میں کہا تھا آپکو یہاں لانے کیلئے۔" حماس نے بتایا۔ "نہم! اور یہ فرما بردار نے نور حکم کی تعمیل بھی کر دی۔" نور نے کہا۔ "چلیں کہیں بیٹھتے ہیں۔" حماس نے کہا۔ "نہیں آپ لوگ جائیں، مجھے ذرا کچھ چیزیں لینی ہیں۔" رجانے کہا۔ کیونکہ اسے ایسے دونوں کے بیچ رہنا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ پھر نور اور حماس ایک جانب چلے گئے۔ اور رجا ایک جانب۔

\*\*\*\*\*

"تم پھر وہی ضد کر رہی ہو۔" حماس نے کہا۔ دونوں ایک ریٹروٹ میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ "یہ ضد نہیں ہے، میرا شوق ہے، میرا جنون ہے، اور میں اسے ہر قیمت پر پورا کروں گی۔" نور نے ڈھیٹ پن سے کہا۔ "تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو! تم جس فیلڈ میں جانا چاہ رہی ہو وہ ٹھیک نہیں ہے، وہاں عورتوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی، تم



کچھ عرصے بعد میری بیوی بن جاگی، اور مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگے گا کہ میری بیوی غیر مردوں کے ساتھ اس قسم کا کام کرے۔ "حماس نے کہا۔" کیا مطلب اس قسم کا! میں کوئی طوائف نہیں بننے جا رہی، میں ماڈل بنوں گی، اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" نور نے اسی لہجے میں کہا۔ "میں روک سکتا ہوں، اور میں روکوں گا۔" حماس نے کہا۔ "روک لو، پر میں نہیں روکوں گی، اور اگر اتنا ہی خیال ہے ناں اپنی عزت کا، تو کر کو کسی گھر بیو عورت سے شادی، جو گھر کی چار دیواری میں قید ہو کر پاگلوں کی طرح بس دن رات غلام بن کر تمہاری خدمتوں میں لگی رہے، مجھ سے نہیں ہوگی یہ غلامی۔" نور نے حقارت سے کہا۔ "نور شادی کسی غلامی کا سودا نہیں ہے، اور نہ ہی بیوی کوئی غلام ہوتی ہے، اور جس چار دیواری کو تم قید کہہ رہی ہو، وہ قید نہیں حدود ہیں، جو عورت کی حفاظت کیلئے بنائی گئیں ہیں، اور جو عورت ان حدود کو روند کر باہر نکلتی ہے ناں! انھیں انسان نما بھڑیے نوج کھاتے ہیں، جو انہی کی گھات لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں، اسلام نے عورت کو قید نہیں محفوظ کیا ہے۔" حماس نے کہا۔ "مجھے تمہاری نصیحت میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور میں پھر کہہ رہی ہوں، کروں گی میں وہی جو میرا دل چاہے گا، آگے تمہاری مرضی۔" نور نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور بنا حماس کا جواب سنے وہاں سے چلی گئی۔ اور حماس بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر رہ گیا۔

\*\*\*\*\*

حماس سے بات کرنے کے بعد نور رجا کو لے کر سیدھی گھر آ گئی تھی۔ رجا نے اس سے پوچھا بھی کہ کیا ہوا ہے! پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مگنی کے بعد جب حماس اور نور فون پر بات کرتے تھے۔ نور نے تب ہی حماس کو اپنی ماڈلنگ کی خواہش کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اور حماس نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اسی بات پر اکثر فون پر بھی دونوں کی ضد بحث ہو جاتی تھی۔ اور ابھی اسی مسئلے پر بات کرنے کیلئے حماس نے نور کو یہاں بلوایا تھا۔ پر نور کا رد عمل دیکھ کر حماس کو اندازہ ہو رہا تھا کہ نور کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔

\*\*\*\*\*

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ حماس بیڈ پر لیٹا ہوا مسلسل نور کو فون کر رہا تھا۔ پر وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔ حماس نے اسکو میسج بھی کئے۔ پر کوئی جواب نہیں آیا۔ آخر تھک ہار کر حماس نے فون رکھ دیا۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

\*\*\*\*\*

"ٹک ٹک ٹک" حماس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر میں ہی دروازہ کھل گیا۔ "السلام وعلیکم"۔ حماس نے سلام کیا۔ "وعلیکم السلام، بیٹا تم! وہ بھی صبح صبح، سب خیریت تو ہے ناں! ثروت نے حیرانگی سے پوچھا۔ "جی آئی خیریت ہے، وہ بس ایک دوست سے ملنے آیا تھا یہاں، تو سوچا آپ لوگوں سے بھی ملتا چلوں۔" حماس نے

جھوٹ بولا۔ "اچھا اچھا! آندر آ"۔ ثروت نے سائیڈ پر ہوتے ہوئے کہا۔ حماس اندر آ گیا۔ ثروت اسے لے کر لانچ میں آ گئی۔ "بیٹھو بیٹا"۔ ثروت نے صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حماس بیٹھ گیا۔ "خریت! یہ گفٹ کس کیلئے لائے ہو؟" ثروت نے حماس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریڈ کلر کے ریپر میں پیک باکس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ میں نور کیلئے لایا تھا"۔ حماس نے بتایا۔ "اچھا اچھا! تم کو، میں ابھی بھیجتی ہوں اسے"۔ ثروت نے کہا۔ اور اندر نور کے کمرے کی جانب چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں نور پیہر پختی ہوئی لانچ میں آئی۔ "گڈ مارنگ"۔ حماس نے کھڑے ہو کر مسکرا کر کہا۔ "کیوں آئے ہو یہاں؟" نور نے ناگواری سے پوچھا۔ "تم میرا فون ہی نہیں اٹھا رہی تھی، تو سوچا خود ہی آ کر تمہیں سوری بول دوں، اور یہ بھی دے دوں"۔ حماس نے کہتے ہوئے باکس نور کی جانب بڑھایا۔ "مجھے نہ تو تمہارے سوری کی ضرورت ہے، اور نہ ہی تمہارے گفٹ کی، چلے جا یہاں سے"۔ نور نے باکس لے کر بے دردی سے ایک جانب پھینکتے ہوئے کہا۔ حماس نور کی اس حرکت پر حیران ہو گیا۔ حماس نے اس جانب دیکھا جہاں نور نے باکس پھینکا تھا۔ تو اور حیران ہو گیا۔ کیونکہ باکس رجا کے پیروں کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اور رجا ہاتھ میں چینی کا ڈبہ پکڑے ہوئے ہکا بکا سی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ حماس نے ایک نظر نیچے پڑے گفٹ پر ڈالی اور ایک نظر نور پر۔ اور بنا کچھ بولے وہاں سے چلا گیا۔ نور بھی واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور جاوہیں کھڑی رہی۔

\*\*\*\*\*

حماس کو نور کی اس حرکت سے بہت دکھ ہوا تھا۔ وہ تو اس امید پر صبح صبح آفس جانے سے پہلے نور کے پاس آیا تھا کہ اس کے سوری بولنے سے نور کچھ جلی باتیں بھول جائے گی۔ پر یہاں تو سب کچھ اسکی توقعہ کے برعکس ہوا۔ اور رجا کے سامنے یہ سب ہونا اسے اور برا لگ رہا تھا۔ حماس کو اچانک ایک خیال آیا۔ کہ کہیں اس نے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں لے لیا!

\*\*\*\*\*

پھر دوسرے دن نور نے فون کر کے حماس سے اپنے رویے پر معذرت کر لی۔ حماس نے نور سے نارمل ہی بات کی۔ پر پھر بھی اسکے دل میں ایک گرہ سی پڑ گئی۔ اور پھر تو یہ معمول کی بات بن گئی۔ ہر دوسرے دن دونوں کا کسی کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تھا۔ اور ہر بار حماس ہی صلح میں پہل کرتا تھا۔ اور نور ایک عجیب حرکت کرتی تھی۔ کہ جب بھی سوری کے ساتھ حماس نور کو کوئی گفٹ دیتا۔ اگر وہ گفٹ قیمتی ہوتا جیسے کہ کوئی رنگ، لاکٹ، گھڑی، پیرفیوم ہوتا تو نور وہ رکھ لیتی تھی۔ پر اگر گفٹ معمولی سا ہوتا جیسے کوئی شوپنس، کوئی ٹیڈی بیئر، کوئی کارڈ تو نور اسے حماس کے سامنے تو نہیں بھیجتی تھی۔ پر بعد میں اسے گھر میں کہیں پھینک دیتی۔ اور ثروت سے کہتی کہ کسی کو دے دیجئے گا۔ یا

کچرے میں ڈال دیجئے گا۔

\*\*\*\*\*

وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا۔ اب ان لوگوں کی شادی میں صرف دو ہفتے باقی تھے۔ حماس نے صائم سے کہا تھا کہ اگر وہ سچ میں رہ جائیں دلچسپی رکھتا ہے تو اپنی دادی کو اسکے گھر بھیج دے۔ پر صائم نے کہا کہ ابھی وہ پہلے سہی طرح سے اسٹیمبلش ہو جائے۔ پھر اس بارے میں سب سے بات کرے گا۔ اور دوسری جانب نور کو بھی ایسی خبر ملی تھی کہ اسکے پاں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ وہ ایک جگہ ماڈلنگ کیلئے سلیکٹ ہو گئی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات حماس کو بھی پتہ چلی۔ اور اس نے اسے پھر روکا۔ ثروت نے بھی اسے سمجھایا۔ پراس نے کسی کی نہیں سنی۔ اور آڈیشن دینے چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

"نور تم پھر وہی اپنی والی کر رہی ہو، اب تو بس ایک ہفتہ رہ گیا ہے ہماری شادی میں، اس پر دھیان دو، چھوڑ دو ان سب کو۔" حماس نے کہا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ اور دونوں فون پر بات کر رہے تھے۔ "میں نے کہا ناں! کہ میں سب کچھ چھوڑ دوں گی، پر ماڈلنگ نہیں چھوڑ دوں گی، اور اب جبکہ میں سلیکٹ بھی ہو چکی ہوں تب تو بالکل بھی نہیں۔" نور نے کہا۔ "چلو اور کسی کانہیں تو اپنی امی کا ہی خیال کر لو، وہ بھی تمہاری اس ضد کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں۔" حماس نے کہا۔ "تو میں نے کہا ہے انھیں کہ پریشان ہوں! خود ہی ہوتی ہیں، اور تمہارے پیچھے بھی میں نہیں آئی تھی، تم آئے تھے میرے پیچھے، اس لئے میں کسی کیلئے اپنی خواہش ادھوری نہیں چھوڑ دوں گی، اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے، سمجھو تم!۔" نور نے کہا۔ اور بنا حماس کا جواب سنے لائن کاٹ دی۔ حماس نے بھی ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فون رکھ دیا۔

\*\*\*\*\*

"یہ کہاں جا رہی ہو تم اتنا سچ سنو اگر؟۔ ثروت نے پوچھا۔ نور کہیں باہر جا رہی تھی۔ "ڈائریکٹر صاحب نے ملنے بلایا ہے، شوٹ کے حوالے سے کچھ بات چیت کرنی ہے۔" نور نے اپنے اسٹیپ کیٹیگ بالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں بھی جانے کی، دو دن بعد شادی ہے تمہاری گھر پر بیٹھو۔" ثروت نے سختی سے کہا۔ "میرا وہاں جانا ضروری ہے، میں نہیں رکوں گی، میں وہاں جاں گی۔" نور نے ڈھیٹ پن سے کہا۔ "میں بھی دیکھتی ہوں کہ تو کیسے جاتی ہے۔" ثروت نے کہتے ہوئے نور کو بازو سے پکڑا اور کھینچتی ہوئی اسکے کمرے میں لے گئی۔ نور نے مزاحمت کی پر ثروت نے ایک نہیں سنی۔ اور اسے کمرے میں بند کر دیا۔

\*\*\*\*\*

"السلام وعلیکم آنٹی"۔ رجانے لالچ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "علیکم السلام بیٹی"۔ ثروت نے جواب دیا۔ "یہ دیکھیں آنٹی، میں نے بھی بالکل برائیدل مہندی لگوائی ہے، آخر برائیدل کی دوست جو ہوں"۔ رجانے اپنے مہندی لگے ہوئے ہاتھ ثروت کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ مہندی سوکھ چکی تھی۔ "نہم!! اچھی لگ رہی ہے"۔ ثروت نے کہا۔ "ویسے برائیدل صاحبہ ہیں کہاں؟ اسے ہی تو دیکھانے آئی ہوں میں یہ"۔ رجانے کہا۔ "کمرے میں بند کیا ہوا ہے میں نے اسے"۔ ثروت نے بتایا۔ "کیا! بند کیا ہوا ہے! پر کیوں آنٹی؟"۔ رجا نے حیرانگی سے پوچھا۔ "دماغ زیادہ خراب ہو گیا ہے اسکا، دو دن بعد شادی ہے، اور چلی تھی شوٹ کیلئے ڈائریکٹر سے ملنے"۔ ثروت نے بتایا۔ "اوہ! تو میں مل لوں آنٹی اس سے؟"۔ رجانے پوچھا۔ "مل لو، ویسے ملے گی نہیں، دماغ خراب ہوا ہے اسکا"۔ ثروت نے کہا۔ "دیکھتی ہوں آنٹی میں اسے سمجھا کر"۔ رجانے کہا۔ اور کمرے کی جانب چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

"ٹک ٹک ٹک، نور دروازہ کھولو، میں ہوں رجا"۔ رجانے کہا۔ دروازہ باہر سے تو بند تھا ہی۔ پر نور نے اندر سے بھی بند کر لیا تھا۔ اور اب کھول نہیں رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر میں اس نے دروازہ کھول دیا۔ نور کا حلیہ بکھرا ہوا ہو رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بہت روئی ہے۔ کمرے میں بھی سارا سامان بکھرا پڑا ہوا تھا۔ رجا نور کو لے کر اندر آ گئی۔ اسے بیڈ پر بیٹھا کر پانی پلایا۔ اور اسے سمجھانے لگی۔

\*\*\*\*\*

ان لوگوں نے مہندی مایوں جیسی کوئی رسم نہیں رکھی تھی۔ بس سیدھا سا نکاح تھا اسکے بعد رخصتی۔ اور دوسرے دن ولیمہ۔ آج حماس اور نور کا نکاح تھا۔ دونوں طرف ہی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ حماس بھی خوش تھا۔ اسے امید تھی کہ شادی کے بعد وہ ضرور نور کو اپنے سانچے میں ڈھال لے گا۔

\*\*\*\*\*

نور کو تیار کرنے کیلئے بیوٹیشن کو گھر پر بلایا گیا تھا۔ کیونکہ ثروت اس وقت ذرا سا بھی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔ بیوٹیشن کے آنے کے بعد جیسے ہی ثروت اسے لے کر نور کے کمرے میں گئی۔ دنگ رہ گئی۔ کیونکہ نور کمرے میں نہیں تھی۔ ثروت نے باہر مرم میں دیکھا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ ثروت سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ ثروت کی حالت دیکھ کر بیوٹیشن جلدی سے باہر بھاگی اور باقی سب کو بلا کر لے آئی۔ نور کی شادی کی وجہ سے اسکے مامی ماموں بھی اپنی فمیلی کے ساتھ یہاں ہی آئے ہوئے تھے۔ سب جلدی سے کمرے میں آئے۔ ثروت کو زمین سے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا۔ پانی پلایا۔ "کیا ہوا ثروت؟ اور نور کہاں ہے؟" اشرف صاحب (نور کے ماموں) نے

پوچھا۔ ثروت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس پھٹی پھٹی نظروں سے سب کو دیکھتی رہی۔ "اوہ مائی گاڈ!۔ اچانک رجانے کہا۔ سب لوگ اسکی جانب متوجہ ہو گئے۔ رجا ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے ہوئے اسے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔ "کیا ہوا رجا؟۔ سلیم صاحب نے پوچھا۔" ابو یہ کاغذ یہاں ڈرائنگ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا، اس میں لکھا ہے کہ، میں نے کہا تھا میں اپنی خواہش ضرور پوری کروں گی، اور کوئی مجھے نہیں روک سکے گا، تو میں نے اپنی بات سچ کر دکھائی، میں یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جا رہی ہوں، اپنے خوابوں کو پورا کرنے، اللہ حافظ، (نور)

رجانے لیٹر پڑھ کر سنایا۔ اور سب ہی سکتے میں آ گئے۔ "یا اللہ! ذرا بھی خیال نہیں کیا اس لڑکی نے ہماری عزت کا" (سلمیٰ) نور کی مامی (نے کہا۔ اور ثروت بالکل ہی صوفے پر ڈھکے گئی۔ اشرف صاحب جلدی سے ڈاکٹر کو بلانے بھاگے۔

\*\*\*\*\*

ڈاکٹر ثروت کا چیک اپ کر کے چلے گئے تھے۔ ثروت کا بی۔ پی لوہو گیا تھا۔ انھیں گہرا صدمہ لگا تھا۔ سب لوگ باہر لالچ میں سر جوڑے بیٹھے تھے کہ اب کیا کریں۔ اور رجا اندر ثروت کو دوائی وغیرہ دے رہی تھی۔ کیونکہ ثروت رجا کی علاوہ کسی سے بات نہیں کر رہی تھی۔ "اشرف انکل اور ابو، آپ دونوں کو آئی فم کے میں بلارہی ہیں۔" رجانے باہر کر بتایا۔ دنوں اٹھ کر کمرے میں چلے گئے۔ اور رجا لالچ میں صوفے پر سب کے ساتھ بیٹھ گئی۔

\*\*\*\*\*

"کیا! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بہن!۔ سلیم صاحب نے حیرانگی سے کہا۔" آپ کو خدا کا واسطہ ہے سلیم بھائی، انکار مت کیجئے، ساری زندگی میں نے عزت کے سوا اور کچھ نہیں سکھایا، اب آخری خواہش ہے کہ عزت کے ساتھ مر بھی جاں، جب سب لوگوں میں، پورے محلے میں یہ بات پھیلے گی تو میں کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہوں گی، اس طرح کم از کم اس بات کا پردہ تو رہ جائے گا، اور دوسرا آپ کی رجائیں کوئی کمی توڑی نہ ہے، ہاں وہ لوگ بھی تھوڑا حیران ہوں گے، پر جلد ہی بات مان لیں گے، حماس کو بھی آپ جانتے ہیں، پڑھا لکھا، سلجھا ہوا، اچھے گھرانے کا لڑکا ہے، آپ کی رجائیں کمرے کی وہاں، بس خدا کا واسطہ انکار مت کیجئے گا۔" ثروت نے کہتے ہوئے آخر میں ہاتھ جوڑ دیے۔ "مجھے رجا اور اسکی امی سے مشورہ کرنا ہے۔" سلیم صاحب نے کہا۔ اشرف صاحب ان دونوں کو بھی کمرے میں لے آئے۔ ساری بات سن کر روبینہ (رجا کی امی) فوراً تیار ہو گئیں۔ کیونکہ وہ بھی رجا کیلئے کسی ایسے ہی رشتے کی تلاش میں تھیں۔ "سب کچھ تھوڑا عجیب تو ہوگا، پر شادی کے بعد پھر وہ لوگ کیا کر سکتے ہیں، ذرا سوچو سلیم، ہماری رجائیں کمرے کی وہاں عیش، ارے چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں گے ناں، تو ایسا رشتہ نہیں ملے

گا۔ روبینہ نے کہا۔ "پر پھر بھی یہ دھوکا ہے ان لوگوں کے ساتھ، اور اگر بعد میں حماس نے رجا کو طلاق دے دی تو؟۔ سلیم صاحب نے کہا۔ "ارے کچھ نہیں ہوتا، اور ہماری رجا میں بھلا کیا کمی ہے جو وہ اسے طلاق دے گا! اور اگر دے بھی دی، تو حق مہر بھی ادا کرنا پڑے گا، اور ہم حق مہر ہی اتنا لکھوائیں گے کہ طلاق دینے سے پہلے سو بار سوچے، اور اگر طلاق دے بھی دی تو حق مہر تو اتنا ہوگا کہ ہماری رجا کی عیش ہو جائے گی۔" روبینہ نے کہا۔ وہ کسی بھی قیمت پر یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ "تم بتائیے، تمہاری کیا مرضی ہے؟۔ سلیم صاحب نے خاموش کھڑی رجا کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ "جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔" رجا نے سر جھکا کر کہا۔

\*\*\*\*\*

رات ہال پہنچ چکی تھی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں کا نکاح بھی ہو گیا۔ پر رجا کو گھونگھٹ اوڑھایا ہوا تھا۔ اور پوچھنے پر ثروت نے یہ کہا تھا کہ ان لوگوں کے یہاں یہ رسم ہے کہ دلہن کا گھونگھٹ بس نکاح کے بعد جگہ عروسی میں دولہا اٹھاتا ہے۔ تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں رخصتی کر دی گئی۔

\*\*\*\*\*

رجا پھولوں سے سچی تیج پر بیٹھی ان سب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ جب حماس اس کا گھونگھٹ ہٹائے گا تو نور کی جگہ رجا کو دیکھ کر اس کا کیا رد عمل ہوگا! وہ اسے قبول کرے گا بھی یا نہیں! ابھی وہ یہی سب سوچ رہی تھی کہ دروازہ کھلا۔ رجا کی دل کی دھڑکنے اور تیز ہو گئیں۔ حماس آہستہ سے چلتا ہوا بیڈ پر رجا کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ "شکر ہے خیر و عافیت سے سب ہو گیا۔" حماس نے کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "ویسے تو بڑا بولتی رہتی ہو، اب بھی بولو کچھ۔" حماس نے کہا۔ "چلو اب ساری زندگی تمہیں ہی بولنا ہے، اور مجھے سننا ہے، تو آج میں ہی بول لیتا ہوں۔" حماس نے کہا۔ "بھئی میں نے بہت سوچا کہ تمہیں منہ دکھانی میں کیا دوں پر کچھ سمجھ ہی نہیں آیا، تو میں یہی لے آیا۔" حماس نے رجا کا دائیاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسکی تیسری انگلی میں ایک ڈائمنڈ کی رنگ پہناتے ہوئے کہا۔ "یا راج تو کچھ بولو۔" حماس نے کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حماس نے آخر کار رجا کا گھونگھٹ اٹھا دیا۔ اور پھر اس پر تو جیسے ساتوں آسمان ہی ٹوٹ پڑے۔ حماس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "ر... رجا... ت... تم!۔ حماس نے بے یقینی سے باشکل کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس سر جھکائے بیٹھی رہی۔ "نور کہاں ہے؟۔ حماس نے پوچھا۔ رجا نے حماس کی جانب دیکھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتائی۔ اور حماس کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ نور میرے ساتھ ایسا کرے گی۔" حماس نے بے یقینی سے کہا۔ "ہم سب ہی صدمے میں ہیں حماس، کسی کو یقین نہیں آ رہا، اور مجھے پتہ ہے کہ تمہارے لئے بھی یہ بہت تکلف دہ بات ہے، پر حماس یہی حقیقت ہے، مجھے آج نہیں توکل

کسی ناکسی سے تو شادی کرنی ہی تھی، تو جب میری ذات سے کسی کی عزت کا پردہ ہو رہا تھا تو میں نے یہ سب قبول کر لیا، اب آگے مرضی تمہاری ہے، تو رو پتہ نہیں کہاں جا چکی ہے، اب تم چاہو تو اس شادی کو نبھالو، یا پھر چاہو تو اسے ختم کر دو، مجھے دونوں صورتوں میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" رجانے کہا۔ حماس خاموشی سے رجا کو دیکھتا رہا۔ اور اٹھ کر گیلری میں آ گیا۔ رجا بھی وہیں بیٹھی رہی۔ اور حماس کا انتظار کرتی رہی۔ جب کافی دیر تک حماس واپس نہیں آیا تو رجا بھی اٹھ کر گیلری میں آ گئی۔ آسمان پورا ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ حماس لکڑی کے جھولے پر دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھا ہوا تھا۔ رجا بھی اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ آہٹ پر حماس نے سر اٹھا کر رجا کی جانب دیکھا۔ "اس طرح پچھتاتے سے کچھ نہیں ہوگا، تمہیں کوئی ایک آریا پار فیصلہ لینا ہوگا۔" رجانے کہا۔ حماس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے کسی غیر مرئی نقتے کو دیکھتا رہا۔ "تم جو بھی فیصلہ لو، اپنی سہولت دیکھ کر لینا، کیونکہ مجھے تمہارے کسی فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" رجانے پھر کہا۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں تم سے نہیں، تمہاری سہیلی سے شادی کرنے والا تھا، میری زندگی میں تم سے پہلے کوئی اور تھی، تم میرے ساتھ پوری زندگی گزار لو گی؟" حماس نے پوچھا۔ "ہاں، کیونکہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے شرک حیات کے ماضی کے بارے میں علم ہوتا ہے، اور دوسری بات کے نور تمہارا ماضی تھی، اور تمہارے ماضی سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" رجانے کہا۔ "سوچ لو، اب بھی وقت ہے۔" حماس نے کہا۔ "میں نے سب کچھ سوچ کر ہی یہ فیصلہ لیا تھا۔" رجانے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنی من مانی کر کے تو ایک دفعہ دیکھ چکا ہوں، اب ایک دفعہ قدرت کے فیصلے پر بھی عمل کر کے دیکھ لیتا ہوں، کیونکہ تمہارے مطابق زندگی میں کسی ناکسی موڑ پر رسک لینا پڑتا ہے، اور میری زندگی بھی ابھی اسی موڑ پر ہے۔" حماس نے کہا۔ اور قدرت کے فیصلے کو قبول کر لیا۔

\*\*\*\*\*

اگلے دن صبح جب باقی گھروالوں کو یہ بات پتہ چلی تو سب ہی حیران رہ گئے۔ "یا اللہ! اتنا بڑا دھوکا۔" فرحت نے حیرانگی سے کہا۔ سب لوگ اس وقت ہال میں جمع تھے۔ "آئی بیہی حالت اس وقت ثروت آئی سمیت باقی سب کی بھی ہے، پر نور ایسا کر چکی ہے۔" رجانے کہا۔ "پر بیٹی تم نے اتنی بڑی قربانی کیوں دی!۔ ذیشان صاحب نے پوچھا۔" کیونکہ انکل آج نہیں توکل، مجھے کسی ناکسی سے تو شادی کرنی ہی تھی ناں، تو جب میری وجہ سے دو خاندانوں کی عزت بچ رہی تھی تو میں نے یہ فیصلہ قبول کر لیا، اور اب آپ لوگ جو بھی فیصلہ لیں گے مجھے وہ بھی قبول ہوگا۔" رجانے بتایا۔ "ہم ابھی چلتے ہیں، اور ان لوگوں سے بات کرتے ہیں کہ بھلا ایسے بھی کوئی کرتا ہے!۔ فرحت نے کہا۔" کیا ہوگا بات کرنے سے! وہ لوگ بھی یہی بولیں گے جو رجانے کہا ہے، اور اس طرح تماشا کرنے سے

جن لوگوں کو نہیں پتہ ہے اس بارے میں، انکو بھی پتہ چل جائے گا۔" ذیشان صاحب نے کہا۔ "پر پھر بھی ذیشان" - فرحت نے کہا۔ "تم بتا حماس، تم نے کیا سوچا ہے اب؟" ذیشان صاحب نے پوچھا۔ "پاپا مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔" حماس نے کہا۔ "تو بس پھر ٹھیک ہے، جو گزار گیا اسے بھول جا، اور آنے والے لکل اور آج کو بہتر بنا، اور ہمیں امید ہے کہ تم ہماری امیدوں پر پوری اترو گی بیٹی"۔ ذیشان صاحب نے رجا سے کہا۔ اور رجانے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

\*\*\*\*\*

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ولیمے کا فنکشن شروع ہو چکا تھا۔ ولیمہ ذیشان صاحب کے گھر کے بڑے سے لان میں تھا۔ اور لان کو کافی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ سب مہمان آچکے تھے۔ اور دولہا دلہن بھی اسٹیج پر موجود تھے۔ رجا نے گولڈن کلر کی گلوں سے ہوئے بھری ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ حماس نے بلیک کلر کی جنسن کے ساتھ سکن کلر کی شرٹ اور اس کے اوپر بلیک کوٹ پہنا ہوا تھا۔ دونوں ایک ساتھ بہت اچھے لگ رہے تھے۔ پردوں کو اس طرح ایک ساتھ دیکھ کر کسی کے ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ اور وہ تھا صائم۔ پورے فنکشن میں صائم بس ایک جگہ کھڑا حیران سا دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جب تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اور سب مہمان چلے گئے تو حماس صائم کو لے کر لان میں رکھی ٹیبل کے گرد کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ "مجھے پتہ ہے کہ تم یہی سوچ رہے ہو گے کہ یہ سب کیا اور کیسے ہو گیا! حماس نے کہا۔ صائم نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر حماس نے صائم کو شروع سے سب بتایا۔ اور صائم خاموشی سے سنتا رہا۔ "تم سے جب میں نے رجا کے متعلق بات کی تھی تو تم نے کہا تھا کہ تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے، اور تم خود بھی ایمان داری سے بتا، کیا تم رجا کے ساتھ اس حد تک سنجیدہ تھے!! اور تمھو اپنے گھر والوں سے بات کیوں نہیں کی! اگر تم نے بات کی ہوتی تو آج ایسا نہیں ہوتا۔" حماس نے کہا۔ "نہم! تم ٹھیک کہہ رہے ہو یار، مجھے اس سے بس وقتی لگا ہوا تھا، اگر سچ میں ایسا کچھ ہوتا تو میں پہلی فرصت میں دادی کو اس کے گھر بھیج دیتا، اتنا وقت نہیں لگاتا، خیر جو ہوا اسے جانے دو، اور میری جانب سے بھی اپنے دل میں کوئی بات نہیں رکھنا۔" صائم نے کہا۔ "کبھی نہیں یار، اور ویسے بھی ہم لڑکوں کا تو کام ہوتا ہے، دوست کی بیوی یا منگیتری کی سہیلی میں دلچسپی لینا۔" حماس نے صائم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے ماحول بدلنے کیلئے کہا۔ صائم بھی مسکرا دیا۔

\*\*\*\*\*

وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا۔ ان دونوں کی شادی کو اب ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ اور یہ لوگ کچھ دن پہلے ہی ہنی مون سے واپس آئے تھے۔ شروت اب بیمار رہنے لگی تھی۔ اور نور کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا تھا۔ صائم کی دادی کا بھی بیماری کی وجہ سے انتقال ہو گیا تھا۔ اور صائم دئی چلا گیا تھا۔ اور اسکے دل میں بھی اب رجا کیلئے ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ



رجا کو بھابھی کی نظر سے ہی دیکھتا اور ملتا تھا۔ رجا ایک اچھی بیوی اور بہو ثابت ہوئی تھی۔ اور حماس بھی اچھا شوہر اور داماد ثابت ہوا۔ سب کچھ اپنے معمول پر بلکل ٹھیک چل رہا ہے۔

\*\*\*\*\*

رجا آج شادی کے بعد پہلی دفعہ اپنی امی کے گھر رکنے آئی ہوئی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی حماس اسے یہاں ڈراپ کرتا ہوا آفس گیا تھا۔ اور رجا اس وقت ثروت کے گھر میں تھی۔ "کیا حال کر لیا ہے آنٹی آپ نے اپنا! آپ بلکل بھی خیال نہیں رکھتی ہیں اپنا اب"۔ رجا نے کہا۔ وہ ان کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ "بس بیٹی جو جیسے خیال کرنا چاہئے تھا، اس نے تو کیا نہیں، اب میں کیا کروں اپنا خیال رکھ کر! ثروت نے کہا۔" ایسی باتیں نہیں کریں آنٹی، نور نہیں ہے تو کیا ہوا! کیا میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں! کیا مجھے خوش دیکھ کر آپ کو خوشی نہیں ہوتی ہے! رجا نے کہا۔ "ارے نہیں میری بچی، تو بھی میری بیٹی ہے، اور تمہیں اپنے گھر میں آباد دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے، اور ماشا اللہ شادی کے بعد تو کچھ زیادہ ہی اچھی ہو گئی ہو"۔ ثروت نے کہا۔ رجا مسکرا دی۔ پھر کافی دیر وہ انکے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی۔

\*\*\*\*\*

"بیٹی تم خوش ہونا اپنے گھر میں! سلیم صاحب نے پوچھا۔ تینوں کھانے کے بعد لانچ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔" جی ابو، بہت خوش ہوں۔" رجا نے کہا۔ "اور نہیں تو کیا، اسکو دیکھ کر نہیں لگ رہا آپ کو، ماشا اللہ شادی کے بعد کیسی نکھر گئی ہے۔" روینہ نے کہا۔ اور رجا جھینپ کر مسکرا دی۔ کہ تب ہی ڈور بیل بجی۔ سلیم صاحب دروازہ کھولنے گئے۔ "السلام علیکم"۔ حماس نے اندر آتے ہوئے سلام کیا۔ سلیم صاحب بھی اندر آ گئے۔ "وعلیکم السلام، بیٹا تم اس وقت! خیریت تو ہے ناں سب! روینہ نے پوچھا۔ حماس اور سلیم صاحب تب تک صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔" جی آنٹی خیریت ہے، وہ تو میں رجا کو لینے آیا تھا۔" حماس نے بتایا۔ "رجا کو لینے! پر بیٹا تو آج یہاں رکنے آئی تھی ناں! روینہ نے کہا۔ رجا کو بھی حیرت ہوئی۔ "جی آنٹی، پر شام میں آفس سے آنے کے بعد مجھے می نے بتایا کہ ان کی ایک کزن کا اچانک انتقال ہو گیا ہے، اور وہ دوسرے شہر میں رہتی ہیں، تو انھیں کل انکی تدفین سے پہلے پہلے وہاں پہنچنا ہے، اس کیلئے انھیں یہاں سے صبح نکلنا ہوگا، اور وہ رجا کو ساتھ لے کر جانا چاہتی ہیں، اب اگر میں رجا کو صبح لینے آتا تو اب سب ڈسٹرب ہو جاتے، اس لئے میں ابھی آ گیا۔" حماس نے تفصیل بتائی۔ "اوہ ہو! اللہ پاک مغفرت فرمائے انکی، چلو تم لے جا رجا کو، باقی کل میں تمہاری امی کو فون کر کے تعزیت کر لوں گی۔" روینہ نے کہا۔ "ارے نہیں آنٹی، فون نہیں کیجئے گا۔" حماس نے جلدی سے کہا۔ "کیوں؟ روینہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔" وہ پھر مٹی مجھ پر غصہ کریں گی کہ میں نے آپ لوگوں کو کیوں بتا دیا! کیونکہ مٹی کی ان کزن

کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں ہے، اور می کو بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی ان سے کسی بھی معاملے میں اظہارِ ہمدردی کرے، وہ تھوڑی الگ طبیعت کی مالک ہیں، آپکو پتہ تو ہے، اس لئے آپ اس بارے میں ان سے کوئی بات مت کیجئے گا۔" حماس نے وضاحت کی۔ "اچھا چلو ٹھیک ہے، خیر تم بیٹھو، میں تمہارے لئے بھی چائے لاتی ہوں۔" روبینہ نے کہا۔ "نہیں آنٹی، بس میں رجا کو لینے آیا تھا، اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں لے جاں رجا کو!۔ حماس نے کہا۔ "ارے ہاں بیٹا، تمہاری بیوی ہے یہ، اس میں بھلا اجازت لینے والی کونسی بات ہے۔" سلیم صاحب نے کہا۔ "ٹھیک ہے، تو پھر چلیں رجا!۔ حماس نے کہا۔ اور رجا سر ہلاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

"ممی جی کی کوئی کزن کا کب انتقال ہو گیا؟۔ رجانے پوچھا۔ دونوں اس وقت کار میں گھر کی جانب جا رہے تھے۔" کوئی سی بھی نہیں۔" حماس نے اطمینان سے کہا۔ "پرا بھی تھوڑی دیر پہلے تو تم نے کہا تھا۔" رجانے کہا۔ "وہ تو جھوٹ بولا تھا میں نے"

کتابوں کی دنیا میں معیاری اور منفرد نام  
ہمارے ادارے کی کتابیں  
آپ کو ایک نئی دنیا سے روشناس کرائیں گی



اپنی کتب کی خوبصورت اور دیدہ زیب اشاعت کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے

اُشا ڈیکھان اسماعیل خان

0344-0913786

usha.dikhan2014@gmail.com

# اوکھے پیٹے

## زرناب علی

"مین آخری دفعہ پوچھ رہی ہوں تم سب سے کہ.... کس نے پھینکی وہ مونکی جیل... اس بیچارے شریف حسن پہ؟"

دادی نے کوئی تیسری بار... آخری دفعہ پوچھا..

"اماں جیل نہیں تھی.. جیل ہوتی تو وہ بچہ بے چارہ روتا بھی نہ... اور نا اسکی ماں..... شکایت لے کر آتی... جیل مین ایلفی بھی تھی.... آدھا سر تو گنجا ہو گیا اس بے چارے کا"....

پچھونے جلتی پہ تیل ڈالا....



ہی حیدر کو بتا دے گی.... اور جب اسے پتہ چلے گا.... کہ اس نے اپنی غلطی کی کیسی سزا بھگتی ہے.... تو وہ بھی اسے معاف کر دے گا....

ابھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی.... کچھ دیر بعد دروازہ بند ہونے اور لاک کرنے کی آواز بھی آئی تھی.... گھونگھٹ کے اندر اسے پریشانی نے گھیر رکھا تھا....

گھبراہٹ فطری تھی...  
"اسلام علیکم...."

ساتھ ہی کوئی شیر وانی بھٹک کر پیچھے کی.... بیڈ پہ بیٹھا تو مومنہ کو خوف محسوس ہونے لگا....

وعلیکم اسلام کی آواز بھی مینہ میں ہی رہ گئی تھی.... پھر گھونگھٹ اٹا گیا... اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا.... وہ مسکرا رہے تھے....

فوراً نظریں جھکا لیں.... وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسے....  
"یہ آپکا منہ دکھائی کا تھہہ...."

ساتھ ہی ایک کنگن بڑی آہستگی سے اسکی کلائی میں منتقل کر دیا گیا

"کچھ بولیں گی نہیں.... مومنہ آپ؟"

ہاتھ ابھی بھی اسکے ہاتھ میں تھا....

اس نے بمشکل پکلیں اٹھا کر دیکھا.... پھر تھوک نگل کر

بات کرنے کا فیصلہ کیا

"وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی.. ضروری بات

ہے...."

رہی جاتے یا اسے مار دیتے....

اور میجر حیدر علی اسے چھوڑنے میں ایک لمحہ ناگاتے.

یہ سزا تھی تو مشکل گمراہ اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی....

یہ لہبا اور اکھا پیٹڈ تھا.... مگر ابھی اسے چپ چاپ طے

کرنا تھا.... کم از کم رخصتی تک تو برداشت کرنا ہی

تھا....

یہ پیٹڈ بڑے اوکھے تھے.... جس میں وہ اپنی بے

وقوفیوں کی وجہ سے پھنس گئی تھی....

اسکے پاس دو ہی راستے تھے یا تو وہ سب کچھ بچ بچا کر معیز

، سیف اور حیدر علی سمیت اپنے تمام ایڈ ونچرز کی کہانیاں اپنے

سر قبول کرتی یا پھر کم از کم شادی تک ان سب کی بلیک میلنگ

برداشت کرتی....

اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا تھا....

اللہ اللہ کہ کچھ مہینے گزر گئے.... اور رخصتی کا دن بھی ا

گیا.... مگر ان چھ مہینوں میں جو ظلم مومنہ نے سہا تھا وہ مومنہ ہی

جانتی تھی.... کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا.... مگر اس جیسی

ڈومیننگ لڑکی کے لیے انکی دھمکیوں کی وجہ سے رکنا یا کوئی کام

کرنا مرنے سے بدتر تھا.... مگر وہ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے خود کا

تماشہ نہیں بنوا سکتی تھی.... اتنی عقل تو تھی ہی اس میں کہ

کچھ عرصہ برداشت کر لیتی.... آخر کار اسے اس کا

ثواب میجر حیدر علی کی صورت ملنے والا تھا....

ابھی کچھ دیر پہلے اسے جملہ عروسی میں چھوڑ کے گئی

تھیں.... وہ اسے کنواروں کی بدعائیں لگنے سے ڈرا

رہی تھیں.... مگر وہ مطمئن تھی.... کہ وہ سب کچھ خود

یہ بات انھیں ہضم نہی ہو رہی تھی...

مومنہ رونے اور معافیاں مانگنے لگی....

"اس وقت کہاں جاؤں گی میں.... پلیز حیدر آپ جو

کہیں گے میں وہ کروں گ۔۔۔۔۔ مگر پلیز مجھے اس

طرح کمرے سے ناکالیں"

وہ تمام عزت نفس بھول کر اس سے معافیاں مانگ رہی

تھی.... اس کے منتوں کے بعد کوئی آدھے گھنٹے میں

اس کا غصہ کم ہوا.... اور اس نے اسے زمین پر سونے کی

اجازت دے دی.... ساتھ ہی اپنے سامنے منہ بند

رکھنے اور اپنی اوقات میں رہنے کی وارننگ بھی دے

ڈالی...

"میں صرف ماموں کی وجہ سے تمہیں اس کمرے میں

رہنے کی اجازت دے رہا ہوں.... اپنی حدود کبھی نا

بھولنا.... کم از کم تب تک جب تک میں تمہاری ان

گھٹیا حرکتوں کو بھول نہ جاؤں.... اور اپنے کمرے میں

تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتا میں.... ذہن میں بٹھا

لو یہ باتیں"

اتنا کہہ کر وہ تو بیڈ پر جا کر لیٹ گیا.... مگر مومنہ اس

بھاری لباس میں اپنی قسمت کو بیٹھی روتی رہی.... ابھی

اسکی سزا ختم نہیں ہوئی تھی.... اس نے اپنے غرور اور

کم عقلی میں خود کو ان مشکل راہوں کا مسافر بنا دیا تھا۔

... اور پتہ نہیں کتنی سزا باقی تھی.... اس کا دل اتنی جلدی

تو نرم نہ ہوتا....

ختم شدہ

نہیں کیا کرے گا؟ سوال ذہن میں ناچ رہا تھا....

"وہ دراصل کچھ عرصہ پہلے.... سب کے کہنے

پہ.... میں نے یونی مذاق میں"....

مرمر کے بولتی وہ بات شروع کر چکی تھی.... بتائے بغیر

چارہ بھی نہیں تھا

"بس کچھ دفعہ آپکو.... میرا مطلب سب نے ارم

... شمن.... وغیرہ نے"....

اور بہ شکل اس نے شروع سے آخر تک تمام بات اسے

بتائی.... پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا.... حیدر علی ہولقوں

کی طرح اسے دیکھ رہے تھے.... فوراً اس کا ہاتھ

جھٹکا.... اور ایسے بیڈ سے اٹھے.... جیسے کرنٹ لگا

ہو.... اسکے سارے گمان اپنی موت مر گئے تھے.... وہ

لڑکی جسے وہ اپنے خوابوں کی شہزادی سمجھ رہے تھے...

وہ کچھ عرصہ پہلے اسے عشقیہ شاعری بھیجتی رہی

تھی.... اور خود کشی کی دھمکیاں دیتی رہی تھی.... اور وہ

لڑکی جسے وہ نہایت فاضول اور چھچھوری سمجھ کر لعنت بھیج

چکے تھے.... ا

وہ انکی بیوی کی صورت ان کے سامنے بیٹھی تھی.... زمین

گول گول گھوم رہی تھی.... وہ خود کو خلا میں محسوس کر

رہے تھے....

"دفعہ ہو جاو اس کمرے سے.... تمہیں شرم نہ آئیسی

گھٹیا حرکتیں کرتے ہوئے"

اور بھی نجانے کیا کیا بولتے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے

کے دروازے تک لے آئے تھے.... اتنی احتیاط کے

باوجود وہ دھوکا کھا گئے تھے....

وہ آخر میں متاثر ہونے والے انداز میں... بولا....

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مجھے...."

خاتون نے اس کے استہزائیہ انداز پر گہرا کراکال کاٹ

دی....

اور وہ موبائل بیڈ پر اچھال کر دوش روم میں گھس گیا....

نہا کر ریڈی ہو کر کمرے سے نکلا.... تو ایک دم کوئی

ہفتہ پہلے... بینک کے باہر ملنے والی چند لڑکیاں یاد

آئیں.... جو سیٹھی لینا چاہتی تھیں.... مگر وہ معذرت

کر گیا تھا....

میجر حیدر کے ذہن میں بینک کے باہر ملنے والی ان چند

لڑکیوں کا خیال آیا.... پچھلے دنوں وہ باہر صرف ایک دفعہ

کچھ کام سے بینک گیا تھا.... وہیں کچھ خواتین دیکھی

تھیں... شاید انہی میں سے کوئی تھی...

وہ سر جھٹک کر رہ گیا....

لڑکیاں بھی عجیب ہیں آجکل....

وہ باہر لان میں آ کر.... گھر کا ملانے لگا.... عید

سے دو دن پہلے جانا تھا اس نے... اطلاع دینی

ضروری تھی....

مومنہ پچھلے تین دنوں سے مسلسل میسج کر رہی

تھی.... پھر اس نے واٹس ایپ پر بھی میسج بھیجے....

مگر ادھر سین کر کے انگوڑ کیا جا رہا تھا....

پھر عید کی تیاریاں مکمل کرنے کی جلدی میں وہ سب

مصروف ہو گئے.... اٹھائیسویں روزے کو بابا اور

چاچو کی سمیت خاندان آمد ہونے لگی.... تب ہی اس

نے نہایت محنت سے ایک واضح پیغام ترتیب

گر پلیز آپ مجھے غلط نہ سمجھئے گا.... آپ سن رہے ہیں

نا

خاتون اپنا موقف کہنے کی پس و پیش سے کام لے رہی

تھیں.... جی میں سن رہا ہوں...."

حوصلہ دیا.... وہ شرٹ اور ویسٹ (Vest) اتار چکا

تھا.... اب بات ختم کر کے نہانا چاہتا تھا....

"وہ اصل میں آپ مجھے بہت اچھے لگے.... بہت سلجھے

ہوئے سے.... آپ سمجھ رہے ہیں نا...."

اور بے اختیار اس کے لمبرکراہٹ نے چھو....

بولا کچھ نہیں....

"تو اسی لیے آپ کو میسج کئے.... بڑی مشکل سے تین چار

دن لگا کر اپکا نمبر تلاش کیا.... اور آپ سے رابطہ کر سکی

...."

خاتون نے گھبرائے ہوئے انداز میں اب کے جلدی

جلدی بات مکمل کی.... اور وہ تہقہ لگا کر ہنسا....

"ارے واہ.... کیا کہنے ہیں آپ کے سپرٹ

کے.... آپ نے ہفتہ پہلے مجھے دیکھا.... اور آپ کو

اسی وقت پتا چل گیا کہ میں اچھا اور سلجھا ہوا ہوں...."

وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا....

.... "اور پھر آپ نے تیز ترین سروں دیتے ہوئے نا

صرف میرا نمبر تلاش کیا.... بلکہ پچھلے تین دن سے

نہایت دکھی شاعری بھی بھیج رہی ہیں.... ارے واہ

میں تو متاثر ہی ہو گیا ہوں.... کیا کہنے

آپ کے.... خاتون ہو کر آپ نے نہایت ہمت کا

مظاہرہ کیا ہے.... گڈ! ان فیکٹ امپریسو...."

ہایت محنت سے ایک واضح پیغام ترتیب دیا.... اور اس کو علی بھائی کے نمبر پر بھیج دیا....

جس کا لب لباب کچھ یوں تھا کہ وہ ان سے شدید متاثر ہوئی ہے.... اور اب اسکے جذبات شدت اختیار کر گئے ہیں.... اور انکی طرف سے کوئی بھی منفی جواب اسکے لیے موت کا پروانہ بھی ثابت ہو سکتا ہے....

مقصد صرف ایک دفعہ انکو مطلوبہ بڑیک پہ لے کر آنا.... اور باقی سب پہ اپنا کہا ثابت کرنا تھا.... اس لیے جس حد تک ڈرامائی کر سکتی تھی... پچولیشن کو اس حد تک ڈرامائی کر کے پیش کر دیا....

اس وقت تک وہ بالکل بے خبر تھی کہ یہ ایڈونچر اسکے گلے کی ہڈی بھی ثابت ہو سکتا ہے... جسے وہ نا اگل سکے گی نا اگل سسکے گی....

بعض اوقات ہم دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہوئے یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ ہمارا یہ عمل ہمارے لیے کس قدر مشکلات کھڑی کر سکتا ہے وہ بھی بھول گئی تھی....

اور توقع کے عین مطابق تیسری دھمکی پر جوابی کال آ گئی....

"جی محترمہ.... کہیے... کیا کہنا ہے آپکو؟" بغیر سلام دعا کے وہ خاصے جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولے

"مین نے جو کہنا ہے... کہہ چکی ہوں.... امید ہے آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے"

اعتماد سے کہا....

"جی میں نہیں سمجھ سکا... سوائے اسکے کہ آپ کو کوئی پریشانی ہے... شاید کوئی فیملی پریشی... مگر آپ مجھے یہ بتائیں میں آپکے لیے کیا کر سکتا ہوں....؟"

وہ اسکی دکھ بھری داستان پڑھ چکا تھا.... جس میں اس نے لکھا تھا کہ اسکا خاندان چاہتا ہے کہ وہ بھپھو کی بیٹی سے شادی کر لے... مگر وہ تمام خوبیوں کے باوجود

اس پر پوزل پہ راضی نہیں.... کیونکہ وہ انکے بارے میں سخت سنجیدہ ہو چکی ہے.... اور ساتھ ہی اپنی محبت کی چند یقین دیاں

"جی میں کیا کر سکتا ہوں آپکے لیے؟"

وہ ہنوز حیران تھا

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں...؟ آپ کو نہیں پتہ خنی اگر کوئی قدر کرنے والا مل جائے تو کوء کرتے ہیں؟"

عجیب آدمی تھا.... معیز نے تو اس بات پہ گھرا اپنی اماں کو کنوٹس کرنا بھی شروع کر دیا تھا.... وہ تو جب پھپھو نے ساری بات اور انٹرنیٹ کی ملنے والی لڑکی اور معیز کی اس کے رشتے کی بات کرنے کی ضد سمیت دادی کو

بتائی تو دادی نے ناصر خود اسے آڑے ہاتھوں لیا.... بلکہ علی بھائی اور بابا کو بھی بتایا.... تب انھوں نے

بات کو بڑھتے دیکھ کر نہ صرف معیز کے تمام نمبر ہلاک کیے.... بلکہ سم بھی چینج کرنی پڑی....

ویسے ان دونوں کے ہاتھوں معیز کی خاصی بے عزتی ہوئی تھی... مگر اسکا عشق اتنی آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوا تھا.... اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی تھی

اور اب یہ بندہ پوچھ رہا تھا کہ کیا کر سکتا ہوں؟

طرح اپ میرے بارے می سنجیدہ ہیں... اور جیسا کہ

پڑی.....

آہ نے کہا کہ تمام خوبیاں ہونے کے باوجود

ویسے ان دونوں کے ہاتھوں معیذ کی خاصی بے عزتی

اپنی... غالباً وہ آپ کی پھپھو کے بیٹے ہیں نا جنہیں آپ

ہوئی تھی... مگر اس کا عشق اتنی آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوا

ٹھکرا رہی ہیں....؟"

تھا.... اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی تھی

بات کرتے کرتے وہ رکا

اور اب یہ بندہ پوچھ رہا تھا کہ کیا کر سکتا ہوں؟

"جی" وہ اتنا ہی بولی

"آپ اپنے گھر والوں سے بات کریں.... مجھے پتہ

"ہاں تو یقیناً تمام صورت حال جان کر وہ کم از کم آ پکو خود

ہے شپ شادی شدہ نہیں ہی.. سیدھے سے وہ میرے

کشی تو نہیں کرنے دیں گے.... تو ذرا کرا نین بات

گھر والوں سے بات کریں.... ویسے بھی شادی اسی

اپنی امی سے"....

سے کرنی چاہیے جو اپنے ساتھ زندگی گزارنا

اور مومن کو احساس ہوا کہ وہ آدمی اسے بری طرح

چاہے"....

پھنسا رہا تھا.... اسکی خود کشی کی دھمکی کا یہ جواب آئے

اس حج نہایت معصومیت سے اتنی بڑی بات کہہ

گا....

دی... مقصد صرف اپنے جذبات کے ایک نمبر ہونے

اس نے سوچا نہیں تھا

کا یقین دلانا تھا

"ہوں پاگل کہیں کا.... امی.... امی مجھے قتل نہ

"جی میں اپنے گھر والوں سے تو نہیں... مگر آپکے گھر

کر دیں.... آگرا نہیں شک بھی وہ کہ میں کیا کر رہی

والوں سے بات کر سکتا ہوں... اگر آپ چاہیں تو...؟"

ہوں....

مومنہ حیران ہوئی.... اتنی جلدی مان گیا تھا... اور خود

اس کا دل چاہا کہ وہ چند گالیاں دے کر فون بند کر

سے کیوں.....؟؟

دے.... مگر اس سے کورا سٹوری خراب

کیا وہ گھر والوں کے علم میں لائے بغیر رشتے کی بات

ہوتی.... اس لیے اس نے بے قدری کے چند طعنے

کرنا چاہتا تھا.... اب کی بات حیران ہونے کی باری

دے کر فون بند کر دیا....

مومنہ کی تھی....

اسکے بعد شرم کو تو جیسے موقع مل گیا تھا.... وہ بغیر کسی لحاظ

بڑا ایڈوانس ہے

کے اسے طعنے دیتی رہی.... وہ ایسے خوش تھی جیسے علی

وہ سوچ کر رہ گئی

نہیں وہ اس چیننگ پریڈ میں پاس ہوئی تھی....

"کیا بات کریں گے... آپ؟"

خیر وہ بھی کچھ نہیں ان طعنوں کا جواب دینے کا ارادہ کر

استغفہا میہ انداز میں زور آپ پھڑا

کے ٹال جاتی

"جی میں انھیں آپکے جذبات بتاؤں گا.... کہ کس



"نا کرو....؟"

یہ ٹائیچی

"قسم سے میں اپنے کانوں سے سن کر آ رہی ہوں... دادی

اپنے کمرے میں علی بھائی کو اس کے گھڑپن کی جو جھوٹی سچی

تقریض سنارہی ہیں..."

اشارہ مومنہ کی طرف کیا.... ارم کی آواز میں اب بھی حیرت

کا عنصر باقی تھا

.... "اور وہ کہہ رہے ہیں.... کہ اماں جو آپکو

مناسب لگے.... بس مجھے غیر سنجیدہ اور چھپھورہ لڑکیاں

سخت ناپسند تھیں.... مگر مومنہ کافی سمجھ دار ہے...

آپ بھی یہی کہہ رہی کہ وہ سنجیدہ شخصیت کی مالک

ہے.... مجھے بھی وہ باتوں سے مختلف لگی ہے.... اور

ماموں کی خوشی بھی اسی میں ہے.... تو میں کیسے

اعتراف کر سکتا تھا"

سب نے عجیب بے اعتباری سے اسے دیکھا....

اور اپنی جگہ شک میں تو وہ بھی تھی.... کسی نے بتایا

تک نہیں....

"اوٹو آن سب خواتین اس لیے بازار گئی ہیں....؟"

نہن صبح صبح روزے کی حالت میں ان کے بازار جانے پہ

پہلے ہی حیران تھی.... اب وجہ مل گئی تھی

"بازار نہیں گئیں.... اپنے خاندانی جیولری کی طرف گئی

ہیں.... باقی سب منگنی کا کہہ رہے تھے... مگر تایا ابو

نے کہا.... کہ نکاح کرنا مناسب ہے...."

ارم ساری معلومات لائی تھی....

"کس قدر منافق ہو تم.... مومنہ.... مجھے اندازہ نہی

ہے... ان حالات میں دوبارہ کوئی کوشش کرنا خود کو

پھنسانے کے مترادف تھا....

اسی لیے وہ اس دن کے بعد دوبارہ کال کرنے سے باز

رہی... سوچا تھا کچھ دنوں بعد ی ناراضی کا تاثر ختم کر

کے دوبارہ ایک کوشش کرے گی.... مگر قسمت کو کچھ

اور منظور تھا....

اٹھویں روزے کو افطاری کے بعد تمام بڑوں کی

کانفرنس ہوئی.... جس کا ایجنڈہ تو.... معزز کو امریکہ

بجھوانے کے بارے میں صلاح مشورہ کرنا

تھا.... مگر تیسویں روزے کو عقدہ کچھ اور کھلا.... اور

وہ بھی تب جب ارم نے آ کر بک پھوڑا.... کہ "یار

ظلم ہونے والا ہے"

اسکی موٹی موٹی آنکھیں کچھ زیادہ ہی کھلی ہوئی تھیں....

"کوہ اچھی خبر نہ سنانا.... شکل اچھی نا ہو تو بندہ بات

اچھی سنائے"

مومنہ نے خبر سننے بغیر اس پہ وار کیا.... گویا دل کو تسلی

ہوئی تھی....

"تمہاری تو عید ہو گئی.... بری تو باتوں کے لیے

ہے...."

اس نے عجیب انتقامی نظروں سے اسے دیکھا

"عید سب ہی کی ہے.... اب کیا اکتیسواں روزہ رکھو نا

ہے؟"

مومنہ نے جی بے ذات نظروں سے اسے دیکھا....

"گھٹیا عورت تمہارا نکاح ہو رہا ہے وہ بھی کل اور...."

کہتے کہتے وہ رک گئی....

ہے.... مگر بھول کر بھی نہ سوچنا کہ ہم تمہارے خُمرے اٹھائیں گے.... اس لیے اب اس حجرے سے اٹھو.... اور اوپر آ کر نا صرف اپنے بلکہ ہمارے بھی کپڑے استری کرو...." مومنہ حیران تھی ایک ہی دن میں خون سفید ہو گیا تھا

"کیوں.... یہ کام تم لوگوں کا ہے آج" بھرپور خُمرے سے کہا....

"زیادہ خُمرہ دکھانے کی ضرورت نہیں.... زیادہ چیز بننے کی کوشش کی تو وہ سارے سکرین شارٹ میں علی بھائی کو بھیج دوں گی.... جن میں تم شیریں بنی انھیں خود کشی کی دھمکیاں دے رہی ہو.... اور تب تمہیں یہ پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی.... وہ تو صرف نکاح سے انکار کریں گے مگر ماموں تمہیں.... جان سے مار دیں گی.... یہ سستی حرکتوں پہ"

ثمن کی زبان تو ویسے بھی زہرا لگتی تھی آج تو فرٹے بھر رہی تھی....

دوسری طرف میجر حیدر علی مطمئن سا کچھ دیر بعد ہونے والے اپنے نکاح کے لیے تیار ہو رہے تھے .

مومنہ انکے بڑے ماموں کی بیٹی تھی.... بہت زیادہ تو نہیں مگر کبھی کبھار ملاقات ہوتی رہتی تھی.... خاندان کی باقی لڑکیوں کی نسبت وہ خاموش طبیعت اور سمجھدار فطرت کی مالک تھی....

وہ گھر والوں کے اس فیصلے سے خوش اور مطمئن تھے.... انکی اکلوتی.... میچو لڑکی کی شرط پوری ہوگئی تھی....

کے کی وجہ سے دادی اس سے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کرتیں تھیں.... اور یہ بات سب کو بری لگتی تھی

دادی ہمیشہ اسکی سائید لیتی تھیں.... مگر اسے ان سے ایسی محبت کی امید نہ تھی.... جی چاہا جا کر فوراً انکا منہ چوم لے....

"گھنی.... دیکھو ذرا تمہاری نمبر میکانگ کام آگئی"

ثانیہ نے بھی بہن کے رشتے کا لحاظ بالائے تاک رکھ کر اسے کہا....

اگلا پورا دن تو اسکا خوشی مین گزر گیا.... علی سے ایک دفعہ سامنے بھی ہوا.... اسے لگا وہ اسے دیکھ کر مسکرائے بھی.... پتہ نہیں مسکرائے تھے یا اسکی خوش فہمی ہی تھی.... مگر وہ خوش تھی....

جبکہ باقی سب اس پہ خفا خفا رہیں.... رشتے سے زیادہ انھیں جھوٹی تعریفوں کا دکھ تھا.... بس نہ چل رہا تھا.... سمجھ داری اور سنجیدہ مزاجی کے سارے قصے کھول کر سنائیں....

مگر مومنہ کی خوشیوں کو بریک اس وقت لگی.... جب وہ صبح سے دادی کے کہنے پہ انکے کمرے میں تھی.... وہ بہت خوش تھیں. اور انھیں ڈر تھا کہ ادھر ادھر پھرنے سے شام کو اس پہ روپ نہیں آئے گا اسی لیے اپنے پاس بٹھائے رکھا.... وہ بھی خوشی سے بیٹھی رہی.... دادی پہ ویسے بھی بڑا پیار آ رہا تھا....

ابھی ثمن اور ارم کمرے میں آئیں....

"یہ ہیں.... تمہاری چیزیں.... اور کپڑے.... ویسے تو ہمیں ادھر مہارانی صاحبہ کو تیار کرنے کے لیے بھیجا گیا

انہیں خود کشی کی دھمکی دے رہی تھی

"چہ نہیں لڑکیاں کیوں اتنی بے وقوف ہوتی

ہیں.... اور کونسے مرد ہیں جوان عورتوں کے ساتھ

زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں.... کم از کم میں تو ایسا

نہیں کر سکتا...."

انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ انہیں ایک اچھی سمجھدار

لڑکی مل گئی تھی..... اور انہیں اس امتحان سے نہیں

گزرنا پڑا تھا....

دوسری جانب وہ شام کے نکاح کی دہن اس وقت

پورے خاندان کے کپڑے استری کر رہی تھی.... ابھی

اسے تقریب میں پہننے کے لیے سب کے جوتے بھی

صاف کرنے تھے....

اور وہ سوچ رہی تھی کتنا غلط کیا تھا اس نے اس آدمی کو

چیک کرنے کے لیے ایسا قدم اٹھا کر... اپنے پاؤں پہ

خود کلبھاڑی ماری تھی..... مگر اسکے علاوہ اسکے پاس

کوئی چارہ نہیں تھا....

ابھی شن ان سکرین شارٹس کو حیدر علی کے نمبر پہ بھیجنے لگی

تھی..... ادھر وہ کوہ بات ماننے سے انکار کرتی... ادھر

وہ سینڈ کا بٹن دباتی....

"اگر میں ماناؤں تو؟"

اس نے آخری امید کے طور پہ تڑی لگائی

"تو یہ کہ تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ.... تمہیں شاید

خبر نہیں پہنچی کہ میجر حیدر علی تم سے تمہاری اس نام نہاد

معصومیت اور سنجیدگی کی وجہ سے شادی کرنے کے لیے

مانے ہیں.... تو خود سوچو کہ تمہارا کیا ہوگا؟"

وہ چہرے پہ دانگ ماسک لگائے مزے سے لیٹی ہوئی

سفا کی سے بولی

اور وہ جانتی تھی کہ وہ ایسا کر سکتی تھیں.... کیونکہ بے

شک وہ سب شامل تھیں... مگر انہیں صرف ڈانٹ

پڑتی.... ان میں سے کسی کا نکاح کینسل نہ

ہوتا.... کسی کی بدنامی نہیں ہوتی تھی.... بدنامی صرف

اسکی ہوتی.... اور ایسی گھٹیا باتیں بابا تک پہنچتیں تو وہ تو

شاید مر ہی جاتے یا اسے مار دیتے....

اور میجر حیدر علی اسے چھوڑنے میں ایک لمحہ ناگاہتے.

یہ سزا تھی تو مشکل مگر اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی....

یہ لمبا اور اکھا پنینڈا تھا.... مگر ابھی اسے چپ چاپ

طے کرنا تھا.... کم از کم رخصتی تک تو برداشت کرنا ہی

تھا....

یہ پنینڈے بڑے اوکھے تھے.... جس میں وہ اپنی بے

وقوفیوں کی وجہ سے پھنس گئی تھی.....

اسکے پاس دو ہی راستے تھے یا تو وہ سب کچھ بچ بچا کر

معین، سیف اور حیدر علی سمیت اپنے تمام ایڈ و نچرز کی

کہانیاں اپنے سر قبول کرتی یا پھر کم از کم شادی تک ان

سب کی بلیک میلنگ برداشت کرتی....

اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا تھا....

اللہ اللہ کر کے چھ مہینے گزر گئے.... اور رخصتی کا دن بھی ا

گیا.... مگر ان چھ مہینوں میں جو ظلم مومنہ نے سہا تھا وہ

مومنہ ہی جانتی تھی.... کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں

تھا.... مگر اس جیسی ڈومیننگ لڑکی کے لیے انکی

دھمکیوں کی وجہ سے کرنا یا کوئی کام کرنا مرنے سے بدتر

ساتھ ہی ایک کنگن بڑی آہستگی سے اسکی کلائی میں منتقل کر دیا گیا

"کچھ بولیں گی نہیں.... مومنہ آپ؟"

ہاتھ ابھی اسکے ہاتھ میں تھا....

اس نے بمشکل پلکیں اٹھا کر دیکھا.... پھر تھوک نکل کر

بات کرنے کا فیصلہ کیا

"وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی .. ضروری بات ہے...."

وہ منمننا کر رہ گئی ...

"جی جناب.... آپ ہی کی باتیں سننے کا اشتیاق

ہے.... گو کہ سنا ہے آپ بہت کم بولتی ہیں .. مگر

اچھا بولتی ہیں.... تو میں بھی سنا چاہوں گا"

جو ہمت جمع ہوئی تھی.... وہ خود ہی دم توڑ گئی.... اسکی

باتوں نے اسے ڈرا دیا تھا.... پتہ نہیں کیا کرے

گا؟ سوال ذہن میں ناچ رہا تھا....

"وہ دراصل کچھ عرصہ پہلے.... سب کے کہنے

پہ.... میں نے یونہی مذاق میں...."

مرمر کے بولتی وہ بات شروع کر چکی تھی.... بتائے بغیر

چارہ بھی نہیں تھا

"بس کچھ دفعہ آ پکو.... میرا مطلب سب نے ارم

... شمن.... وغیرہ نے...."

اور بمشکل اس نے شروع سے آخر تک تمام بات اسے

بتائی.... پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا.... حیدر علی ہونقوں

کی طرح اسے دیکھ رہے تھے.... فوراً اسکا ہاتھ

جھٹکا.... اور ایسے بیڈ سے اٹھے.... جیسے کرنٹ لگا

تر تھا.... مگر وہ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے خود کا تماشہ

نہیں بنوا سکتی تھی.... اتنی عقل تو تھی ہی اس میں کہ کچھ

عرصہ برداشت کر لیتی.... آخر کار اسے اس کا ثواب

میرحیدر علی کی صورت ملنے والا تھا....

ابھی کچھ دیر پہلے اسے جملہ عروسی میں چھوڑ کے گئی

تھیں.... وہ اسے کنواروں کی بدعائیں لگنے سے ڈرا

رہی تھیں.... مگر وہ مطمئن تھی.... کہ وہ سب کچھ خود

ہی حیدر کو بتا دے گی.... اور جب اسے پتہ چلے

گا.... کہ اس نے اپنی غلطی کی کیسی سزا بھگتی

ہے.... تو وہ بھی اسے معاف کر دے گا....

ابھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی.... کچھ دیر بعد

دروازہ بند ہونے اور لاک کرنے کی آواز بھی آئی

تھی.... گھونگھٹ کے اندر اسے پریشانی نے گھیر رکھا

تھا....

گھبراہٹ فطری تھی....

"اسلام علیکم...."

ساتھ ہی کوئی شیروانی جھٹک کر پیچھے کی.... بیڈ پہ بیٹھا

تو مومنہ کو خوف محسوس ہونے لگا....

وعلیکم اسلام کی آواز بھی منہ میں ہی رہ گئی تھی....

پھر گھونگھٹ اٹا گیا.... اس نے نظریں اٹھا کر

دیکھا.... وہ مسکرا رہے تھے....

فورا نظریں جھکا لیں.... وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسنے...

"یہ آپکا منہ دکھائی کا تھنہ...."

گھٹیا حرکتوں کو بھول نہ جاؤں.... اور اپنے کمرے میں  
تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتا میں.... ذہن میں بٹھالو  
یہ باتیں"

اتنا کہہ کر وہ تو بیڈ پر جا کر لیٹ گیا.... مگر مومنہ اس  
بھاری لباس میں اپنی قسمت کو بیٹھی روتی رہی.... ابھی  
اسکی سزا ختم نہیں ہوئی تھی.... اس نے اپنے غرور اور  
کمعقل ء میں خود کو ان مشکل راہوں کا مسافر بنادیا تھا.  
... اور پتہ نہیں کتنی سزا باقی تھی.... اسکا دل اتنی جلدی  
تو نرم نہ ہوتا.....

ختم شدہ

ی رہی تھی.... اور خود کشی کی دھمکیاں دیتی رہی  
تھی.... اور وہ لڑکی جسے وہ نہایت فضول اور چچھوری سمجھ  
کر لغت بھیج چکے تھے....!

وہ انکی بیوی کی صورت انکے سامنے بیٹھی تھی.... زمین  
گول گول گھوم رہی تھی.... وہ خود کو خلا میں محسوس کر رہے  
تھے....

"دفعہ ہو جاو اس کمرے سے.... تمہیں شرم نہ آء ایسی  
گھٹیا حرکتیں کرتے ہوئے"

اور بھی نہ جانے کیا کیا بولتے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے  
کے دروازے تک لے آئے تھے.... اتنی احتیاط کے  
باوجود وہ دھوکا کھا گئے تھے....

یہ بات انھیں ہضم نہی ہو رہی تھی....

مومنہ رونے اور معافیاں مانگنے لگی....

"اس وقت کہاں جاؤں گی میں.... پلیز حیدر آپ جو  
کہیں گے میں وہ کروں گء.... مگر پلیز مجھے اس  
طرح کمرے سے ناکالیں"

وہ تمام عزت نفس بھول کر اس سے معافیاں مانگ رہی  
تھی.... اسک ء منتوں کے بعد کوئی آدھے گھنٹے میں  
اسکا غصہ کم ہوا.... اور اس نے اسے زمین پر سونے کی

اجازت دے دی.... ساتھ ہی اپنے سامنے منہ بند  
رکھنے اور اپنی اوقات میں رہنے کی وارننگ بھی دے

ڈالی....

گے....

وقفے وقفے سے بات کی گئی.... آواز میں تھوڑی

جھجک تھی....

"میں صرف ماموں کی وجہ سے تمہیں اس کمرے میں

رہنے کی اجازت دے رہا ہوں.... اپنی حدود کبھی نا

بھولنا.... کم از کم تب تک جب تک میں تمہاری ان

کر گیا تھا....

وربے اختیار اسکے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا....

میجر حیدر کے ذہن میں بینک کے باہر ملنے والی ان چند

بولا کچھ نہیں....

لڑکیوں کا خیال آیا.... پچھلے دنوں وہ باہر صرف ایک

"تو اسی لیے آپکو میسر کئے.... بڑی مشکل سے تین چار

دفعہ کچھ کام سے بینک گیا تھا.... وہیں کچھ خواتین دیکھی

دن لگا کر اپکا نمبر تلاش کیا.... اور آپ سے رابطہ کر سکی

تھیں... شاید انھی میں سے کوئی تھی....

"....

وہ سر جھٹک کر رہ گیا....

خاتون نے گھبرائے ہوئے انداز میں اب کے جلدی

لڑکیاں بھی عجیب ہیں آجکل....

جلدی بات مکمل کی.... اور وہ تہقہہ لگا کر ہنسا....

وہ باہر لان میں آکر.... گھر کا ملانے لگا.... عید سے

"ارے واہ.... کیا کہنے ہیں آپکے سپرٹ

دودن پہلے جانا تھا اس نے... اطلاع دینی ضروری

کے.... آپ نے ہفتہ پہلے مجھے دیکھا.... اور آپکو

تھی....

اسی وقت پتا چل گیا کہ میں اچھا اور سلجھا ہوا ہوں....

مومنہ پچھلے تین دنوں سے مسلسل میسر کر رہی

وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا....

تھی.... پھر اس نے واٹس ایپ پہ بھی میسر بھیجے....

.... "اور پھر آپ نے تیز ترین سروس دیتے ہوئے نا

مگر ادھر سین کر کے انکو رکھا جا رہا تھا....

صرف میرا نمبر تلاش کیا.... بلکہ پچھلے تین دن سے

پھر عید کی تیاریاں مکمل کرنے کی جلدی میں وہ سب

نہایت دکھی شاعری بھی بھیج رہی ہیں.... ارے واہ

مصروف ہو گئے.... اٹھائیسویں روزے کو بابا اور

میں تو متاثر ہی ہو گیا ہوں.... کیا کہنے

چاچو کی سمیت خاندان آمد ہونا تھی.... تب ہی اس

آپکے.... خاتون ہو کر آپ نے نہایت ہمت کا

نے نہایت محنت سے ایک واضح پیغام ترتیب

مظاہرہ کیا ہے.... گلد... ان فیکٹ امپریسو....

دیا.... اور اس کو علی بھائی کے نمبر پر بھیج دیا....

وہ آخر میں متاثر ہونے والے انداز میں... بولا....

جس کا لب لباب کچھ یوں تھا کہ وہ ان سے شدید متاثر

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مجھے...."

ہوئی ہے.... اور اب اسکے جذبات شدت اختیار کر

خاتون نے اسکے استہزائیہ انداز پہ گھبرا کر کال کاٹ

گئے ہیں.... اور انکی طرف سے کوئی بھی منفی جواب

دی....

اسکے لیے موت کا پروانہ بھی ثابت ہو سکتا ہے....

اور وہ موبائل بیڈ پہ اچھال کر واش روم میں گھس گیا....

مقصد صرف ایک دفعہ انکو مطلوبہ ٹریک پہ لے کر

نہا کر ریڈی ہو کر کمرے سے نکلا.... تو ایک دم کوئی

آنا.... اور باقی سب پہ اپنا کہا ثابت کرنا تھا.... اس

ہفتہ پہلے.... بینک کے باہر ملنے والی چند لڑکیاں یاد

لیے جس حد تک ڈرامائی کر سکتی تھی... جیوشن کو اس حد

آئیں.... جو سیلف لینا چاہتی تھیں.... مگر وہ معذرت

"جی میں کیا کر سکتا ہوں آپ کے لیے؟"

وہ ہنوز حیران تھا

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں...؟ آپ کو نہیں پتہ

خی اگر کوئی قدر کرنے والا مل جائے تو کوہ کرتے ہیں؟"

عجیب آدمی تھا.... معیض نے تو اس بات پہ گھرا اپنی اماں

کو کنوئس کرنا بھی شروع کر دیا تھا.... وہ تو جب پھپھو

نے ساری بات اور انٹرنیٹ کی ملنے والی لڑکی اور معیض کی

اس کے رشتے کی بات کرنے کی ضد سمیت دادی کو

بتائی تو دادی نے نہ صرف خود اسے آڑے ہاتھوں

لیا.... بلکہ علی بھائی اور بابا کو بھی بتایا.... تب انھوں نے

بات کو بڑھتے دیکھ کر نہ صرف معیض کے تمام نمبر ہلاک

کیے.... بلکہ سم بھی چینیج کرنی پڑی....

ویسے ان دونوں کے ہاتھوں معیض کی خاصی بے عزتی

ہوئی تھی.... مگر اس کا عشق اتنی آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوا

تھا.... اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی تھی

اور اب یہ بندہ پوچھ رہا تھا کہ کیا کر سکتا ہوں؟

"آپ اپنے گھر والوں سے بات کریں.... مجھے پتہ ہے

شپ شادی شدہ نہیں ہی.. سیدھے سے وہ میرے گھر

والوں سے بات کریں.... ویسے بھی شادی اسی سے کرنی

چاہیے جو اپنے ساتھ زندگی گزارنا چاہے...."

اس حج نہایت مصومیت سے اتنی بڑی بات کہہ

دی.... مقصد صرف اپنے جذبات کے ایک نمبر ہونے کا

یقین دلانا تھا

"جی میں اپنے گھر والوں سے تو نہیں... مگر آپ کے گھر

والوں سے بات کر سکتا ہوں... اگر آپ چاہیں تو؟"

تک ڈرامائی کر کے پیش کر دیا....

اس وقت تک وہ بالکل بے خبر تھی کہ یہ ایڈ ونچر اسکے گلے

کی ہڈی بھی ثابت ہو سکتا ہے.... جسے وہ نا انگل سکے گی

نا انگل سکے گی....

بعض اوقات ہم دوسروں کے معاملات میں دخل

اندازی کرتے ہوئے یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ ہمارا

یہ عمل ہمارے لیے کس قدر مشکلات کھڑی کر سکتا ہے

وہ بھی بھول گئی تھی....

اور توقع کے عین مطابق تیسری دھمکی پر جوانی کال

آ گئی....

"جی محترمہ.... کہیہ... کیا کہنا ہے آپ کو؟"

بغیر سلام دعا کے وہ خاصے جھنجھلائے ہوئے انداز میں

بولے

"میں نے جو کہنا ہے... کہہ چکی ہوں.... امید ہے

آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے"

اعتماد سے کہا....

"جی میں نہیں سمجھ سکا.... سوائے اسکے کہ آپ کو کوئی

پریشانی ہے.. شاید کوئی فیملی پریشہ.... مگر آپ مجھے

یہ بتائیں میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں...؟"

وہ اسکی دکھ بھری داستان پڑھ چکا تھا.... جس میں اس

نے لکھا تھا کہ اس کا خاندان چاہتا ہے کہ وہ پھپھو کی بیٹی

سے شادی کر لے.... مگر وہ تمام خوبیوں کے باوجود

اس پر وپوزل پر راضی نہیں.... کیونکہ وہ انکے بارے

میں سخت سنجیدہ ہو چکی ہے.... اور ساتھ ہی اپنی محبت کی

چند یقین دیا نیاں

مومنہ حیران ہوئی.... اتنی جلدی مان گیا تھا... اور خود ہوں....

سے کیوں....؟؟

کیا وہ گھر والوں کے علم میں لائے بغیر رشتے کی بات کرنا

چاہتا تھا.... اب کی بات حیران ہونے کی باری مومنہ کی

تھی....

بڑا ایڈوانس ہے

وہ سوچ کر رہ گئی

"کیا بات کریں گے... آپ؟"

استفہامیہ انداز میں زور آپ پڑا

"جی میں انھیں آپکے جذبات بتاؤں گا.... کہ کس

طرح آپ میرے بارے میں تجیدہ ہیں... اور جیسا کہ

آہ نے کہا کہ تمام خوبیاں ہونے کے باوجود

اپنی... غالباً وہ آپکی پھپھو کے بیٹے ہیں نا جنھیں آپ

ٹھکرارہی ہیں....؟"

بات کرتے کرتے وہ رکا

"جی" وہ اتنا ہی بولی

"ہاں تو یقیناً تمام صورتحال جان کر وہ کم از کم آپکو خود کشی تو

نہیں کرنے دیں گے.... تو ذرا کرائین بات اپنی امی

سے...."

اور مومنہ کو احساس ہوا کہ وہ آدمی اسے بری طرح

پھنسا رہا تھا.... اسکی خود کشی کی دھمکی کا یہ جواب آئے

گا....

اس نے سوچا نہیں تھا

"ہوں پاگل کہیں گا.... امی.... امی مجھے قتل نہ

کردیں.... آگرا انھیں شک بھی وہ کہ میں کیا کر رہی

اسکا دل چاہا کہ وہ چند گالیاں دے کر فون بند کر

دے.... مگر اس سے کوراسٹوری خراب

ہوتی.... اس لیے اس نے بے قدری کے چند طعنے

دے کر فون بند کر دیا....

اسکے بعد رٹن کو تو جیسے موقع مل گیا تھا.... وہ بغیر کسی لحاظ

کے اسے طعنے دیتی رہی.... وہ ایسے خوش تھی جیسے علی

نہیں وہ اس چیکنگ پریڈ میں پاس ہوئی تھی....

خیر وہ بھی پھر کبھی ان طعنوں کا جواب دینے کا ارادہ کر

کے ٹال جاتی

اٹھائیسویں روز کے کو افطاری سے پہلے علی بھائی بھی

گھر آگئے تھے... ان حالات میں دوبارہ کوئی کوشش

کرنا خود کو پھنسانے کے مترادف تھا....

اسی لیے وہ اس دن کے بعد دوبارہ کال کرنے سے باز

رہی... سوچا تھا کچھ دنوں بعد ہی ناراضی کا تاثر ختم کر

کے دوبارہ ایک کوشش کرے گی.... مگر قسمت کو کچھ

اور منظور تھا....

اٹنیسویں روز کے کو افطاری کے بعد تمام بڑوں کی

کانفرنس ہوئی.... جسکا ایجنڈہ تو.... معیار کو امریکہ

بھجوانے کے بارے میں صلاح مشورہ کرنا

تھا.... مگر تیسویں روز کے کو عقدہ کچھ اور کھلا.... اور

وہ بھی تب جب ارم نے آکر بک پھوڑا.... کہ "یار

ظلم ہونے والا ہے"

اسکی موٹی موٹی آنکھیں کچھ زیادہ ہی کھلی ہوئی تھیں...

"کوہاچی خبر نہ سنانا.... شکل اچھی نا ہو تو بندہ بات ت



اچھی سنائے"

مومنہ نے خبر سے بغیر اس پہ وار کیا... گویا دل کو تسلی ہوئی تھی....

"تمہاری تو عید ہو گئی.... بری تو باقیوں کے لیے ہے...."

اس نے عجیب انتقامی نظروں سے اسے دیکھا  
"عید سب ہی کی ہے.... اب کیا اکتیسواں روزہ رکھوانا ہے؟"

مومنہ نے بجی بے ذات نظروں سے اسے دیکھا....

"گھٹیا عورت تمہارا نکاح ہو رہا ہے وہ بھی کل اور...." کہتے کہتے وہ رک گئی....

"نا کرو....؟"

یہ ثانیہ تھی

"قسم سے میں اپنے کانوں سے سن کر آ رہی

ہوں... دادی اپنے کمرے میں علی بھائی کو اسکے گھڑ پن کی جو جھوٹی سچی تعریفیں سنارہی ہیں...."

اشارہ مومنہ کی طرف کیا.... ارم کی آواز میں اب بھی حیرت کا عنصر باقی تھا

..... "اور وہ کہہ رہے ہیں.... کہ اماں جو آپکو

مناسب لگے.... بس مجھے غیر سنجیدہ اور چھپورہ لڑکیاں سخت ناپسند تھیں.... مگر مومنہ کافی سمجھ دار ہے...

آپ بھی یہی کہہ رہی کہ وہ سنجیدہ شخصیت کی مالک

ہے.... مجھے بھی وہ باقیوں سے مختلف لگی ہے.... اور ماموں کی خوشی بھی اسی میں ہے.... تو میں کیسے

اعتراض کر سکتا تھا"

سب نے عجیب بے اعتباری سے دیکھا....

اور اپنی جگہ شک میں تو وہ بھی تھی.... کسی نے بتایا تک نہیں....

"اوٹو آن سب خواتین اس لیے بازار گئی ہیں....؟"

ثمن صبح صبح روزے کی حالت میں انکے بازار جانے پہ

پہلے ہی حیران تھی.... اب وجہ لگتی تھی

"بازار نہیں گئیں.... اپنے خاندانی جیولری کی طرف گئی

ہیں.... باقی سب منگنی کا کہہ رہے تھے... مگر تایا ابو

نے کہا.... کہ نکاح کرنا مناسب ہے...."

ارم ساری معلومات لائی تھی....

"کس قدر منافق ہو تم.... مومنہ.... مجھے اندازہ نہی

تھانانی تمہاری منافقت میں اس حد تک آ جائیں

گی....؟"

ثمن نے شاکی نظروں سے اسکی طرف دیکھا....

جبکہ وہ جو خاموش بیٹھی تھی.... آنکھوں میں خوشی کی چمک دیکھنے لائی تھی....

بڑی ہونے کی وجہ سے دادی اس سے خصوصی شفقت کا

مظاہرہ کرتی تھیں.... اور یہ بات سب کو بری لگتی تھی

دادی ہمیشہ اسکی سائید لیتی تھیں... مگر اسے ان سے ایسی

محبت کی امید نہ تھی.... جی چاہا جا کر فوراً انکا منہ چوم

لے....

"گھنی.... دیکھو رات تمہاری نمبر میکانگ کام آ گئی"

ثانیہ نے بھی بہن کے رشتے کا لحاظ بالائے تاک رکھ کر

اسے کہا....

اگلا پورا دن تو اسکا خوشی میں گزر گیا.... علی سے ایک

بھائی کو بھیج دوں گی.... جن میں تم شیریں بنی انھیں  
خودکشی کی دھمکیاں دے رہی ہو.... اور تب تمہیں یہ  
پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی.... وہ تو صرف نکاح سے  
انکار کریں گے مگر ماموں تمہیں.... جان سے مار دیں  
گی.... یہ سستی حرکتوں پہ"  
شمن کی زبان تو ویسے بھی زہرا لگتی تھی آج تو فراٹے بھر  
رہی تھی....

دوسری طرف میجر حیدر علی مطمئن سا کچھ دیر بعد ہونے  
والے اپنے نکاح کے لیے تیار ہو رہے تھے .  
مومنہ انکے بڑے ماموں کی بیٹی تھی.... بہت زیادہ تو  
نہیں مگر کبھی کبھار ملاقات ہوتی رہتی تھی.... خاندان کی  
باقی لڑکیوں کی نسبت وہ خاموش طبیعت اور سمجھدار  
فطرت کی مالک تھی....  
وہ گھر والوں کے اس فیصلے سے خوش اور مطمئن  
تھے.... انکی اکلوتی.... منجھور لڑکی کی شرط پوری ہو گئی  
تھی....

ایک دم انھیں اس فون والی سٹوڈنٹ شاعرہ کا خیال  
آیا.... جو دو دن پہلے انھیں خودکشی کی دھمکی دے رہی تھی  
"پتہ نہیں لڑکیاں کیوں اتنی بے وقوف ہوتی ہیں.... اور  
کوئے مرد ہیں جو ان عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنا پسند  
کرتے ہیں.... کم از کم میں تو ایسا نہیں کر سکتا"....  
انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ انھیں ایک اچھی سمجھدار لڑکی  
مل گئی تھی.... اور انھیں اس امتحان سے نہیں گزرنا پڑا  
تھا....

دوسری جانب وہ شام کے نکاح کی دہن اس وقت

دفعہ سامنے بھی ہوا.... اسے لگا وہ اسے دیکھ کر مسکرائے  
بھی.... پتہ نہیں مسکرائے تھے یا اسکی خوش فہمی ہی  
تھی.... مگر وہ خوش تھی....  
جبکہ باقی سب اس پہ خفا خفا ہیں.... رشتے سے زیادہ  
انھیں جھوٹی تعریفوں کا دکھ تھا.... بس نہ چل رہا  
تھا.... و سمجھداری اور سنجیدہ مزاجی کے سارے قصے  
کھول کر سنائیں....

مگر مومنہ کی خوشیوں کو بریک اس وقت لگی.... جب وہ  
صبح سے دادی کے کہنے پہانکے کمرے میں تھی.... وہ  
بہت خوش تھیں. اور انھیں ڈرتھا کہ ادھر ادھر پھرنے  
سے شام کو اس پہ روپ نہیں آئے گا اسی لیے اپنے پاس  
بٹھائے رکھا.... وہ بھی خوشی سے بیٹھی رہی.... دادی پہ  
ویسے بھی بڑا پیار آ رہا تھا....  
ابھی شمن اور ارم کمرے میں آئیں....

"یہ ہیں.... تمہاری چیزیں.... اور کپڑے.... ویسے تو  
ہمیں ادھر مہارانی صاحبہ کو تیار کرنے کے لیے بھیجا گیا  
ہے.... مگر بھول کر بھی نہ سوچنا کہ ہم تمہارے خمرے  
اٹھائیں گے.... اس لیے اب اس حجرے سے  
اٹھو.... اور اوپر آ کر نا صرف اپنے بلکہ ہمارے بھی  
کپڑے استری کرو".... مومنہ حیران تھی ایک ہی دن  
میں خون سفید ہو گیا تھا

"کیوں.... یہ کام تم لوگوں کا ہے آج"  
بھر پور خمرے سے کہا....

"زیادہ خمرہ دکھانے کی ضرورت نہیں.... زیادہ چیز  
جننے کی کوشش کی تو وہ سارے سکرین شارٹ میں علی

یہ سزا تھی تو مشکل مگر اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی....  
یہ لمبا اور اکھا پیٹا تھا.... مگر ابھی اسے چپ چاپ  
طے کرنا تھا.... کم از کم رخصتی تک تو برداشت کرنا ہی  
تھا....

یہ پیٹڈ بڑے اوکھے تھے.... جس میں وہ اپنی بے  
وقوفیوں کی وجہ سے پھنس گئی تھی....  
اسکے پاس دو ہی راستے تھے یا تو وہ سب کچھ بچ بچ بتا کر  
معزز، سیف اور حیدر علی سمیت اپنے تمام ایڈونچر کی  
کہانیاں اپنے سر قبول کرتی یا پھر کم از کم شادی تک اس  
سب کی بلیک میلنگ برداشت کرتی....  
اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا تھا....

اللہ اللہ کر کے چھ مہینے گزر گئے.... اور رخصتی کا دن بھی ا  
گیا.... مگر ان چھ مہینوں میں جو ظلم مومنہ نے سہا تھا وہ  
مومنہ ہی جانتی تھی.... کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں  
تھا.... مگر اس جیسی ڈومیننگ لڑکی کے لیے انکی  
دھمکیوں کی وجہ سے رکنا یا کوئی کام کرنا مرنے سے بدتر  
تھا.... مگر وہ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے خود کا تماشہ نہیں  
بنوا سکتی تھی.... اتنی عقل تو تھی ہی اس میں کہ کچھ عرصہ  
برداشت کر لیتی.... آخر کار اسے اس کا ثواب میجر  
حیدر علی کی صورت ملنے والا تھا....

ابھی کچھ دیر پہلے اسے جگہ عروسی میں چھوڑ گئی  
تھیں.... وہ اسے کنواروں کی بدعائیں لگنے سے ڈرا  
رہی تھیں.... مگر وہ مطمئن تھی.... کہ وہ سب کچھ خود  
ہی حیدر کو بتا دے گی.... اور جب اسے پتہ چلے

پورے خاندان کے کپڑے استری کر رہی تھی.... ابھی  
اسے تقریب میں پہننے کے لیے سب کے جوتے بھی  
صاف کرنے تھے....  
اور وہ سوچ رہی تھی کتنا غلط کیا تھا اس نے اس آدمی کو  
چپک کرنے کے لیے ایسا قدم اٹھا کر.... اپنے پاؤں پہ  
خود کلبھاڑی ماری تھی.... مگر اسکے علاوہ اسکے پاس  
کوئی چارہ نہیں تھا....  
ابھی شمن ان سکریں شارٹس کو حیدر علی کے نمبر پہ بھیجے لگی  
تھی.... ادھر وہ کوہ بات ماننے سے انکار کرتی... ادھر  
وہ سینڈ کا بیٹن دباتی...  
"اگر میں نامانوں تو؟"

اس نے آخری امید کے طور پہ تڑی لگائی  
"تو یہ کتم مرنے کے لیے تیار ہو جاو.... تمہیں شاید  
خبر نہیں پہنچی کہ میجر حیدر علی تم سے تمہاری اس نام نہاد  
معصومیت اور سنجیدگی کی وجہ سے شادی کرنے کے لیے  
مانے ہیں.... تو خود سوچو کہ تمہارا کیا ہوگا؟"  
وہ چہرے پہ وائنگ ماسک لگائے مزے سے لیٹی ہوئی  
سفاکی سے بولی  
اور وہ جانتی تھی کہ وہ ایسا کر سکتی تھیں.... کیونکہ بے  
شک وہ سب شامل تھیں... مگر انھیں صرف ڈانٹ  
پڑتی.... ان مین سے کسی کا نکاح کینسل نہ

ہوتا.... کسی کی بدنامی نہیں ہونی تھی.... بدنامی صرف  
اسکی ہوتی.... اور ایسی گھٹیا باتیں بابا تک پہنچتیں تو وہ تو  
شاید مر ہی جاتے یا اسے مار دیتے....  
اور میجر حیدر علی اسے چھوڑنے میں ایک لمحہ نہ لگاتے.

گا.... کہ اس نے اپنی غلطی کی کیسی سزا بھگتی ہے.... تو وہ بھی اسے معاف کر دے گا....

ابھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی.... کچھ دیر بعد دروازہ بند ہونے اور لاگ کرنے کی آواز بھی آئی تھی.... گھوگھٹ کے اندر اسے پریشانی نے گھیر رکھا تھا....

گھبراہٹ فطری تھی....

"اسلام علیکم...."

ساتھ ہی کوئی شیروانی جھٹک کر پیچھے کی.... بیڈ پہ بیٹھا تو مومنہ کو خوف محسوس ہونے لگا....

وعلیکم اسلام کی آواز بھی منہ میں ہی رہ گئی تھی....

پھر گھوگھٹ اٹا گیا.... اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا.... وہ مسکرا رہے تھے....

فوراً نظریں جھکا لیں.... وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر بنے....

"یہ آپکا منہ دکھائی کا تھخہ...."

ساتھ ہی ایک نگن بڑی آہستگی سے اسکی کلائی میں منتقل کر دیا گیا "کچھ بولیں گی نہیں.... مومنہ آپ؟"

ہاتھ ابھی بھی اسکے ہاتھ میں تھا....

اس نے بمشکل پلکیں اٹھا کر دیکھا.... پھر تھوک نگل کر بات

کرنے کا فیصلہ کیا

"وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی.. ضروری بات

ہے...."

وہ منمننا کر رہ گئی....

"جی جناب.... آپ ہی کی باتیں سننے کا اشتیاق

ہے.... گو کہ سنا ہے آپ بہت کم بولتی ہیں.. مگر

اچھا بولتی ہیں.... تو میں بھی سننا چاہوں گا"

جو ہمت جمع ہوئی تھی.... وہ خود ہی دم توڑ گئی.... اسکی

باتوں نے اسے ڈرا دیا تھا.... پتہ نہیں کیا کرے

گا؟ سوال ذہن میں ناچ رہا تھا....

"وہ دراصل کچھ عرصہ پہلے.... سب کے کہنے

پہ.... میں نے یونہی مذاق میں...."

مرمر کے بولتی وہ بات شروع کر چکی تھی.... بتائے بغیر

چارہ بھی نہیں تھا

"بس کچھ دفعہ آپکو.... میرا مطلب سب نے ارم

... شمن.... وغیرہ نے...."

اور بمشکل اس نے شروع سے آخر تک تمام بات اسے

بتائی.... پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا.... حیدر علی ہونفوس

کی طرح اسے دیکھ رہے تھے.... فوراً اسکا ہاتھ جھٹکا.... اور

ایسے بیڈ سے اٹھے.... جیسے کرنٹ لگا ہو.... اسکے سارے

گمان اپنی موت مر گئے تھے.... وہ لڑکی جسے وہ اپنے خوابوں

کی شہزادی سمجھ رہے تھے.... وہ کچھ عرصہ پہلے اسے عشقیہ

شاعری بھیجتی رہی تھی.... اور خود کشی کی دھمکیاں دیتی رہی

تھی.... اور وہ لڑکی جسے وہ نہایت فضول اور چھچھوری سمجھ کر

لعنت بھیج چکے تھے.... ا

وہ انکی بیوی کی صورت انکے سامنے بیٹھی تھی.... زمین گول

گول گھوم رہی تھی.... وہ خود کو خلا میں محسوس کر رہے تھے....

"دفعہ ہو جاو اس کمرے سے.... تمہیں شرم نہ آء ایسی

گھٹیا حرکتیں کرتے ہوئے"

اور بھی نجانے کیا کیا بولتے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے

کے دروازے تک لے آئے تھے.... اتنی احتیاط کے

باوجود وہ دھوکا کھا گئے تھے....

یہ بات انھیں ہضم نہی ہو رہی تھی...

مومنہ رونے اور معافیاں مانگنے لگی....

"اس وقت کہاں جاؤ گی میں.... پلیز حیدر آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گے.... مگر پلیز مجھے اس طرح کمرے سے ناکالیں"

وہ تمام عزت نفس بھول کر اس سے معافیاں مانگ رہی تھی.... اسکے منتوں کے بعد کوئی آدھے گھنٹے میں

اسکا غصہ کم ہوا.... اور اس نے اسے زمین پر سونے کی اجازت دے دی.... ساتھ ہی اپنے سامنے منہ بند رکھنے اور اپنی اوقات میں رہنے کی وارنگ بھی دے ڈالی....

"میں صرف ماموں کی وجہ سے تمہیں اس کمرے میں رہنے کی اجازت دے رہا ہوں.... اپنی حدود کبھی نا بھولنا.... کم از کم تب تک جب تک میں تمہاری ان گھٹیا حرکتوں کو بھول نہ جاؤں.... اور اپنے کمرے میں تمہاری آواز بھی سننا چاہتا میں.... ذہن میں بٹھا لو یہ باتیں"

اتنا کہہ کر وہ تو بیڈ پر جا کر لیٹ گیا.... مگر مومنہ اس بھاری لباس میں اپنی قسمت کو بیٹھی روتی رہی.... ابھی اسکی سزا ختم نہیں ہوئی تھی.... اس نے اپنے غرور اور کمعقل میں خود کو ان مشکل راہوں کا مسافر بنا دیا تھا.... اور پتہ نہیں کتنی سزا باقی تھی.... اسکا دل اتنی جلدی

تو نرم نہ ہوتا....

## اچھے اوصاف

زندگی ایک کہانی کی مانند ہے جس طرح کہانی اپنے خوبصورت الفاظ سے ہی خوبصورت لگتی ہے اسی طرح زندگی بھی اپنے اچھے اوصاف سے ہی اچھی لگتی ہے.

مزید پڑھیں

## باہمت

اگر زندگی کے سفر میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اپنے دلوں کو کسی کو کسی کو اپنا سمجھ کر دکھ درد بیان کرنے کی کوشش نہ کرو. اور ایسے باہمت بن جا کے لوگ تمہاری مثالیں دیں.

## زندگی اس طریقے سے گزارو

زندگی اس طریقے سے گزارو کہ جب تمہیں موت آئے تو تم ہنستے ہوئے جاؤ اور تمہیں دیکھ کر تمہاری اچھی باتیں سوچ کر روئیں.

## یادگار زندگی

کچھ لوگ زندگی میں ہی مردہ ہوتے ہیں اور کچھ مرنے کے بعد بھی زندہ.

## زندگی کا مقصد

انسان کی زندگی کا مقصد دوسروں کے آنسو ختم کرنا ہونا چاہیے.

## زندگی دریا ہے

زندگی دریا ہے آخرت اس کا ساحل اور تقوی اس کی کشتی

# ماہ جلیض

## فہمیدہ ناز (کراچی)

۔ ماہ جہیں نام رکھنے والے نے ناجانے کیا سوچ کر نام رکھا ہوگا۔ اور بھائی۔۔ اپنے ماں باپ کو تو ہر بچہ ماہ جہیں دل نشیں۔ دلبر ہی لگتا ہے۔ یہ تھیں محترمہ ماہ جہیں ندیم۔۔ بوٹا قد کسا ہوا بدن سانولا چمکتا رنگ۔ چار بھائیوں کی لاڈلی تیسرے نمبر کی بہن تھیں بڑی بہنوں کی شادی بھی اچھے کھاتے پیتے گھرانوں میں ہوئی تھی۔ سرجانی کے پوش علاقے میں رہنے والی ماہ جہیں بڑی ہی خوش مزاج ہیں۔ سر کے چھوڑے ساٹھ گز کیگھر ایک حصہ میں رہتی ہیں دوسرے حصے میں ان کی جیٹھانی اور موٹے تازے جیٹھ اپنے عیال کے ساتھ رونق افروز ہیں۔ خیر سے دونوں ہی تین تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے والدین ہیں۔ روایتی جلاپا کہیں نظر نہیں آتا۔ جیٹھانی کے بچے تو بڑے بڑے ہیں



دھمکیوں سے ہسپتال کو ڈراتی ہے پھر آخری سین میں  
جھپٹانی اور اگر جیٹھ بھی ہیں گھر پر تو نمودار ہوتے ہیں  
اور

:اور ماہ جبین کی حمایت کرتے ہوئے دیور کو برا بھلا  
کہہ کر جھگڑا مکاتے ہیں۔ مگر محلے والوں کو پتا ہے کہ  
یہ شوالیہ ہی ختم نہیں ہوگا وہ اپنی اپنی چھتوں پر آدھے  
نظر اتارے سر کے ساتھ چھٹے ہی رہتے ہیں تو جی گیا  
فون اور تھوڑی ہی دیر میں لگنے لگی چھٹ پٹیوں کی لائن  
۔ بھائی جیتھے بھانجے بہنیں سب ہی آدھکے۔ بہنوئی  
کبھی نہیں اتارے کے بڑے معتبر سے ہیں دونوں۔۔  
چاروں سالوں سے بڑی دوکان ہے دودھ کی جہاں  
چار پنچیس ڈال کر سی کا بھی اہتمام چھس میں دھمی کر ام  
روٹ زیادہ ہوتا ہے۔ اب جی شروع ہوتی ہے  
میننگ۔

:گالیوں کو سنوں لعنتوں صلاواتوں کے بعد سب  
چائے بسکٹ کھا

کرتن فن کرتے گھر کو لوٹ جاتے ہیں اور ماہ جبین  
جھپٹانی کے گھر اور میاں اپنے کمرے میں لیکن پھر اس  
رات میں نا جانے کون سے بھید ہیں کے صبح صبح پتلے  
سے میاں موٹے موٹے شاہر

:اٹھاے گھر میں گھستے ہیں اور خوب تیل والے شاہر دیکھ  
کر صاف پتا چلتا ہے کے ٹھیکوئی کی دوکان سے  
پوریاں کچوریاں ای ہیں۔ تو یہ ہے ماہ جبین اور اس کی  
نیل

اور اب تو یہ اور بھی معتبر ہو گئیں ہیں محلے میں جب

اسکول سے بھاگ بھاگ کر اتار پڑے ہو گئے کے اب  
تو ہاتھ ہی نہیں اتارے۔ ہاں بیٹی ضرور روزانہ تیار ہو کر ابو  
جی کے کمرے میں ٹھسے سے جاتی ہیں۔ ماہ جبین کے  
بچے بھی خیر سے کزن کے ہی نقش قدم پر قدم رکھ رہے  
ہیں۔ دنیا کے سب ڈفرنچے جہاں بھی پڑھنے بھاتی دو  
دن سے تیسرا دن نہیں ہوتا۔ اور استانی ہاتھ جوڑ کر کہتی  
بہن ہم سے پیسے لے لو اور ان کو اپنے پاس ہی رکھو  
۔ پتنگ کپنے گلی ڈنڈے۔ بچوں کو مارنے کو ٹٹے میں  
چمچیں ہیں ماہ جبین کے بچے۔ بچے نہیں ہیں علامہ  
ہیں پورے۔ ماہ جبین بڑے اسٹائل کی لڑکی ہے ہم تو  
ان کو لڑکی ہی کہیں گے۔ کہیں اگر یہ سب پڑھ لیا کہیں  
سے تو سخت برا لگے گا ان کو عورت کہنا۔ اور اب ان کے  
نصف بہتر کی بھی سینے۔ ماہ جبین تو بھائیوں کو دودھ دہی  
کی دوکان کے بل پر صحت کی دولت سے مالا مال ہے  
لیکن ان کے ہسپتال ماچس کی تیلی سے تھوڑے سے ہی  
موٹے ہیں ہوا چلتی ہے تو اماں جب میں اٹھنی ڈال  
دیتی کہیں سپوت اڑ کر کسی ڈال پر نا جا بیٹھے۔ اس پر  
اس کے بھرم۔ ڈنڈے سے مہ جبین کی دھنای کر کے  
ہی اس کی آتما کو شانی ملتی ہے۔ ہاتھ سے کرے گا تو  
خود کے ہی لگے گی نا۔۔ جب بھی یہ شو ہوتا ہے پورا  
محلہ بنا کٹکٹ مصطفیٰ ہوتا ہے۔ کے گھر کی دیواریں  
چھوٹی ہیں اور سارا محلہ اپنی اپنی چھتوں پر چڑھ کر  
دھن دھن دھنا دھن کی تماشے مڑے سے دیکھتا ہے  
۔ اور ماہ جبین کی گالیوں کو سنوں نوحوں کا برا ڈکاسٹ  
لائو شو چلتا ہے پہلوان بھائیوں کو بلانے کی

سے شاہدہ بیوٹی پارلر سے میک میک کے

100۔۔ 100۔ روپے والے کورس کئے ہیں۔ گھر

میں پارلر بھی کھل گیا

: ٹین ڈبے والے سے چٹھ شیشہ اور کنزی کی درازیں

جو کسی نے نیا چکن بنانے کے لیے پرانی نکالی ہوں گی

وہ لگوا کر بنالیا پسنا بیوٹی پارلر۔ اور بقول ان کے چل

بھی رہا ہے نجانے کون آتا جاتا تھا کسی نے دیکھا تو

نہیں کبھی۔ سارا دن تو گھر کے دروازے کے باہر بنے

چبوترے پر بیٹھی سارے محلے سے تعلقات آمداد

معاشرتی امور پر بحث کرتی پائی جاتی تھیں۔ ساتھ ان

کے سب سے چھوٹے سپوت مٹھیاں بھر بھر کے مٹی

کھاتے جاتے موٹے سے پیٹ میں مینار پاکستان

تعمیر کرتے رہتے اور صحت بناے جاتے۔۔ شام کو

دونوں میاں بیوی چائے کے کوپ لیے باہر بیٹھ جاتے

خوب رسم راہ رفتی چلتے پھرتے لوگوں سے

رونی تھی ویسے ان کے دم سے۔ اور ایک دن سارے

محلے کی عورتوں لڑکیوں خوش پر غش پڑنے لگے۔ فونوں

کی گھنٹیاں بچ بچ کے ہار گئیں یہ کیا ہوا کیسے ہوا۔ کب

ہوا بھٹک بھی نہیں پڑنے دی موئی نے ویسے تو ذرا

سے دکھڑے روئے آ جاتی تھی اتنی بڑی بات اور ہوا

بھی نہیں لگی۔ محترمہ ماہ جہیں۔ پسنا بیوٹی پارلر کی اکلوتی

مالک نے (نم چینل (صبح بخیر پروگرام میں ہونے

والے میری دہن نمبروں کے لیے منتخب ہو گئیں ہیں

پورے محلے میں شور مچ گیا جلنے والوں نے کس کس کے

دروازے بند کئے ملنے والے مبارک باد دینے آے

۔۔ میکہ سسرال سب جگہ ہی شور مچا ہوا تھا اخیر شروع

ہو گیا مورنگ شو۔ گیارہ بارہ بجے اٹھنے والی سو مڑے

لوگ بھی فجر میں ہی اٹھ کر بیٹھ گئے آخراں کے محلے کی

بیوٹیشن کو لینے نم چینل کی گاڑی ابری تھی۔ کچھ نے باہر

نکل کر کسی نے چھپ کے دیکھا ماہ جہیں خوب ٹھسے

سے بیٹھ کر گئیں اور سب گھر والے کھڑے دیر تک ٹانا

کرتے رہے۔ سب ہی بیویوں نے جلدی جلدی ناشتہ

بنا بچوں کو اسکول بھیج ٹی وی کھول لیا۔ پروگرام شروع

ہوا تعرف تعرف کے بعد میک کے لے تیار کی

جانے لگی ماڈل بھی زبردست۔ ججز میں ایک لمبی

دوسری موٹی تیسری ٹھکنی والی موڈل کم بیوٹیشن تھیں

۔ سب ہی سوچ رہے تھے کے ماہ جہیں کا پہلا اور

آخری پروگرام ہو گا یہ

لیکن نہیں ایک دوسری بیوٹیشن جمیلہ زریں آوٹ

ہوئی جو اورنگی ناؤں سے تشریف لائی تھیں۔ اور سب

گھر اور محلے والوں کی سانسیں چلنے لگیں۔ دوسرے

دن مقابلے میں ٹویٹ تھا سب کو ایک دوسرے کے

سامان سے میک کرنا تھا۔ اور جی مقابلہ شروع ہوا تو

تو میں میں۔ ججز کی آورا کیٹنگ

میزبان رانا ناصر کی سرپکانے والی باتیں۔ اور یہ کیا

فیصلے میں دو بیوٹیشن خطرے میں ایک فائزہ حسن

دوسری ماہ جہیں۔ کیوں کے ماہ جہیں کو اسلام آباد کی بیو

ٹیشن کا امپورٹڈ میک سمجھ نہیں آیا اور فائزہ کو ماہ جہیں کا

ڈی پوٹڈ۔ فائزہ کو جب ججز نے لتاڑا۔ تو اس نے ماہ

جہیں کا میک سب کے سامنے رکھ دیا۔ آدھا ٹوٹا فیس



لالو کھیت سے ہی آئی ہو موڈ لنگ کرنے لوجی نیا  
پنگا۔ میں کیوں انے لگی لالو کھیت سے میں تو پیدا ہی  
ڈیفنس میں ہوئی تھی۔ تم ہولانڈھی کی پیداوار۔ لڑائی  
انتہا پر

لیکن ریٹنگ بھی انتہا پر۔ تم بتا ماہ جہیں

سب بتا رادیا سر نے اکسایا۔ باجی۔۔۔ جی۔ رادانا سر  
نے باجی کو پیتے ہوئے کہا ہاں کہو ماہ جہیں۔ باجی مجھے  
یہاں تک میرا بھانجا ادریس باوا لے کر آیا ہے اسے  
آپ کا شو بہت پسند ہر روز بہت شوق سے دیکھتا ہے  
اسی سب کیا مجھے خط لکھا۔ ایسے بہت شوق ہے دہن بنا  
نے کا لے کر بھی وہی آیا ہے اج  
باجی ہاتھ بلا دیں ادریس کو

ہائے ادریس رادیا سر نے ویو کیا

اسی نے مجھے حوصلہ دیا۔ باجی میں سر جانی سے آئی  
ہوں مجھے میرے گھر والوں نے بہت خوشی سے  
اجازت دی باجی یہ دیکھیں اس نے نقلی زلفیں ہاتھ میں  
لیں باجی یہ میں نے پڑوسن سے دو ہزار ادھار لے کر  
خریدی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں گھر پر اب  
اتنے بھی چھوٹے نہیں (دودھ پیتے۔ ان کو نند کر پاس  
چھوڑ کر آئی ہوں۔ میاں رکشہ چلاتے ہیں ان کا  
رکشہ بھی خراب ہے باجی پندرہ دن سے

ماہ جہیں چمکوں پہکوں رونے لگی اس کے ساتھ سب  
ہی رور ہے تھے۔ کلوزپ بنا کلوزپ ڈاریکٹر کی آواز  
: کیمبرہ مین کے کان کے پردے پھاڑنے لگی

۔۔۔ سب ہی بیوٹیشن گلگ رہی تھیں آنسو پونچھ رہی

پاؤر۔ جعلی ہیں۔ منگل بازار کے اسٹال سے لی کٹ  
۔۔۔ میں روپے والی پلکیں

بلش آن جو اس کے جینز کا تھا مسکارہ چھوٹی بھانجی کا۔ آ  
ی لایز بڑی بھتیجی کا۔ ہاں نقلی زلفیں اچھی کوئی کی تھیں  
جو اس نے کا شانہ مال سے خریدی تھیں

اور ماہ جہیں کے آنسو اس کے میکپ کو ساتھ لے کر  
برہے تھے۔ لمبی والی جگ کادل بھرا یا اسے اپنا پرانا  
وقت یاد آ گیا جب وہ لاڈھی سے موڈل بننے ڈیفنس  
اسی تھی اس نے ماہ جہیں کو گلے لگایا اور ماہ جہیں  
اس کی تو بچکیاں بندہ گئیں سب کی آنکھوں میں آنسو  
تھے ریٹنگ انتہا پر تھی سب سے اوپر اور اوپر ڈاریکٹر کی  
آواز رادانا سر کے کانوں میں پس پس یہی چیز

شباباش۔۔۔ لمبی والی موڈل نے روتے ہوئے کہا  
زندگی میں ایسے ہی۔ اگے نہیں بڑھتے جب میں پہلی  
بار بیمپ پرواک کر رہی تھی میں نے لائٹ ہاؤس سے  
میکسی لی تھی ایک سو بیس روپے کی دس روپے کا رومال  
پچاس روپے کی چپل وہ بھی ادھار لے کر ادھار دیکھو  
میں کہاں ہوں۔

۔۔۔ رادانے بھی بڑھ کر گلے لگایا اور بتا ماہ جہیں یہ سب  
کیسے تم نے اتنا تھرڈ کلاس سامان یوز کیا۔ ٹھگنی والی جج  
نے اسے ڈانٹنا شروع کیا آخر رادانا سر کی آنکھ کا اشارہ  
سمجھ گئی تھی پکی سہیلی۔ ریٹنگ جان ریٹنگ۔ زرا اور  
جان ڈالو۔ آپ نے کیسے ہمت کی یہاں آنے کی کی  
جب آپ کے پاس سامان ہی نہیں تھا۔ اور لمبی والی جج  
کی کی تو آنکھیں باہر ایسے کیسے ڈانٹ رہی ہو تم بھی تو

تھیں: ریٹنگ انتہا کو چھونے لگی۔۔۔ گھر میں بیٹھی

خواتین بھی ساتھ ساتھ پڑاٹھے انڈے: ڈبل روٹی

پاپے کھاتے سڑسڑ کر رہی تھیں۔ آخر جگر کے فیصلے کے:

مطابق ماہ جہیں مقابلے باہر ہوگے ان کو میکپ کے

سامان کی کچی سجائی باسکٹ اور لفافے میں کچھ پیسے

بھی دیے گئے۔ ساری بیوٹیشن نے اپنے اپنے

سامان میں سے اسے گفٹ بھی دئے۔ پروگرام ختم ہوا

وین میں بیٹھ گھر جاتی ہوئی شرمندہ سی بیٹھی سوچ رہی

تھی اتنا ادھار لے کر ای تھی کیسے اترے گا سب مذاق

اور بنائیں گے۔۔۔ گئی تھی پجاری مقابلے میں کیسے

واپس آئی ہے عزت ہو کے۔ وین گھر کے اگے رکی

ہیں یہ کیا سارے گھر والے باہر ہی کھڑے تھے محلے

کے لوگ اس کی دوستیں بہنیں بھائیاں بھانجے بیٹھے

۔ ہاتھوں میں ہار پھول لیے کھڑے تھے پوری کی پوری

پھولوں میں ڈھک گئی۔ خوشی سے آنسو اگئے جب

جیٹھانی نے گلے لگا کر کہا۔ جیت کرای ہے۔ دل

جیت لیے ہیں سب کے مقابلے سے کیا ہوتا ہے دل

ہر کوئی نہیں جیت سکتا اور سب ہاں میں ہاں ملتا رہے تھے

۔۔۔ اور اب پورے ایک ماہ بعد (سر جانی L3)

میں ماہ جہیں کا سپنا بیوٹی پارلر دھڑا دھڑ چل رہا ہے

جہاں اس کی بڑی سی تصویر لگی ہے وہی والی جب لمبی

والی موڈل نے اسے گلے لگایا تھا روتے ہوئے

اے میرے رب

اے میرے رب! مجھے قابو میں

رکھ کہ میں تیرے احسان کا

شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ

پر او میرے والدین پر کیا ہے اور

ایسا عمل کروں جو تجھے پسند

آئے

اے پروردگار

اے پروردگار! مجھے وہ طاقت

نہ دے جس سے میں دوسروں کو

کمزور کروں، مجھے وہ دولت نہ

دے جس کی خاطر میں دوسروں

کو غریب سمجھوں، مجھے وہ

علم نہ دے جسے میں اپنے سینے

میں چھپا رکھوں...

یا اللہ

یا اللہ! جو سرتیرے آگے جھکتا

ہے اسے تیرے بندوں کے آگے

جھکنے سے بچا۔

# مدرجہ کی من مانیہ

صالحہ منصوری

آیا تھا فون جناب کا! \_\_\_\_\_

میرے سوہن نے نواب کا..

بعد از سلام مسکرا نے لگے!! \_\_\_\_\_

ساتھ کچھ گنگنا نے لگے..

میں نے کہا فرمائیے!! \_\_\_\_\_

بے وجہ نہ مسکرائیے..



اصل مدعے پر آئیے۔۔

کہنے لگے اِتر امت!!

زیادہ نخرے دکھامت..

آجکل مجھے ہیں کام بہت!!

بندے کا ہے نام بہت..

مجھے کیا پڑی فون کروں!! \_\_\_\_\_

برباد اپنا سکون کروں..

رسم ایک نبھانی تھی!!

عیدی تمہیں بھجوانی تھی..

سوچا کہ تم سے پوچھ لوں!! \_\_\_\_\_

عیدی دوں تو کیا میں دوں..

مگر تمہارے مزاج تو!!

اف خدایا کیا میں کہوں..

بولو گی کچھ یا پھر میں!!

فون رکھ دوں..

سن کر میں مسکرا نے لگی!!

اور اپنی ہنسی دبانے لگی..

\_\_\_\_\_ بولی کہ سنئے بات میری!!

چاہئے مجھے سوغات میری..

جلد سے جلد شرافت سے آئیے!!

آ کر مجھے لے جائیے..

آئے نہ آپ تو دہائی دوں گی!! \_\_\_\_\_

عیدی تو بچے لیتے ہیں جی..

تو منہ دکھائی لوگی۔۔۔۔۔"

حنا اور ثانیہ نے ایک دوسرے کو کن اکھیوں سے دیکھا پھر مزے سے لگناتی مدیحہ کو، جو آستین کہنیوں تک چڑھائے کمر کے گرد دوپٹ لپیٹ کر اسٹول پر چڑھی صفائی کرنے میں لگن تھی۔ رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی اماں جان کا حکم کہ بچیاں گھر کا حلیہ تھوڑا ٹھیک کر دیں۔ مدیحہ یہ سنتے ہی بستر میں جا گھسی۔

"ہائے اماں قسم لے لیں اتنا سر درد کر رہا ہے کہ بخار دماغ پر چڑھ گیا ہو جیسے۔" اس نے نلکے پن کے سارے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے کہا۔

"سب سے پہلے تو تو ہی اٹھ، دو مہینے بعد شادی ہے اور ہنر فکری دیکھو۔ میں تو کہتی ہوں کہ یہی حال رہا تو ساس دو دن بعد ہی چٹیا پکڑ کے باہر نکال دے گی۔" اماں جان کی نان اسٹاپ گفتگو ہمیشہ کاموں سے شروع ہو کر ساس پر ختم ہو جاتی تھی۔ مدیحہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"آپنی میں تو کہتی ہوں آپ گنج کروالیں نہ رہے گی چوٹی نہ پکڑے گی ساس۔" ثانیہ اپنے موٹے چشمے کو پہنے چسپ کھاتی اماں کے ساتھ آ بیٹھی۔

"درفنے منہ تیرا ثانیہ اس سے پہلے تم اپنی آنکھوں کا علاج کروالو۔" مدیحہ اپنے بالوں کی بہت پرواہ کرتی تھی اور اس کے بال تھے بھی ویسے، گھنے سیاہ لمبے سیدھ میں کمر تک آتے بال میں اس کی جان لبتی تھی۔ اماں ان دونوں کو لڑتے دیکھ کر سر پکڑ گئیں۔ اتنے میں حنا بھی یونیورسٹی سے واپس آ چکی تھی وہ اماں کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگی تو اماں اسے رو داد بتاتی اٹھ گئیں۔

"اب ان مہارانیوں سے بھی کام کروالینا کیلئے نہ کرنا۔" اماں حنا کو گویا وارن کر گئیں۔ ان کے جاتے ہی مدیحہ دوبارہ بستر پر ڈھیر ہو گئی۔

عالم شاہ کی تین بیٹیاں تھیں۔ مدیحہ، حنا اور ثانیہ۔ مدیحہ نے گریجویٹ کرنے کے بعد پڑھائی بس کردی اور یہاں ان کی تعلیم کے ختم ہونے کا اعلان ہوا انہیں کہ بھوپھو اپنے بیٹے فارس کا رشتہ لے کر آ گئیں۔ اماں تو بس جیسے انتظار ہی میں بیٹھی تھیں نہ کچھ کہانہ کچھ سناس جھٹ پٹ رشتہ طے کر دیا۔ وہ شوخ چنچل سی اور موڈی طبیعت کی لڑکی تھی، کام کرتی تو بہت اچھا کرتی لیکن جب اس پرستی طاری ہوتی تو مجال ہے کوئی کام کروالے۔ وہ لیٹی ہوئی اور اگر پیاس لگ جائے تو اٹھ کر پانی نہیں پیتی بلکہ حنا یا ثانیہ کا انتظار کرتی کہ کب وہ نظروں سے گزریں اور وہ انہیں حکم دے۔ حنا اس سے ایک سال ہی چھوٹی تھی لیکن پڑھنے کی شوقین ہونے کی بنا پر ابھی تک بچی ہوئی تھی حنا اس سے بالکل مختلف تھی مزاج میں نرمی اور تنقید کی تھی، دوسروں کا خیال رکھتی، بغیر ضرورت کسی سے بات نہیں کرتی اس لئے کچھ کے نزدیک تھوڑی گھمنڈی کہی جاتی تھی۔ البتہ ثانیہ ابھی ہائی اسکول میں تھی۔ وہ چشمش کیوٹ سی اور پورے گھر میں ادھم مچا کر رکھ دینے والی تھی، سکون تو اسے چھو کر نہیں گزرا تھا۔

خیر تو مدیحہ بی بی بہت ہی مزے سے اسٹول پر چڑھی گنگنا رہی تھیں جب ثانیہ نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا: -  
 "فارس بھائی کو اپنی شامت کروانی ہے جو آپ کو کال کر لی۔"  
 اس سوال پر اس کا متحرک ہاتھ ساکت ہو گیا ہلکا سا مڑ کر اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جو حنا کے ساتھ مل کر سامان صبح سے رکھ رہی تھی۔

"عیدی تو بچے لیتے ہیں میں تو منہ دکھائی لوں گی۔" وہ آنکھ مار کر بولی۔  
 "تو بہ ہے بھہ کیسے بے شرمی سے اپنی شادی کی باتیں کر رہی ہیں، ارے کچھ تو خیال کریں ابھی خبر آئی ہے کہ فارس بھائی کل پرسوں میں آنے والے ہیں۔" ان کی ماموں زاد بہن حرا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔  
 پورے خاندان میں وہ سب کی خبر کھتی تھی۔

"اوہو۔۔ تمہیں یہ خبر کہاں سے ملی۔؟" ثانیہ نے اپنے چشمے پر انگلی رکھتے اسے تھوڑا اونچا کیا۔  
 "ویل۔۔۔ آپ کی اماں جان کے کمرے سے میں گزر رہی تھی تو تھوڑا سا خود بخود۔۔۔۔۔۔ یونوں لیا۔" اس نے جھپٹ کر ثانیہ کی چپس اٹھالیں۔

"خود بخود۔۔۔۔۔؟؟ خود کو بہار لے گل مت سمجھو بھوکی اور یہ میرا چپس جو کھا رہی ہوں اے ویسے ہی لا کر بھی دے دینا۔" ثانیہ اب مکمل طور پر کام چھوڑ چکی تھی۔

"ایک منٹ فارس کیوں آرہے ہیں؟" مدیحہ نے الجھ کر پوچھا تو حنا اپنا سر پیٹ گئی۔  
 "ایران کی ممانی ہیں یہاں۔ وہ آیں یا جائیں کام کرو اپنا۔"  
 "اوہ۔۔۔۔۔ لیکن میں ذرا پوچھ کر آتی ہوں۔" وہ بہانہ بنا کر کمرے سے نکل گئی اور حنا پیچھے سے اسے آوازیں دیتی رہی۔

\*\*\*

دوسرے دن شام میں پھوپھو آ گئیں۔ ان کے آنے سے قبل کوئی سیکڑوں بار اماں اسے اپنی زبان بند کر کے رہنے کا کہہ چکی تھیں۔

"اماں ایک بار بولو گی تو بھی سن لوں گی دو دو کان دے ہیں اللہ نے۔" وہ چڑ کر بولی، بار بار ایک ہی چیز کی تکرار سے وہ کافی بے زار ہو جاتی تھی۔

"چپ کر، میں جا کر باہر بیٹھتی ہوں تو ناشتہ لے آنا۔" وہ اسے حکم دیتی باہر نکل گئی۔ "انف۔۔۔" اس نے سر پکڑ لیا۔

سب باتوں میں گن تھے جب وہ ناشتہ لے آئی۔

"اہم۔۔۔۔۔ السلام علیکم۔" اس نے میز پر ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔  
 "وعلیکم السلام بیٹا کیسی ہو۔؟ اور سب ٹھیک۔؟" پھوپھو نہایت ملائمت سے بولیں تو وہ دوپٹہ شانوں پر ٹھیک کرتی منہ بنا کر بولی:-

"جی۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا پھر پھوپھو آ گئیں۔۔۔۔۔" وہ اتنا کہہ کر رک گئی اور حنا کی جانب دیکھا جس کا منہ کھل گیا، پھر اماں کو جو سرخ انگارہ جیسی آنکھ لئے اسے ہی دیکھ رہی تھیں اس کے بعد فارس کو دیکھا جس کے منہ سے چائے باہر آ گئی تھی۔

"اور خوشی دو گئی ہو گئی۔" جلدی سے جملہ پورا کرتے وہ انکے گلے لگ گئی۔ ثانیہ نے حنا کو کہنی مار کر کہا:-  
 "اس ڈرامے باز کے آگے تو اسٹبلینا جولی بھی فیل ہو جائے۔"  
 "شش۔۔۔" حنا اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتی اپنا چہرہ جھکا گئی تاکہ مسکراہٹ اماں نہ دیکھ لیں ورنہ شامت یقینی تھی۔

\*\*\*

پھوپھو ایک ہفتے کے لئے آئی ہوئی تھیں اس لئے اسے بہت زیادہ کام کرنا پڑ رہا تھا ورنہ اماں پھوپھو کے جانے کے بعد جو حال کرتیں وہ سوچ کر ہی اس کی طبیعت بدمزہ ہو گئی۔ ناشتے کے بعد اس نے اپنا فون چارج پر رکھا اور خود کچن میں بیٹھ کر سبزیاں کاٹنے لگی۔ اتفاقاً فارس کسی کام سے وہاں گزرا تو اسے اکیلے دیکھ کر کچھ بات کرنے کے ارادے سے رک گیا۔ مدیحہ اپنی دھن میں مگن سبزیاں کاٹ رہی تھی جب فارس نے اسے آواز دی:-

"مدیحہ۔"

مدیحہ بی بی ایک دم سے چاقو سامنے کئے مڑی۔ "ہاں بولو۔؟" فارس کی آنکھیں پھیل گئی، چاقو بالکل اس کے قریب تھا۔ مدیحہ نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو چاقو نیچے کرتے دوبارہ پوچھا:-

"ارے۔۔۔ کیا ہوا بولو۔؟ کچھ چاہئے تھا۔؟"

"نہیں کچھ نہیں۔" وہ بیچارہ نہ جانے کیا کیا رومانٹک سا سوچ کر آیا تھا اور اب خوفزدہ سافٹی میں سر ہلاتا مڑ گیا۔  
 "اسے کیا ہو گیا۔؟" وہ شانے اچکا کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"ممائی جان مجھے اپنا فون چارج کرنا ہے کہاں کروں، میں اپنا چارج بھول آیا ہوں۔" وہ مدیحہ کے پاس سے سیدھا اماں کے پاس چلا آیا۔

"لو اس میں کون سی بڑی بات ہو گئی، مدیحہ کے کمرے سے لے لو۔" انہوں نے اجازت تو دے دی لیکن مدیحہ کا نام سن کر اس کا حلق کڑوا ہو گیا، پھر بھی وہ دل پر جبر کرتا مسکرا کر اس کے کمرے میں آیا اور اس کا فون چارج سے اتار کر میز کے کونے میں رکھ دیا پھر چارجر لے کر چلتا اپنے کمرے میں آ گیا۔

"اس لڑکی سے محبت کرنا تو دور دوستی کا احساس نہیں ہوتا ایک عمر کیسے گزرے گی۔؟" وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ دوسری جانب مدیحہ اپنا کام ختم کر کے کمرے میں آئی تو چارجر غائب اور فون کی بیٹری صرف چوبیس پر سنٹ تھی۔

"میرے ہی گھر میں، میرے ہی کمرے سے۔ میرا ہی چارجر چوری۔۔۔۔۔۔ مدیحہ سے پڑگا۔۔۔۔۔۔ دیش ناٹ چنگا۔" وہ پیر پٹک کر اماں کے پاس آئی، اور ان کے سر پر کھڑی استفسار کرنے لگی۔

"ارے فارس لے گیا ہے تھوڑی دیر بعد دے دیگا کون سا کھا جانا ہے اس نے۔؟" اماں کے جواب پر وہ بظاہر اثبات میں مسکرا کر سر ہلاتی تیز تیز قدموں سے فارس کے کمرے میں آئی۔ غصے سے آگ بگولہ تو پہلے ہی تھی اب سامنے موصوف پر نظر پڑی تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ فارس واش روم سے ابھی نہا کر نکلا تھا اور جسم ٹراؤزر کے علاوہ باقی کپڑوں سے محروم تھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔" مدیحہ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور منہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی۔ "کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے لیکن تم کیا جانو وہ کیا ہوتی ہے۔ بدتمیز ایسے کسی لڑکی کے سامنے آتے ہیں۔ تو بہ تو بہ۔" وہ رخ پھیر چکی تھی سو تو بہ تو بہ کرتے کانوں کو بھی ہاتھ لگایا۔

فارس نے ٹاول سے سر کے بالوں کو گرٹرتے اسے دیکھا، پھر ایک نظر خود کو۔

"بلکل۔۔۔۔۔۔ اور کسی کے کمرے میں ناک کئے بنا آنا کس زمرے میں آتا ہے مائی فیوچر وائف۔،"

"وہاٹ۔۔۔۔۔۔" اس نے اپنے ہاتھ کانوں سے ہٹا لئے البتہ مڑنا ابھی تک گوارا نہیں کیا تھا۔ "میں تو۔۔۔۔۔۔ میں تو بس اپنا چارجر لینے آئی تھی جو تم نے میرے کمرے سے چرایا ہے۔"

"اچھا۔۔۔۔۔۔" پہلے تو وہ مسکرایا پھر لفظ پر جو غور کیا تو رک سا گیا۔ "ایک منٹ۔۔۔۔۔۔ کیا کہتا تم نے۔۔۔۔۔۔ چرایا سے کیا مراد ہے۔؟"

"تم نے بغیر میری اجازت کے لیا تو چرانا ہی ہو اب دے دو واپس۔" وہ نخوت سے بولی تو فارس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"تم کیا اپنے آپ کو توپ سمجھتی ہو۔؟" اس کے ماتھے پر شکن در آئی۔

"نہیں میں اپنے آپ کو توپ نہیں سمجھتی، میں اپنے آپ کو وہ اسٹی میزائل سمجھتی ہوں جو ہیر و شیمان اور ناگاساکی پر گرا تھا۔ اس لئے مجھ سے تو دور ہی رہنا ورنہ جس دن میرا غصہ تم پر اترا تاں اس دن تمہارا سر بالوں سے محروم ہو جائے گا اور آنکھ چینوں کی طرح اندر دھنس جائے گی۔" وہ دروازہ دھاڑ سے بند کرتی چلی گئی اور یہاں فارس منہ کھولے کھڑا کھڑا رہ گیا۔

"حد ہے اپنے ہونے والے شوہر سے کوئی ایسے بات کرتا ہے۔؟ لاجول والا تو۔" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔



دوپہر کے کھانے کے وقت وہ خفا خفا سا تھا، اماں اس کی ناز برداری میں کوئی کمی نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں، وہ ان کا لاڈ لا بھی تو تھا، اور یہی وجہ مدیحہ کی چڑ کے لئے کافی تھی

"یہ کباب لونان بیٹا مدیحہ نے، بہت محنت سے بنایا ہے۔" انہوں نے اس کے آگے پلیٹ کی۔ فارس مردوتا مسکرا کر رہ گیا، دل تو چاہا کہ مدیحہ دے کہ آپ کی بیٹی کا نام سن کر میں خود جل بھن کر کباب ہو رہا ہوں لیکن مصلحت کے طور پر بیچارہ صبر کا گھونٹ پی گیا۔

\*\*\*

آج رمضان کا چاند دیکھنے وہ سب چھت پر جمع تھے، سوارحم بھی آگئی تھی۔ ارحم ان کی سینئر کزن تھی اس وجہ سے وہ فارس اور مدیحہ دونوں ہی سے واقف تھی، فارس کی اچھی دوست جب کہ مدیحہ کو ایک نظر نہیں بھاتی تھی۔ اور وجہ کیا تھی۔؟

فارس !!

جی ہاں، ارحم جب بھی آتی فارس سے چپک سی جاتی اور دونوں کی بے کار لالچنی باتیں ختم ہی نہ ہوتیں، مدیحہ پہلے ہی فارس کی وجہ سے خود کو خواہ مخواہ ہی پریشان کئے پھر رہی تھی اب ارحم کے آجانے سے گویا اس کی موجودگی محسوس ہی نہیں ہوتی۔

"ارے مدیحہ۔۔۔۔۔" ارحم نے اسے اکیلا دیکھا تو ساتھ آ بیٹھی۔ "اکیے کیوں بیٹھی ہو، وہ بھی بغیر کسی مصروفیت کے۔؟"

"کیوں تمہیں کوئی پرابلم ہے، یا تمہیں کوئی کام آ پڑا جو فارس کی بجائے مجھے یاد کرنے لگیں۔" صبح سے دونوں کی باتیں سن کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا سوچ کر بولی۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔ میں تو۔۔۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی صفائی دیتی فارس کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"انف ارحم۔۔۔۔۔ جسے رشتوں کا پاس رکھنا نہیں آتا اس کے سامنے صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔" وہ ایک قہر آلود نظر مدیحہ پر ڈالتا گزر گیا۔ مدیحہ نے پہلی مرتبہ اسے اتنے غصے میں دیکھا تھا وہ اپنے آپ میں سمٹ سی گئی۔

"مدیحہ۔۔۔" ارحم نے کچھ کہنا چاہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی

\*\*\*

اگلے دن سحری کے وقت وہ سب کے ساتھ نہیں بیٹھی، پھوپھو کے استفسار پر بتایا کہ وہ ان کے جانے سے پہلے کھا چکی ہے، فارس نے اسے دیکھا، بھکی ہوئی نظریں، سہا ہوا لہجہ۔۔۔ وہ کہیں سے بھی شوخ چنچل والی مدیحہ نہیں لگ رہی تھی،

"کاش۔۔ کاش پہلے ہی ایک دو بار جھاڑ دیتا۔۔" فارس بس سوچ کر رہ گیا لیکن اس کے سحری نہ کرنے پر تھوڑا فکر مند بھی تھا کہ پندرہ گھنٹے کے روزے کو مختصر تمہ کیسے رکھیں گی۔؟ خیر سحری بعد وہ سب ایک آہستہ آہستہ اٹھ گئے، البتہ فارس بیٹھا رہا۔

"سحری کیوں نہیں کی۔؟" سب کے جانے کے بعد سامان صحیح کرتی مدیحہ سے اس نے پوچھا جس کے متحرک ہاتھ اس کا سوال سن کر چند لمحوں کے لئے رکے اور پھر دوبارہ مصروف ہو گئے۔ فارس کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔

صبح سارا دن وہ مصروف رہی، اماں تو اس کی تبدیلی پر جہاں حیران تھیں وہیں شکر کا سجدہ کرتے نہ تھکتیں، مدیحہ ابھی کچن میں موجود رول بنانے کی تیاری کر رہی تھی جب اس کے کانوں میں ارحم اور فارس کی ہنسنے کی آواز آئی، نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سننے پر مجبور تھی کیوں کہ کچن ہال سے اٹنچ تھا۔

"یار سچ میں کاش ماما نے اس کی جگہ تمہارا ہاتھ مانگا ہوتا۔" یہ فارس کی آواز تھی، مدیحہ کے ہاتھ رک گئے۔  
 "اونہ بڑا آیا ہاتھ والا۔۔۔ اس جیسے بندے سے میں اپنی جوتی بھی نہ اٹھاؤں۔" وہ تلخی سے سر جھٹک کر رہ گئی  
 "کم آن اسلام میں چار شادی جائز ہے۔" یہ ارحم تھی، مدیحہ کا تودل کیا ان دونوں رویو جو لیٹ کو گھر کے باہر پھینک دے، اس نے ساتھ کھڑی حنا کو دیکھا جو سنجیدہ سی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ تم دیکھ لو میں آتی ہوں ذرا۔" حنا کو اپنا کام تھا کہ ادھر وہ کچن سے نکلی ادھر ارحم اور فارس آ گئے۔  
 "کیا ہوا آواز آ رہی تھی کیا یہاں تک۔؟" فارس نے پوچھا تو حنا نے ستائش سے کہا:۔

"آواز۔۔۔؟ ایک دم رینگل ایکٹنگ کی تم دونوں نے۔" اس بات پر ارحم اور فارس نے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔  
 "دیکھتے ہیں اب فیوچر وائف کب تک ناراض رہتی ہیں۔" فارس نے سلیب سے ٹیک لگائے ہاتھ سینے پر لپیٹے مسکرا کر کہا۔

\*\*

مدیحہ بہت پریشان تھی، ایک طرف تو فارس اور ارحم کی باتیں دوسری طرف اپنی کیفیت پر حیرانی۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی جب حنا آہستگی سے آئی اور بیڈ پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا  
 "آخر کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے، مجھے کیا وہ چار شادی کرے یا چالیس، کون سا وہ میرا سالار سکندر رہے جو میں اتنا پریشان ہوں۔" اس کی بڑبڑاہٹ حنا بخوبی سن سکتی تھی۔

"سالار صحیح تمہارا ایک مہینے بعد ہونے والا شوہر تو ہے۔" حنا کی بات پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تو۔۔؟" اس نے ابرو اٹھائی۔

"اف پائل لڑکی یہاں آ۔" وہ سر پر گئی۔ "تم اپنی فضول سی عادت کی وجہ سے فارس کو گنوا دو گی، نہیں مدیحہ تمہیں لڑنا چاہئے ارحم سے، اسے ڈی گرینٹ کرو۔" حنا اسے سمجھا رہی تھی

"لیکن اس کے ساتھ کچھ محسوس ہی تو نہیں ہوتا ناں۔ نہ وہ معیار جیسا ہے، نہ افق کی طرح بینڈم، نہ سالار کی کوئی خوبی، نہ ہی اس نے مجھے عمر کی طرح کبھی کوئی گفت دیا۔ اور فارس سے رومینس۔۔۔۔۔ بخ۔۔۔ سوچ کر ہی منہ کڑوا ہو گیا۔" وہ برے برے منہ بنا کر بولی۔ "صرف نام ہی فارس ہے باقی تو کوئی فارس غازی والی خوبی نہیں۔" وہ ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"تو تم کون سی امامہ، پریشہ، علیرہ اور زمر ہو۔۔؟ دیکھو مدیحہ زندگی ناول کی دنیا سے بہت الگ ہے، ناول انسان لکھتے ہیں اور ہماری زندگی کا تب تقدیر نے لکھی ہے اور یقین کرو ہماری لائف سب سے اچھی لکھی گئی ہے کیوں کہ یہ خالق نے لکھی ہے کسی مخلوق نے نہیں۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی، چپ ہوئی تو مدیحہ کو گہری سوچ میں ڈوبا پایا۔

"کیا سوچنے لگیں۔؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"سوچنے نہیں لگی، سوچ چکی اور اب دیکھو میں ان دونوں کا کیا حال کرتی ہوں۔" وہ تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اودہ اللہ کہیں ایکشن کاری ایکشن نہ ہو جائے۔" حنا سر پر ہاتھ مارتی اس کے پیچھے بھاگی۔

ارحم پھو پھو اور اماں کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی جب مدیحہ ساتھ آ بیٹھی۔

"ارے ارحم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔۔۔ بلکہ اماں اور پھوپھو جان آپ دونوں کو تو بالکل فکر نہیں ہے کہ ارحم یہاں بیٹھی ہے۔" اس نے ایک ساتھ تینوں کو مخاطب کیا۔

"کیا مطلب۔؟" اماں نے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے پوچھا تو وہ ان سے لگ کر بیٹھ گئی

"ماں کتنا اچھا ہوتا ناں اگر ارحم کی بھی شادی میرے ساتھ ہو جاتی، بیٹیاں بڑی ہو جائیں تو زیادہ دیر تک انہیں گھر میں رکھنا ٹھیک نہیں۔" وہ کسی بڑی بوڑھی کی طرح کہہ رہی تھی۔ جب کہ ارحم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"مدیحہ بہن دیکھو۔۔ ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔" ارجم نے کچھ کہنا چاہا تو وہ فوراً بات کاٹ کر بولی:-

"جلدی تو میرے لئے بھی ہے لیکن کر رہی ہوں ناں۔"

"صحیح تو کہہ رہی ہے، کوئی اچھا سا لڑکا مل جائے بس ارحم کا فرض بھی ادا ہو جاتا۔" پچھو پچھو نے اس کی تائید کی اور وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میریج سے پنگا۔۔۔ دیٹس ناٹ چنگا۔" ان سے دور آ کر اس نے ایک زوردار تھقبہ لگا کر اپنا پسندیدہ فقرہ

دہرایا، حنا جو کچھ دور ہی کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی حیران ہی رہ گئی۔

فارس شام کو آیا تو ارحم کو بے چینی سے یہاں وہاں ٹہلےتے پایا۔

"تم تو ڈوبو گے مجھے بھی لے ڈوبو گے، تمہاری والی میری شادی کے پیچھے پڑ گئی۔"

مائی گاڈ میں سوچ نہیں سکتا۔۔۔ مطلب جس لڑکی کو لڑنے اور سستی کے علاوہ کچھ نہیں آتا وہ اتنی زبردست پلاننگ کر بیٹھی۔"

"ہنسو نہیں الو۔ میرے لئے کچھ سوچو ابھی مجھے ڈیزائرنہنا ہے۔"

"او کے پہلے میں اس کی تو خبر لوں۔"

"جا جلدی کر بھائی جو کرنا ہے۔" وہ جھنجھلائی ہوئی تھی۔ فارس ہنستا ہوا مدیحہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا سوچ کر ارحم کی شادی کی بات کی تم نے۔" وہ کڑے تیور لئے پوچھ رہا تھا۔

"پہلے مجھے میرا فون اٹھا کر دو، وہ وہاں میز کے پاس رکھا ہے۔" وہ پیر لمبا کر کے بیٹھی ہوئی تھی سو اشارے سے بتایا۔  
- فارس نے دانت پیس کر اسے دیکھا پھر فون اس کے ہیڈ برکتے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

"میری مرضی۔"

فارس کے تو ہاتھوں طوطے ہی اڑ گئے۔ وہ لڑکی جو دو دن پہلے اتنی خائف تھی اس سے اچانک بے باکی سے باتیں کیسے کرنے لگی۔ اس کی سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے وہ ہونفوق کی طرح اسے دیکھ رہا تھا جب کہ محترمہ بینڈ زفری کانوں میں ڈالے برابر گنگنا رہی تھی۔

"یوں اپنا نام۔۔۔ تو تھک دیش آسونگ۔۔۔۔۔" اچانک گاتے گاتے وہ رک گئی اور گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"میرے پاس پیسے نہیں ہے جو سر پر کھڑے ہو جا کہیں اور۔۔۔" یہ کہہ کر وہ رکی نہیں بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ وہ جانتی تھی کہ فارس اسے چھوٹے گناہیں، اور یہاں فارس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر ڈالے وہ ساتھ ہی اس کے پیچھے لپکا۔

ان دونوں کے جھگڑے ختم ہونے نہیں آرہے تھے، ارحم اور حنان کی دوریاں کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں لیکن کبھی فارس چڑجاتا تو کبھی مدیحہ بی بی کے ہاتھوں سے کوئی حادثہ رونما ہو جاتا۔ کبھی فارس کی شرٹ پر لیس کرتے مدیحہ سے کپڑے جل جاتے تو کبھی فارس اس کے کمرے میں کا کروچ چھوڑ کر دروازہ بند کر دیتا، کبھی ارحم اور فارس ساتھ بیٹھے ہوتے تو مدیحہ کے ہاتھ سے پانی پودوں کی بجائے ان کی آبیاری کرنے لگتا۔ پھر فارس کو غصہ آتا تو مدیحہ کی بنائی ہوئی کھیر میں شیمپو ڈال کر چچہ بلاتا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں؟" وہ چڑ کر پوچھتی تو وہ ایک شان بے نیازی سے شانے اچکا کر اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتا گزر جاتا اور وہ کڑھ کر رہ جاتی۔ پھوپھو کے جانے میں ابھی دودن باقی تھے اس لئے پھوپھو اور اماں ذرا شاپنگ پر نکلے ہوئیں تھیں، پھوپھو نے اسے بھی چلنے کہا تو وہ افطار کی تیاری کا کہہ کر انکار کر گئی۔

"تم نہیں چلو گی تو شاپنگ کیسے ہو گی؟ آج کل کی لڑکیوں کا فیشن ہمیں کیا پتا؟" پھوپھو نے کہا تو وہ ارحم کو ان کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بولی:-

"اسے لے جائیں۔ اس کی پسند بہت اچھی ہے۔" وہ زبردستی مسکرائی۔ (کون سا ان کا لایا ہوا سامان عید پر استعمال کرنا ہے، لے آئے جو اچھا لگے۔) وہ دل ہی دل میں سوچے جا رہی تھی۔ پھر وہ مان بھی گئیں اور اماں کے ہمراہ ارحم کو لے کر چلی گئیں۔ حنا ابھی تک یونیورسٹی سے واپس نہیں آئی تھی اور ثامیہ اپنے کمرے میں بیٹھی کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ مدیحہ نے اکتا کر ادھر ادھر دیکھا فون تو اوپر کمرے میں رکھا تھا، اسے کو فٹ ہوئی۔ لیکن بور ہونے سے اچھا تھا کہ دس بارہ زینے چڑھ کر اپنا فون لے آئے۔ وہ اٹھی اور پہلا قدم سیڑھی پر رکھا ہی تھا کہ فارس پر نظر پڑی جو نیچے اتر رہا تھا۔

"فارس۔۔۔ رک جا اترنا نہیں۔" اچانک وہ چیخی۔ فارس اس کے اس طرح کرنے پر گھبرا گیا۔

"کیا ہوا؟" وہ اوپر ہی کھڑے کھڑے پوچھنے لگا تو مدیحہ نے ایک نرم مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔

"تم جانتے ہو تم بہت اچھے ہو، ہینڈ سم اور ڈیسکٹ سے؟"

فارس نے اس کی طرف یوں دیکھا جیسے اسے مدیحہ کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ آنکھیں سکڑ کر بغورا سے دیکھنے لگا۔

"وہ تو تمہیں دیکھ کر کبھی ٹھیک نہیں رہتی۔" مسکراہٹ ہنوز اس کے چہرے پر تھی۔

"کیا کہا؟" فارس نے اسے گھورا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نیچے مت آنا۔" وہ اسے اترتا دیکھ کر دوبارہ بولی۔

"آ خر کیا پرا بلم ہے۔۔۔؟" فارس جھنجھلا گیا۔

"فارس دیکھو آج صرف ایک بریڈ سحری میں کھا یا پھر سہارا دن کام بھی کرتی ہوں تم اتنا کرو کہ میرے کمرے سے فون لا دو پلیز ززز ززز ززز ززز۔۔۔۔۔۔۔۔" اپنا دعایان کرنے کے بعد آخر میں اس نے پلیز کافی کھینچ کر کہا فارس کی پیشانی پر موجود شکن یکسر طور پر غائب ہو گئی، اس کی جگہ اب طنزیہ مسکراہٹ نے لے لی۔

"اوہ تو اس لئے میاں آج اچھا لگنے لگا، کابلوں کی ملکہ خود جا، میں شادی سے پہلے زن مرید نہیں بننا چاہتا۔" وہ سیٹی بجاتا نیچے اترنے لگا۔

"تو کیا شادی بعد کام کرو گے؟ ہیں۔۔۔ سچی؟" وہ دوزینے ہی طے کر پایا جب مدیحہ نے پوچھا، اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔

"ہاں ارحم سے شادی کے بعد، ورنہ تم مجھے زن مرید نہیں کام والا چراسی بنا دو گی۔" وہ ہنستے ہوئے اسے کہہ رہا تھا اور مدیحہ کے رخسار اتنی عزت افزائی پر غصے اور تحقیر سے سرخ ہو گئے۔ وہ بغیر اسے دیکھے سیڑھیاں چڑھنے لگی، آخر کے دوسرے زینے پر فارس نے اس کی آنکھوں میں ہلکی نمی اور چہرے پر غم و غصہ دیکھنے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑتے روکنا چاہا تو مدیحہ نے اس کے پیر کو اپنی ایڑی سے کچل دیا اور فارس کے پاں اس کے پیر سے الجھ گئے پتہا اگلے ہی لمحے وہ دونوں نیچے گر پڑے۔

"اندھے ہو، دیکھ کر چلنا نہیں آتا۔؟" وہ اب زمین پر بیٹھی اس کی خبر لے رہی تھی۔ فارس جو دوسری جانب زمین بوس تھا لیٹے لیٹے ہی بولا:-

"میں اگر اندھا ہوں تو تمہاری آنکھیں تو سلامت تھیں ناں، پیر کچل کر رکھ دیا میرا، اب دیکھو چٹا بھی ہو گیا ہوگا۔" وہ فارس پر اڑ حذغصہ تھی لیکن اس کی بات سنتے ہی ہنس پڑی۔ "پیر چٹا ہو گیا۔" وہ ہنستی گئی، ہنستی گئی، فارس بس خاموش سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ فارس کی خاموشی سے اسے دیکھنے پر ایک دم رک گئی۔ پھر اٹھ کر دوبارہ سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

"کب تک ہم یونہی لڑتے رہیں گے مدیحہ؟" وہ پوچھا رہا تھا۔ مدیحہ بغیر مڑے رگ گئی اور کچھ دیر بعد اس کی آواز ابھری:-

”ہم دونوں بہت الگ ہیں فارس۔۔“ اس کی آوازیں اداسی تھی۔ مدیحہ کا چہرہ دیکھے بغیر بھی وہ کہہ سکتا تھا کہ اس وقت اگر وہ کچھ بولے گا تو وہ رو دے گی۔ فارس خاموش ہو گیا اور مدیحہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

\*\*\*

پھر پھوپھو بھی چلی گئیں۔ فارس نے جاتے ہوئے اسے خدا حافظ بھی نہیں کہا تھا، ایک دن افطار بعد وہ اپنے کمرے

میں بیٹھی ہوئی تھی جب حنا اس کے پاس آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔  
 "اپ سیٹ کیوں ہو۔؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ مدیحہ نے نظر اٹھائی، اور پھر نفی میں سر ہلا کر دوبارہ گردن جھکا دی۔  
 "نہیں پتا۔"

"فارس بھائی تو چلے گئے اب تو تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ وہ نہیں ہے، زیادہ کام بھی نہیں کرنا پڑتا۔" حنا استفسار کر رہی تھی یا آگاہ کر رہی تھی۔ مدیحہ اس بات کا فیصلہ نہ کر سکی۔  
 "پتا نہیں حنا مت پریشان کرو، اس منحوس کا تو نام ہی نہ لینا اور وہ ارحم۔۔۔ دیکھا تم نے اس کے جانے کے بعد وہ بھی نہیں رکی۔" اسے چڑسی ہو رہی تھی۔

"اوکے۔۔۔" حنا بی سمجھ کر سر ہلایا۔ "تو تم کیوں پریشان ہو۔؟"  
 "میں پریشان نہیں ہوں۔" اس نے سر جھٹکا۔

"تو منہ کیوں لٹکا رکھا ہے اگر پریشان نہیں اور کوئی مسئلہ نہیں تو پھر۔۔۔ کیا یہ تو نہیں کہ تم فارس بھائی کو مس کر رہی ہو۔؟" آخر میں اس نے شرارت سے کہا اور ساتھ ہی مدیحہ نے بیڈ پر کھی تکیہ اسے دے ماری  
 "میں کیوں مس کروں گی۔؟"

"وہ بھلا سا گانا تھا اس کا کیا نام ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔ کچھ کچھ ہوتا ہے۔" مدیحہ حنا کی باتیں سن کر اور تپ گئی۔

"کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا تو میرے دل میں گھنٹی بجتی جو کہ فارس کو دیکھ کر کبھی نہیں بجی۔"

"تو کیا گھنٹا بجاتھا؟" حنا نے سارے جہاں کی معصومیت اپنے چہرے پر سجالی۔

"تم کیا میری سوتیلی بہن ہو۔۔۔ گھنٹی کی بجی ابھی بتاتی ہوں تمہیں۔" وہ حنا کے پیچھے بھاگی جو اس کے خطرناک تیور دیکھ کر پہلے ہی کمرے سے نکل گئی تھی۔

حنانے صبح کہا تھا اور اس کا ادراک اسے کافی دیر بعد ہوا تھا۔ مگر فارس کے سامنے نازل رہنا اس کے اختیار میں نہیں تھا، ایک دن یہی بات اس نے حنا سے کہہ دی کہ میں فارس کو اس لئے مس کر رہی ہوں کہ اس کے سامنے میں نازل نہیں رہتی اس کی شکل دیکھ کر ہی دل کرتا ہے کہ کچھ اٹھا کر اسے دے مارے۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ کوئی گھنٹی نہیں بجی۔؟" حنا کہاں چپ رہنے والی تھی۔

"بجی تھی۔۔۔ ایک بار ہی بجی تھی جب وہ منحوس میرے ساتھ گرا تھا۔" مدیحہ نے بالآخر اعتراف کیا۔

"منحوس۔۔۔۔۔" حنا نے اسے گھورا۔ "کم از کم اب تو کچھ اچھا نام دے دو۔"

مدیحہ نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ "پہلے بتا لیا کیوں ہوتا ہے کہ وہ سامنے آئے تو کچھ اس کے سر پر توڑ دینے کا دل کرتا ہے۔" وہ کھوئی کھوئی بولی۔

"تمہارا پیار لگتا ہے ڈبلیوڈبلیوای کی سوغات ہے۔" حنا نے جل کر کہا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"اچھا سنو۔۔۔ میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔" حنا اپنی پٹن کو دانتوں میں دبا کر سوچتے ہوئے بولی۔ "کیوں نہ ہم انہیں سر پرانز کریں۔"

"مطلب۔" اس نے ابرو اٹھائی۔

"کہاں سر مارنے بیٹھ گئی میں بھی۔۔۔ چاند رات کو فارس بھائی کی برتھ ڈے ہے انہیں سر پرانز دیتے ہیں۔"

حنا نے خفگی سے کہا

"لیکن سر پرانز کیسے۔۔۔ یار۔۔۔ نہیں۔۔۔" مدیحہ کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس نے مدیحہ کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"پہلے مجھے بول لینے دو۔" پھر وہ دیرینک کانوں میں سرگوشیاں کرتیں رہیں۔

\*\*\*

فارس گھر آیا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ وہ اکثر آفس میں ہی افطار کرتا تھا اور نماز بعد واپس آتا۔ آج وہ گھر آیا تو خلاف معمول گھر میں ممانی جان کی آمد سے رونق تھی۔

"ممانی جان آئیں ہیں۔؟ پتا نہیں چڑیل آئی بھی ہو یا نہیں۔" وہ خود کلامی کرتا جا کر اماں سے ملا۔

"اور کیسے ہو۔؟ سالگرہ بہت مبارک ہو۔" وہ اس کی پیشانی چومتی بہت پیار سے کہہ رہی تھیں۔ اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائی۔ چڑیل نہیں آئی تھی۔ اسے ایک عجیب سی مایوسی ہوئی

"تھینک یو ممانی، میں ذرا چیخ کر لوں پھر آتا ہوں۔" وہ اجازت لے کر اٹھ گیا۔ کمرے میں داخل ہوا تو گپ اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔ اسے حیرت ہوئی کیوں کہ پھوپھو ہمیشہ عصر ہر کمرے کی لائٹ آن کر دیتی تھیں تو آج کیوں نہیں کیا۔ جیسے ہی اس نے سوئچ پر ہاتھ مارا پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ اس کے سفید بڑے سے بیڈ پر جا بجا سرخ سرخ خون کے دھبے موجود تھے اور سامنے دیوار پر کسی انسانی ہاتھ کا خون سے نشان بنا ہوا تھا۔

سرہانے رکھی میز پر ایک موٹی سی چھپکلی اور زمین پر دو تین چوہے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ پورے کمرے کا حلیہ اتنا جڑا اور بکھرا ہوا تھا کہ بے اختیار اسے کراہیت آئی۔ وہ مڑا تو کسی نے دروازے سے اسے دھکا دے کر گرا دیا اور خود بھی اندر آ کر دروازہ مقفل کر دیا۔

"کون ہو تم؟" وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ مقابل کی پشت اس کی طرف تھی سو وہ اس کا سیاہ بھوتوں والا چغہ ہی دیکھ سکا، مقابل آہستہ سے مڑا۔ اس کا چہرہ اچھا ہوا تھا صرف ہلکے ہلکے سرخ ہونٹ جھانک رہے تھے جو اس کی گوری رنگت کے باعث اور زیادہ نمایاں ہوتے۔ اسے دیکھ کر فارس کو اندازہ ہوا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ اس سے پہلے وہ کچھ



کہتا یک اور شخص سیاہ چنچہ والا بالکونی سے نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھی جو اس نے پہلے والے کو دے دی۔ اس کے بعد تیسرا شخص اس کے بیڈ کے نیچے سے نکلا اور فارس کے سامنے بھاگتے ہوئے چوہے کھٹو کر ماری۔ وہ چوہا بیچارہ اٹھ بآٹھ روم کے دروازے سے نکل کر اپنے ہوش و حواس سے بیگانا ہو گیا۔ تبھی واش روم کا دروازہ کھلا اور ایک چوتھا شخص اس کے سامنے آیا جو ان تینوں سے قدرے چھوٹا لگا رہا تھا۔ ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے اور وہ آہستہ آہستہ اپنا دائرہ فارس کے گرد جنگ کرتے گول گول پکڑ لگا رہے تھے۔

”کیا چاہتے ہو؟۔۔۔ آخر کچھ بولتے کیوں نہیں۔“ وہ پہلے ہی تھکا ہوا تھا اور اب اسے ان سب سے گزرنا محال لگ رہا تھا کہ ایک شخص جس کے ہاتھ میں چاقو تھا اس کی باتیں سن کر آگے بڑھا اور فارس کے گلے پر چاقو رکھ کر بولا:-

"پپی بڑھ ڈے فارس" اور پھر اس نے فارس کو ہلکا سا دھک دیا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ فارس حیران ہوا کیوں دوسرے شخص نے اپنا ماسک ہٹا دیا۔

"ارحم۔۔۔" اس کے منہ سے نکلا، ارحم گردن پیچھے کئے ہنستی ہی جا رہی تھی جب ایک اور ماسک ہٹا اب کی حنائی سے کہا:-

"پپی برتھوڈے فارس بھائی۔" ہنستے ہنستے وہ بھی بیجاں تھی۔ پھر تیسرا ماسک ثانیہ کے چہرے سے ہٹا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔ ڈراونی پپی برتھ ڈے فارس بھائی۔"

فارس نے مدیحہ کی طرف دیکھا جس نے ابھی تک ماسک نہیں ہٹایا تھا۔

"مجھے تو پہچان چکے ہوں گے۔" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی نہیں۔۔۔ ماسک کا کیا بھروسہ۔۔۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"اچھا جی لیکن تم سے پہلے میں نے کہہ رکھا تھا کہ عید ی تو بچے لیتے ہیں۔۔ میں تو منہ دکھائی لوں گی۔ اس لئے ہم

اپنا چہرہ آپ کو نہیں دکھا سکتے۔ سوری۔ "وہ بنار کے بولتی گئی اور فارس حیرت کے سمندر میں غرق ہوتا گیا۔

"میرے کمرے میں کیا کچھ کر ڈالا ہے تم لوگوں نے ظالم عورتوں۔" اس نے دہائی دی تو ثانیہ کھلکھلا اٹھی۔

"یہ دائرہ کلر ہے۔" اس نے بیڈ پر پڑے خون کی طرف اشارہ کیا۔ "اور وہ پینٹ کیا ہوا ہے اگر آپ ذرا سا غور

کرتے تو دیوار الگ اور کاغذ الگ دھکتا۔ "اس نے ہاتھ بڑھا کر خونی ہاتھ کا نشان اتار کر کاغذ لہراتے ہوئے کہا۔

"اور یہ چو ہے، چھپکلی؟" فارس نے استفسار کیا تو اس مرتبہ رحم نے تیزی سے بھاگتے ایک چوے کو اٹھا کر ہوا

میں اچھا کرکچ کیا ۔

"تین مصنوعی چوہے کے ساتھ ایک مصنوعی چھپکلی بالکل مفت۔" اس نے چھپکلی کی طرف اشارہ کیا۔

اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ سب ڈرامہ ہماری بہن اور آپ کی ہونے والی فیوجروائف مس مدیحہ شاہ نے اریخ کیا ہے۔ "حنانے اپنے ہاتھ سینے پر رکھ کر ذرا جھکتے خالص چینلوں کی طرح کہا۔ فارس نے مدیحہ کو دیکھتے نفی میں گردن ہلائی اور سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"تم کبھی نارل نہیں ہو سکتی۔" بیچا رگی سے کہتے مدیحہ کو اس وقت وہ بہت پیارا لگا۔ وہ آہستہ آہستہ ایک ایک قدم اٹھاتی اس تک آئی پھر اچانک اپنی مصنوعی چاقو فارس کے گلے پر رکھی۔

"بتا تمہارے دل میں گھنٹی بجتی ہے یا نہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی اور پیچھے کھڑی ارحم اور حنا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ "گھنٹی؟" وہ حیران ہوا۔

"وہ۔۔ گھنٹی مطلب تم اسے لائک کرتے ہو یا نہیں۔" ارحم نے ہنسی روکتے بمشکل کہا۔

"انف۔۔۔۔ ہاں بہن بجتی ہے گھنٹی، گھنٹا، والکن، پیانو، گٹار سب بجتا ہے۔" وہ تھکا تھکا ہلکا سا مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ مدیحہ پہلے تو خوش ہوئی اور اسے چھوڑ کر الگ کھڑی ہوئی پھر جب الفاظ پر غور کیا تو ایک دم مڑی۔ "اے بہن کس کو بولا۔" وہ غراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ فارس نے بھاگ نکلنے میں ہی عافیت جانی اور کپڑے لے کر جلدی سے واش روم میں گھس گیا۔

وہ کپڑے بدل کر باہر آیا تو کمرے کا حلیہ ٹھیک ہو چکا تھا اور وہ چاروں غائب تھیں۔ فارس مسکراتا ہوا نیچے آیا تو سب کو اپنا منتظر پایا۔ مدیحہ بھی وہیں اور شیخ رنگ کے خوبصورت سے فرائم میں ملبوس تھی البتہ سر سے دوپٹہ آگے کر کے رکھا ہوا تھا جس سے اس کی پیشانی اور ناک کا کچھ حصہ چھپ گیا تھا۔ اس کے آنے پر سب نے اسے وش کیا پھر ممانی جلد ہی چلی گئیں تو اس نے دروازے پر مدیحہ کو آہستہ سے چڑیل کہا۔ وہ اسے گھورتی ہوئی نکل گئی پھر یہ سوچ کر خوش ہو گئی کہ کابلوں کی ملکہ سے تو اچھا ہی ہے کہ چڑیل کہے۔۔۔۔ لیکن کیوں؟ کیا کبھی کچھ اچھا نہیں کہہ سکتا؟ وہ پھر سے منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

\*\*\* عید کے دن فارس اس کے گھر آیا تو حیران ہی رہ گیا۔ پورے گھر کو نہایت خوبصورتی سے سجایا ہوا تھا، ادھر ادھر نظریں گھمائی تو ممانی جان کچن میں دکھائی دیں۔ وہ سیدھا انکی طرف آیا۔

"السلام علیکم ممانی جان عید مبارک۔" وہ انہیں گلے لگا کر بولا۔

"وعلیکم السلام۔۔ خیر سلامت، خوش رہو، اکیلے آے ہو؟" انہوں نے استفسار کیا۔

"جی گھر پر مہمان آگئے تھے۔" وہ اماں کو بتا کر ایک ایک ڈش چیک کرنے لگا۔ "ارے واہ آج تو بہت زیادہ ہی بہترین کھانے نظر آ رہے ہیں کیا بات ہے۔۔۔"

"ہاں صبح ہی مدیحہ نے بنائے اتنے سارے کھانے۔۔۔ اب تم بتا بیٹا یہ سبزی خور لڑکی نے اتنے اہتمام کر ڈالے

کون کھائے گا خود تو کھاتی نہیں۔ "اس سے پہلے ان کی شکایتیں اور بڑھتی وہ ہاکسا مسکرا کر بولا  
"دیکھتے ہیں ناں ممانی جاں کب تک یہ محترمہ نخرے کرتی ہیں۔" وہ ہنس کر کچن سے نکل گیا۔  
"ارے واہ میری کابلوں کی ملکہ کام کا جو ہو گئی۔؟" وہ اسے سوچتا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب وہ نائٹ سوٹ میں  
ملبوس اپنے الجھے کھلے ہوئے بالوں کو ایک ہاتھ سے سہلاتی اور دوسرے ہاتھ سے جمائی روکتی نیچے آتے ہوئے  
فارس سے نکل گئی۔

"آؤج۔" اس نے اپنی آدھی نیند میں ڈوبی آنکھوں کو پورا کھول کر مقابل کو دیکھا جو اپنی ناک پر ہاتھ رکھے کھڑا  
تھا۔

"توڑ دو میری ناک۔" وہ غصے سے بولا۔

"ابے ہٹ۔" وہ شاید آدھے خواب میں تھی اس لئے غور کئے بغیر اترنے لگی پھر ایک دم کچھ یاد آنے سے جھٹکے  
سے مڑی اور اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کر کمرے کی طرف دوڑ گئی۔

"عیدی تو بچے لیتے ہیں جی

میں تو منہ دکھائی لوں گی۔"

جاتے جاتے اس نے فارس کو چھیڑا تو جوابا فارس نے ہانک لگائی۔

"پہلے تیار تو ہو لو عید کے دن بھی نائٹ سوٹ میں ہی گھوم رہی ہو۔" مگر وہ جا چکی تھی اور فارس یہاں مسکراتا کھڑا  
رہ گیا تبھی ثانیہ اپنے کمرے سے نکل آئی۔

"اوہو فارس بھائی عید مبارک۔" گلابی فراک میں ملبوس چشمش آج بھی پیاری لگ رہی تھی۔

"خیر سلامت تمہاری بہن تیار نہیں ہوتی کیا۔؟" وہ جواب دے کر پوچھنے لگا تو ثانیہ نے ہنس کر اپنا چشمہ ٹھیک  
کرتے کہا:۔

"کہاں رہتے ہیں آپ بھائی۔؟ مدیحہ آپ نے کھانا بنایا، پھر تیار ہو کے ایک دو۔۔۔ نہیں بلکہ ایک سویلیفی لی پھر  
واپس نائٹ سوٹ پہن کر سو گئی۔"

"سو گئی۔؟" اس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں ناں۔" ثانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اب عصر بعد تیار ہوگی شام میں مہمان آتے ہیں ناں۔" وہ بتا کر  
سیڑھیاں اتر گئی اور یہاں فارس ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

\*\*\*

عید کے دو ہفتے بعد ان کی شادی کے سارے فنکشن شروع ہو گئے۔ پھر شادی کے دن جب اس نے عروسی لباس

دیکھا تو آنکھیں پھیل گئی۔

"نہیں پہنوں گی میں یہ۔" اس نے احتجاج کیا

"مدیحہ۔۔۔۔۔ بہن کیا ہوا۔؟ کیوں نہیں پہننا۔؟" حنا تو گھبرا ہی گئی۔

"یہ یہ پہن کر میں چل بھی سکوں گی۔۔۔۔۔؟؟؟؟" وہ بھاری بھر کم لہنگے کو دیکھ کر ہی خوفزدہ تھی۔

"اوہ اللہ۔۔۔۔۔ عقل بٹ رہی تھی تو تم کر کیا رہی تھی۔۔۔ نہیں آج تم بتا ہی دو۔۔۔ بیوقوف عورت شادی پر

شادی کا کپڑا نہیں پہنوں گی تو کیا ہسپتال سے تمہیں مریضوں کا لباس لادیں۔ نرم اور آرام دہ۔" حنا پھٹ پڑی۔

"لیکن حنا میں کیسے۔۔۔۔۔" وہ منمنائی تو ارحم نے اسے واش روم میں ڈھکیلا۔

"کچھ نہیں ہوتا مدیحہ جلدی کرو بس۔"

کچھ دیر بعد مدیحہ بی بی سرخ و سبز رنگ کے عروسی جوڑے میں ملبوس ان کے سامنے کھڑی تھیں۔ خیر کسی طرح ان

سب نے اسے تیار کیا پھر جب سینڈلز کی باری آئی تو مدیحہ نے جھٹ سے ایک باکس کھولا اور اس میں موجود سفید

رنگ کے جوگرز نکال کر اپنے پاں میں پہن لئے۔

"یہ کیا ہے۔؟" ارحم کا منہ کھل گیا البتہ ثانیہ نے اپنے دانت چھپانے کو چہرہ موڑ لیا لیکن ہنسی کی آواز مدیحہ کے

کانوں سے ٹکرائی۔

"اسے جوگرز کہتے ہیں اور ثانیہ بی بی تمہیں بڑی ہنسی آرہی ہے۔" اس نے دونوں کو ایک ساتھ جواب دیا۔

"شادی پر جوگرز کون پہنتا ہے مدیحہ؟" حنا اب تھک گئی تھی اسے سمجھا سمجھا کر۔

"حنا بہن پلیمیزار پہلے ہی لہنگے کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہوں یہ ہیل پہن کر نہیں چل سکوں گی اور ویسے بھی جوتے

چھپ گئے ہیں۔" ان نے اپنے پاں کی طرف دیکھا۔ جوتے واقعی نظر نہیں آرہے تھے۔

"اوکے۔" ارحم نے مسکرا کر حنا کو اشارہ کیا کہ اسے رہنے دے جب جوتے نظر نہیں آرہے تو ٹھیک جیسی مرضی

کرے۔ کچھ دیر بعد وہ ہال میں موجود سٹیج پر تھی اور لوگوں سے چمک چمک کر شادی کی مبارک بعد کے ساتھ تحفے

وصول رہی تھی

"مدیحہ دلہن تھوڑی شرماتی ہے۔" لوگ منتشر ہوئے تو اس کے ساتھ بیٹھے فارس نے آہستہ سے کہا۔

"ہا ہا ہا۔۔۔ اچھا۔۔۔ سوری۔" مدیحہ نے اسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر اپنے پاں کی جانب دیکھا جو لمبے لہنگے سے

چھپا ہوا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔؟" اس نے مدیحہ کی نظروں کا تعاقب کیا۔ تو مدیحہ نے اپنے پاں ذرا سے باہر نکالے۔

"جوگرز۔۔۔۔۔" فارس کا لفظ اس کے حلق میں ہی کہیں اٹک گیا اسے کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا یہ حقیقت دیکھ کر۔

ہاں ناں۔۔۔ میرا تو دل چاہ رہا ہے تمہاری گھوڑی پر بیٹھ کر پورے شہر میں گھوموں۔ "وہ کچھ زیادہ ہی خوش تھی۔ فارس ہنستے ہنستے نفی میں سر ہلا کر رہ گیا اور اس لمحے ان دونوں کو محظوظ دیکھ کر ارحم نے اپنے فون میں ان کی پک سیو کی پھر فوٹو ایڈیٹر سے اس کا کپشن لکھا:۔

"مسٹر اینڈ مسز سائیکو۔" اور فوٹو فارس کو سینڈ کر دی۔ فارس کا فون آف تھا لیکن اسے یقین تھا وہ جب بھی دیکھے گا ضرور خوش ہوگا۔ انہوں نے اسی طرح ہنستے کھیلتے شرارتیں کرتے رہنا تھا اتنا تو طے تھا کہ مدیحہ اپنی کاہلی تو چھوڑ دے گی مگر اپنی من مانیوں کبھی نہیں چھوڑنے والی آخر کو وہ بھی اب مسز فارس جو بن گئی تھی۔ ختم شد۔

بہترین تحریروں کا مجموعہ

ہمیشہ

دروما

آن لائن ڈائجسٹ

## مشتاق احمد یوسفی

از قلم: ہادیہ امجد

تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے ۰۲ جون کو طنز و مزاح کے بادشاہ مشتاق احمد یوسفی قضائے الہی سے وفات پا گے۔ مشتاق احمد یوسفی ایک عہد ساز شخصیت کے حامل شخص تھے۔ وہ اپنی تحریروں میں معاشرے کے تاریک پہلوں کو ایسے ہلکے پھلکے انداز میں بیان کرتے تھے کہ پڑھنے والے کو برا بھی نہ لگے اور وہ سوچنے پر بھی مجبور ہو جائے۔

مشتاق احمد یوسفی ۲۴ ستمبر ۱۹۳۹ کو راجھستان انڈیا میں پیدا ہوئے۔ یوسفی کا تعلق پٹھان خاندان سے تھا۔ ان کے والد جیپور میونسپلٹی کے چیرمین تھے اور بعد میں جیپور قانون ساز اسمبلی کے اسپیکر رہے۔ یوسفی نے اپنی ابتدائی تعلیم تاجپوتانہ میں حاصل کی اور اس کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے بی اے کے ساتھ ہی ایم اے فلالی اور ایل بی کی ڈگری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی۔ تقسیم ہند کے بعد ان کا خاندان ہجرت کر کے کراچی آ گیا۔

مشتاق احمد یوسفی نے ۱۹۵۹ میں مسلم بینک میں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۶۱ میں بطور مینجنگ ڈرائیور کی سیٹ پر



الائیڈ بینک میں جو اننگ دی۔ بعد ازاں ۹۱ء میں یونائیٹڈ بینک میں وہ صدر مقرر ہوئے۔ ۹۱ء میں پاکستان بینک کونسل میں بطور چیئرمین اپنی خدمات سرانجام دیں۔ انہیں اپنی انہی خدمات پر قاقاد اعظم میموریل میڈل سے نوازا گیا۔

ابن انشا جو خود ایک مزاح نگار تھے، مشتاق احمد یوسفی کے متعلق کہتے ہیں اگر ہم اپنے وقت کے ادبی مزاح کو نام دینا چاہیں تو صرف یوسفی کا نام ہمارے ذہن میں آتا ہے۔

ایک اور مفکر ڈاکٹر ظہیر فتح پوری لکھتے ہیں ہم یوسفی کے دور کے ادبی مزاح میں جی رہے ہیں۔ یوسفی کا دور ۱۶۹۱ء میں شروع ہوا جب انکی پہلی کتاب چراغ تلے شاع ہوی۔ اب تک اسکے الائیڈ شینز ظاہر ہو چکے ہیں۔ اسکا تمہیدی کلمہ پہلا پتھر خود مصنف نے لکھا ہے۔ ۸۰۰۲ء میں وہ کراچی میں رہے تھیا اور اکثر ٹی وی پروگراموں اور سیمینارز میں دکھائی دیتے تھے۔ انکی پانچویں کتاب شام شاعر باران (۲۱۰۲) (آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی میں آغاز ہوا۔ جس کے بارے میں قلم نگار زہرا نگاہ کہتی ہیں نہ یوسفی صاحب اور نہ ہی انکی کتابیں پرانی ہوں گی۔

انکا اردو ناول آبِ غم "Mirages of the Mind" کے نام سے انگلش میں ٹرانسلیٹ ہوی ہے۔ انکی کتابیں۔ آبِ غم، اتوالی یوسفی اور دیگر مضامین، چراغ تلے، زرگزشت، حاکم بدہن انکے چند مزاحیہ آرٹیکلز۔ بای فوکل کلب۔ چار پای اور کلچر۔ کافی۔ دستِ زلیخا۔ حویلی۔ ہوئے مرکزہ ہم جو رسوا۔ جنونِ لطاف۔ یہاں کچھ پھول رکھے ہیں۔

یوسفی کا اردو ادب خاص کر طنز و مزاح کے میدان میں اپنی تخلیق کی وجہ سے بہت بڑا نام ہے مگر افسوس کے طنز و مزاح کا یہ بادشاہ ۴۹ سال کی عمر میں ہمیں چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ بیشک اردو ادب میں یہ ایک خلا ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ انکی مغفرت کرے اور جنت الفروس میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین۔



خوبصورت و دیدہ زیب ہینڈ میڈ جیولری رعایتی قیمت پر گھر بیٹھے منگوائیں

آرڈر پر بھی جیولری تیار کی جاتی ہے

AB, Creation کا فیس بک پیج وزٹ کریں اور نئے ڈیزائن دیکھیں بھی اور آرڈر بھی کریں



<https://web.facebook.com/handmadebanglez/>



# عفت کی پاسبان

رائحہ مریم

مانا کے بعض اوقات والدین تلخ یا سخت ہوں لیکن ان کا ادب و احترام فرض ہے، اور ہاں فرار ہر مشکل کا حل نہیں ہے۔۔۔۔ اور اگر جس شخص سے آپ کو محبت ہے اس کی محبت آپ کے حق میں بہتر ہے تو ملے گی نہیں تو خدا کی قسم جو ستر ماں سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کو غلط باتوں میں جانے نہیں دے گا۔۔



اپنے آنسو پونچھ لو زل۔ رحمانے زل کو اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہچکیوں سے رونا شروع ہو گئی۔

میں کیسے پونچھ لوں ان کو۔ مجھے صبر نہیں آتا..... میں بھی جیتی جاگتی انسان ہوں۔ مجھ میں بھی احساسات ہیں..... مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے رحما..... رحما اللہ نے خود کشی حرام کیوں کی ہے۔

رحما جو کہ اتنی دیر سے اسے آنسو بہاتا دیکھ رہی تھی اس بات پر تڑپ گئی کیونکہ آج سے پہلے زل نے ایسا نہیں کہا تھا۔ زل! خبردار جو آئندہ ایسی بات بھی کہی تو۔ رحمانے اسے جھنجھورتے ہوئے کہا کہ شاید وہ ہوش میں نہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ زل تو اب ہوش میں آئی تھی۔ اس کو جو گلتا تھا کہ اس کے بابا صرف اس کی ماما پر بے جا روک تھام کرتے ہیں وہ ہاتھ اٹھانے تک پہنچ چکی ہے۔

کیوں ناکہوں میں ایسا؟ ہاں کیوں ناکہوں؟ وہ میری امی کو مارتے ہیں رحما وہ میری امی کو..... اب کی بار وہ اتنا اونچا بولی کہ چند لڑکیاں مڑ مڑ کر ان دونوں کو دیکھنے لگ گئیں۔

رحما امی کو بہت اچھا جھوٹ بولنا آتا ہے۔ ایک مہینہ پہلے میں نے ان کے ماتھے پر چوٹ دیکھی تو پوچھنے پر بولیں کہ الماری لگی ہے..... اور میں رحما..... میں نے یقین کر لیا۔ اب کل رات میری آنکھ کھلی تو پانی لینے نیچے آ رہی تھی کہ ابو کو سیڑھیوں میں امی پر ہاتھ اٹھا تا دیکھا میں نے۔ رحما وہ ہماری زندگی سے چلے کیوں نہیں جاتے..... زل نے روتے ہوئے اسے گزرے دن کی روداد سنائی۔

رحما چند لمحے چپ رہی لیکن پھر ہمت کر کے بولی۔ زل وہ تمہارے والد ہیں اور جیسے بھی ہیں..... ان کا احترام تم پر فرض ہے..... زل نے رحما کی بات کاٹی اور چلائی، اور ان کے کیا فائض ہیں؟ انہوں نے کبھی کیوں نہیں سوچا، وہ کیوں ہمارے احساسات کی قدر نہیں کرتے؟ کیا ان کا فرض ہمیں پیدا کر کے مر گیا ہے؟ اور یہ وہ سوال تھے جن کے جواب رحما کے پاس بھی نہیں تھے۔ اور آج بھی ہر دفع زل کے گھر کے حالات پر ہونے والی گفتگو کا نتیجہ خاموشی ہی رہا۔

☆☆☆☆☆☆

گھر آ کر زل اپنی ماما سے کچھ نہ کہہ پائی اور دونوں نے بڑی مہارت سے ایک دوسرے کا پردہ رکھ لیا۔ رات میں زل کو اپنے ماما اور بابا کے ساتھ رفیق صاحب کے کسی دوست کے بیٹے کی شادی میں جانا تھا۔ اور ان کی تیاریوں سے لگ رہا تھا کہ ان کی دوستی کافی گہری ہے۔

تحریم بی بی جلدی کرو..... زل کہاں رہ گئی..... اچھا اس کو بول دو کہ دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھ لینا..... آج کل کی لڑکیوں میں تو جیسے شرم و حیا ہی ختم ہو گئی ہے..... دوپٹہ لینا تو جیسے بھلا ہی دیا ہے سب نے.....

میری پشاوری چپل مت نکالنا ..... یہ ہمایوں ابھی تک رکشہ لے کر کیوں نہیں آیا.....

اور زل کی سننے کی قابلیت جواب دے گئی تو اس نے دروازے کو ٹھوکر لگا کر بند کیا جس سے رفیق صاحب کی آواز خاصی کم ہو گئی۔ پھر اس نے شیشے میں اپنا سراپا دیکھا جیسے دیکھ رہی ہو کہ کچھ رہ تو نہیں گیا۔

کالے رنگ کا گھٹنوں تک آتا فراک تھا جس پر سنہری تلے کا کام اس کو نہایت خوبصورت بنارہا تھا۔ بازو بھی چوری دار تھے لیکن زل نے ان میں کالے اور گولڈن امتیاز کی کچھ چوڑیاں پہن رکھیں تھیں۔ اس نے ایک نظر اپنے کمر تک آتے بالوں کو دیکھا پھر ہنس کر خود کو سراہا اور بالوں کا جوڑا بنا کر کچر لگا دیا۔ کیونکہ کھلے بالوں کی اجازت کبھی نہ ملی تھی نہ ملنی تھی۔ پھر اس نے سلیقے سے اپنے دوپٹے کا حجاب بنایا اور بڑی سی چادر لیکر باہر آ گئی جہاں ہمایوں رکشہ لے آیا تھا۔ زل نے چادر سے ہی نقاب کیا اور تحریم کے ساتھ باہر آ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

شادی کے فنکشن کا اہتمام گھر میں ہی کیا گیا تھا۔ زل کی توجیرت سے آنکھیں پھیل گئیں کیونکہ ابھی تک رفیق صاحب نے ان کو کسی قریب کی شادی میں بھی تیل مہندی پر جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور ان کے دوست کے گھر جگمگاتی روشنیوں اور بلند آواز گانوں کی وجہ سے اس کو پتا چلا کہ وہ اجازت کیوں نہیں دیتے تھے۔ زل کوئی ایک بار اس کی کلاس فیلو نے اپنے گھروں میں ہونے والے تیل کے فنکشنز کی روداد سنائی تو اس کا بھی دل چاہا کہ وہ بھی دیکھے۔ کالج میں کئی مرتبہ لڑکیاں اپنے موبائل میں گانے لگاتیں تو زل بھی ان کے ساتھ مل کر ناچتی۔ اور رحما کے بقول زل سب سے اچھا ڈانس کرنا جانتی تھی۔ لیکن آج یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسے ہضم کرنے میں دقت ہو رہی تھی۔

وہ بچتی ہوئی آنکھوں سے مناظر کو جذب کر رہی تھی جب اسے لگا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ لیکن وہ تلاش نہیں کر پائی کہ کون۔ اتنے میں ٹھوکر کھا کر وہ تھوڑا آگے جھکی کہ تحریم نے اسے ہمام لیا۔

تھینک یو ماما۔

دیکھ کے کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟

نہیں ماما۔ پھر وہ سب لان سے گزرتے ہوئے گھر کے اندرونی حصے میں آ گئے۔ وہاں تو جیسے الگ ہی جہاں تھا۔ زل نے اب بھی چادر سے نقاب کر رکھا تھا۔ کیونکہ وہاں مرد اور عورتیں سب اکٹھے ہی تھے۔ اندرونی دیواروں اور سیڑھیوں کو اچھے سے پھولوں سے سجایا ہوا تھا۔ ایک طرف کچھ لڑکیاں ڈھولک لے کر بٹھی ہوئیں تھیں اور ان میں سے کچھ مہندی لگا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ہی ان کے کزنز جو کہ چھوٹی عمر سے لے کر شادی شدہ تک بھی لگ رہے تھے موجود تھے جو کہ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ زل تو ان کی بے باکیوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

اتنے میں ان کے پاس ایک عورت آئیں جو کے بہت ہی خوبصورت سے لہنگے میں تھیں۔ لیکن ان کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔ اور غور کرنے پر زل کو معلوم ہوا کہ وہاں پر کسی بھی لڑکی یا عورت کے سر پر دوپٹہ نہیں ہے سوائے اس کے خود کے اور تحریم کے۔ وہ عورت آ کر تحریم کے گلے ملیں تو ان کے ساتھ ایک انکل بھی آ گئے جن کو رفیق صاحب بہت گرم جوشی سے ملے۔ (تو یہ ہیں وہ جن کے بیٹے کی شادی ہے۔) زل نے سوچا۔

آپ کو بیٹے کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو شکفتہ بہن۔ تحریم نے کہا اور ان کی جانب وہ شانگ بیگ بڑھا دیا جس میں ان کیلئے تخائف تھے اس بیگ کو بہت ہی لمبی بحث کے بعد قبول کیا گیا جس میں زیادہ تر حصہ یہ ہی تھا کہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ تکلف کیا آپ نے تحریم۔

اب وہ لوگ آپس میں رہی باتیں کرنا شروع ہو گئے۔ ایک چیز جس نے زل کو مزید حیران کیا تھا وہ یہ تھی کہ تحریم نے اپنا نقاب اتار دیا تھا اور رفیق صاحب بہت آرام سے وہاں کھڑے تھے جیسے کچھ ہوائی نہیں۔

زل کو یاد تھا کہ جب ایک مرتبہ اس کی ماما نے اپنے بھانجے کی شادی پر نقاب کے بغیر گاڑی میں سفر کیا تھا تو رفیق صاحب ان کو میکے چھوڑ کر چلے آئے تھے کہ ایسی آوارہ شریک حیات ان کو نہیں چاہیے۔ پھر گھر کے بڑوں نے دخل دے کر معاملہ کس طرح رفع دفع کروایا وہ الگ کہانی ہے لیکن یہاں تو جیسے ان کے چہرے پر ذرا بھی بیزاری نہیں تھی۔ تحریم نے زل کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس کا وہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جس میں اس نے چادر کا کونہ تھا مہا تھا) یہ ایک اشارہ تھا کہ نقاب اتار دو (پھر وہ شکفتہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں یہ میری بیٹی ہے زل۔

زل بھی بڑھ کر ملیں تو انہوں نے اسے اپنے گلے لگا لیا۔ ان خاتون کے کپڑوں سے اٹھنے والی تیز خوشبو اف خدایا۔ بدقت مسکراہٹ قائم رکھی۔

بہت خوبصورت نام ہے آپ کا۔ مطلب کیا ہے اس کا؟

حانہ کعبہ کا تنگہ اور عورت کو ڈھانپنے والی چادر..... اس سے پہلے کہ حریم جواب دیتی رفیق صاحب نے جواب دے دیا۔ مطلب بھی آپ کی طرح پیارا ہے۔ زل نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ پھر رفیق صاحب سالار صاحب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور ہمایوں بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ شکفتہ نے اپنی بیٹی کو آواز دی۔

عالیہ..... عالیہ! اتنے میں ایک زل کی ہم عمر لڑکی اسی لڑکے لڑکیوں کے جھرمٹ سے جگہ بناتی ہوئی آئی۔

اس نے نہایت ہی خوبصورت کام دار لہنگا پہن رکھا تھا۔ جس کا دوپٹہ گلے کی زینت بنا ہوا تھا۔

السلام علیکم آئی۔ اس نے آ کر خوشدلی سے سلام لی۔ عالیہ یہ تحریم آئی ہیں رفیق انکل کی مسز اور یہ ہیں زل.....

اپ نے ان کو کمپنی دینی ہے ٹھیک۔

جی ٹھیک ہے ماما۔ اس نے مسکرا کر زل کی جانب دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی۔

زل مجھے اپنی چادر دیدو۔ زل مڑنے ہی لگی تھی کہ تحریم نے روک لیا۔ عالیہ بھی شاید کسی ملازم کو کچھ کہنے لگ گئی۔ لیکن ماما.... بابا! زل نے اتنا آہستہ بولا کہ صرف وہ ہی سن سکیں۔

تمہارے بابا نے ہی بولا تھا۔ انہوں نے بھی اتنی ہی دھیمی آواز میں جواب دیا۔ زل نے حیران ہوتے ہوئے چادر اتار کر دی اور عالیہ کے ساتھ چل پڑی۔ تحریم کو شگفتہ لگیں۔

آپ کیا کرتی ہیں زل؟ عالیہ نے پوچھا۔ میں بی ایس سی کر رہی ہوں۔ زولوجی میں۔

زل نے مسکرا کر جواب دیا۔ ارے واہ! سیم سیم لیکن میں بی ایس کر رہی ہوں دوسرا سیمسٹر ہے میرا۔ اتنے میں وہ دونوں ڈھولک کے پاس آ گئیں۔ عالیہ نے دوتا لیاں بجائیں اور سب کو متوجہ کر کے زل کا تعارف کروایا۔ اور جگہ بنا کر بیٹھ گئیں۔ زل پہلے تو جھکتی رہی لیکن بعد میں ان کے ساتھ تھوڑا گھل مل گئی اور تالیاں بجانا شروع کر دیا۔ اتنے میں ڈھولک والی آپنی نے ڈھولک پر لڈی کی دھن بجائی تو کئی لڑکیاں اور لڑکے لڈی ڈالنا شروع ہو گئے۔ عالیہ نے زل سے بھی کہا لیکن اس نے تو صاف انکار دیا۔

مجھے تو بالکل بھی ڈانس کرنا نہیں آتا۔ (مانا کہ بابا نے چادر اتارنے کی اجازت دی اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بدل گئے ہیں۔ بھئی مجھے میری ٹانگیں بہت عزیز ہیں (اپنی سوچ پر وہ خود ہی ہنس دی۔ پھر زل کو احساس ہوا کہ شاید اس کے بال کھل گئے ہیں۔ تو وہ پریشان ہو گئی۔ عالیہ !

"ہاں بولو زل۔

مجھے واش روم میں جانا ہے۔

اچھا..... ایسا کرو میرے ساتھ آ۔ یہاں نیچے تو کوئی واش روم فارغ ہونا مشکل ہے۔ تم ایسا کرو کہ اوپر سفیان بھائی کے روم میں چلی جاؤ۔ سفیان کی ہی شادی تھی۔

وہ مائنڈ نا کر جائیں عالیہ۔ زل نے اپنا حشرہ بتایا۔ ارے..... اس میں مائنڈ کرنے والی کون سی بات ہے..... آ میں چھوڑ آؤں۔

پھر زل عالیہ کے پیچھے پیچھے چل دی۔ سیڑھیاں چڑھ کے وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے آئے۔

تم بے شک آرام سے فارغ ہو جاؤ میں نیچے ہی ہوں۔ زل نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔ اس نے ڈور ناب گما کر دروازہ کھولا تو خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ اندر آ کر اس نے لائٹس آن کیں تو کمرے کی خوبصورتی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکی۔ بلاشبہ وہ کمرہ نہایت نفاست پسندی سے سجایا گیا تھا۔ اس نے ڈیرنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا حجاب کھولا تو سارے بال نکھر گئے۔ کمرے کی کھلی کھڑکی سے باہر لگے ڈیک سے گانے کی آواز آنا شروع ہو گئی۔

اتفاق سے وہ گانا نزل کا ان دنوں کا پسندیدہ بھی تھا تو اس کا دل کیا کہ وہ ساری حدیں بھلا کر ناپچنا شروع کر دے پھر کیا تھا۔ جب دل اپنی کرنے پر آئے تو نہیں دیکھتا کہ جگہ کون سی ہے وہ وہیں پر ڈانس کرنے لگ گئی اور ڈانس میں مگن ارد گرد سے لاعلم ہو گئی..... اچانک اسے لگا کہ کمرے سے ملحقہ بالکونی میں کوئی نامانوس سی آواز سنائی دی ہے تو وہ چونک گئی۔ جب وہ آواز دوبارہ سنائی دی تو ڈر کے مارے زل کے ہاتھ پاؤں پھولنا شروع ہو گئے۔ اس نے جلدی جلدی اپنے کھلے بالوں کو جوڑے میں قید کیا اور حجاب کر کے باہر بھاگ گئی۔ پھولے سانس کے ساتھ نیچے آئی تو عالیہ نے پوچھا۔

کیا ہوا.... حیریت تو ہے نازل؟ بیٹھو یہاں پر۔

اور پرفیانی بھائی کے کمرے میں کوئی ہے۔ زل نے پھولی سانس کے ساتھ کہا۔

اوہ..... میرے خدایا..... وہ لیزا ہوگی۔ سفیان بھائی کی بلی۔ میں دیکھتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اوپر کی جانب چل دی۔ اور زل نیکسون کا سانس لیا کیونکہ وہ یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ کسی نے اسے اس حالت میں دیکھا ہے پھر وہ تحریم کی جانب چل دی۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ آواز لیزا کی نہیں کسی اور کی تھی۔ اس واقعے سے وہ محتاط ضرور ہو گئی۔ اور کھانا تک کا سارا وقت تحریم کے ساتھ ہی گزارا۔

زل نے بچے ذرا اپنے بابا کو فون تو کر لیا اور پوچھو کہ وہ کہاں ہیں۔ گیارہ بج رہے ہیں..... تحریم نے فکر مندی سے زل کو کہا تو اس نے فرضی جیب میں ہاتھ ڈالا (یہ اس کی عادت تھی کیونکہ وہ یونیورسٹی میں موبائل جیب میں ہی رکھتی تھی) امی موبائل میرے پاس تو نہیں ہے۔ زل کے ساتھ ساتھ تحریم بھی پریشان ہو گئیں۔ پھر کچھ یاد آنے پر زل بولی۔ ماما میں واشروم گئی تھی وہاں نارہ گیا ہو۔ میں دیکھ کے آتی ہوں۔ زل نے تحریم سے اپنی چادر واپس لی اس کو بازو پر ڈالا اور عالیہ کی جانب آئی۔

عالیہ شاید میں اپنا موبائل سفیان بھائی کے کمرے میں بھول آئی ہوں کیا لے آؤں؟

ارے زل اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے دیکھ لو جا کے۔ بلکہ میں یہاں کچن سے فارغ ہو کر اوپر ہی آ جاتی ہوں۔ عالیہ نے زل کے ہاتھ میں وہ چھوٹا سا موبائل دیکھا تھا جب وہ واشروم میں گئی تھی۔ لہذا اس کی پریشانی سمجھ کر بولی۔ زل اوپر آ گئی اوپر والے پورشن میں اب اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ سب نیچے دلبے کو مہندی لگا رہے تھے۔ زل نے جب کمرے کا دروازہ کھولا تو اندر گھپ اندھیرا تھا جبکہ وہ لائٹ جلتی چھوڑ کر آئی۔

(عالیہ نے بند کر دی ہوگی لائٹ) (اپنی سوچ کا خود ہی جواب دے کر آگے بڑھی کہ ڈریسنگ ٹیبل پر اسے اس کا موبائل نظر آ گیا۔ ابھی اس نے موبائل اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ بند ہونے آواز آئی۔ وہ مڑی تو کسی نے لائٹ آف کر دی۔ زل نے دوڑ لگانا چاہی لیکن دروازے کے پاس پہنچتے ہی کسی نے اسے بازو سے کھینچ

کردیوار کی جانب دھکیلا اور آگے بڑھ کر ایک بازو کی پشت زل کی گردن پر رکھی جس سے اس کی آواز دب گئی۔ تو دوسرے ہاتھ سے زل کے پیٹ پر اپنی پانچوں انگلیوں سے دبا ڈال کر اسے دیوار سے لگا دیا۔ زل نے ڈر کے آنکھیں بند کر لیں۔

یہاں کیا کر رہی ہو؟ بھاری آواز میں پوچھا گیا۔

مممم..... میں..... ممم..... میں اپنا سیل فون..... ل ل ل لینے آ..... آئی ہوں..... ووو..... وہ وہاں ہے گردن پر بازو ہونے کی وجہ سے اس سے بولائیں جارہا تھا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف اس چور) ایسا زل کو لگا کہ یہ چور ہے (کی توجہ دلائی۔

اوہ.. اچھا!! تم..... نام کیا ہے تمہارا؟

زز..... زم زم مل... زل۔ بمشکل کہہ پائی۔

ہاں تو زل اب اگر تم نے نیچے کسی کو بھی یہ بتایا جو یہاں ہوا ہے تو تمہاری عزت تو جائے گی ہی لیکن میں تمہارا حشر نشر کر دوں گا..... آئی بات سمجھ میں؟

جج..... جی۔ زل کو نا جانے کیوں لگا کہ وہ شخص اپنی اصل آواز چھپا رہا ہے۔ لیکن اس کی دھمکی کا یہ اثر ہوا کہ زل زور زور سے کانپنے لگی۔ اب اس شخص نے آہستہ آہستہ زل کی گردن پر اپنے بازو کی گرفت ڈھیلی کی آیا یہ دیکھ رہا ہو کہ وہ چیخے نہیں اور جیسے ہی یقین آیا کہ اب وہ نہیں چیخے گی وہ بالکونی کی جانب بھاگ گیا۔ جبکہ زل اپنی پھولی ہوئی سانس بحال کرنے کی سعی کرنے لگ گئی۔ دوبارہ دروازہ کھلا اور عالیہ اندر آئی۔ ارے..... زل لائٹ تو جلا لیتی۔ اور ایسے کیوں کھڑی ہو؟ عالیہ نے لائٹ آن کی تو اسے کانپتی ہوئی زل دیوار کے ساتھ لگی نظر آئی۔

زل..... زل کیا ہوا..... سب ٹھیک تو ہے نا؟

عالیہ..... ووو..... وہ ابھی زل نے بتانا شروع ہی کیا تھا کہ لیزا بالکونی سے اندر کمرے میں آگئی۔

افو..... زل ایک بلی سے ڈر گئی۔"

لیزا اب زل کے پاؤں کیگرداٹھ کھیلیاں کر رہی تھی۔ آولیزا تمہیں نیچے لے جاؤں۔ موبائل ملا زل؟ عالیہ نے زل سے پوچھا لیکن وہ کسی اور ہی دنیا میں تھی۔

زل!! اب کی بار عالیہ نے کچھ اونچا بولا تو زل ہوش میں آئی۔

ہ۔ہ۔ہ۔۔ ہاں کیا ہوا؟ اس نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

زل میں موبائل کا پوچھ رہی ہوں۔ ملا کیا؟ عالیہ بھی حیران ہوئی۔

ہاں۔۔۔ ہاں مل گیا۔ پھر وہ خود پر گزری قیامت پر قابو پاتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے گئی اور موبائل اٹھا لیا۔

اب وہ جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتی تھی۔

عالیہ میں نیچے چلتی ہوں ماما میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ عالیہ کو دیکھ کر اس نے خود پر کافی حد تک قابو پاتے ہوئے کہا ہاں چلو میں بھی آتی ہوں .... آؤ تم بھی لیزا۔ پھر اس نے لیزا کو بھی گود میں اٹھالیا۔ اور جب وہ نیچے آئیں تو زل تفریباً دوڑ کر تحریم کے پاس گئی اور موہاں ان کی طرف بڑھا دیا۔

ماما! بابا سے کہیں کہ جلدی چلیں۔ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے یہاں۔ زل نے تحریم کا بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں میں کہتی ہوں کیونکہ ان لوگوں نے تو ابھی رات گئے تک یہ شور شرابا جاری رکھا ہے۔ تحریم نے بھی زل کی تانہ کی۔ پھر وہ لوگ وہاں پر سالار صاحب اور شگفتہ کے کہنے پر بھی نہیں رکے۔ رفیق صاحب بھی باہر اتنا آزادانہ ماحول دیکھ کر بمشکل مسکراہٹ قائم کئے ہوئے تھے۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر زل نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ اور ذہن میں ایک مرتبہ پھر سے سارا واقعہ چلنے لگا۔

ارے بھئی حد ہوتی ہے بے شرمی کی..... وہ تو سالار نے اتنا سارا کر لیا تو میں آنے پر راضی ہو گیا مجھے کیا پتا تھا کہ یہاں تو کسی کو مذہب کی تمیز نہیں..... آج زندگی میں پہلی بار زل کو رفیق صاحب کا چلانا برا نہیں لگا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا بس کسی طرح اس جگہ سے بہت دور چلی جائے، کبھی واپس نہ آنے کیلئے۔

☆☆☆☆☆☆

رحما پچھلے آدھے گھنٹے سے زل کو چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس پر کوئی اثر ہو تب نا۔ اور زیادہ تر باتیں جو وہ رونے کے دوران کر رہی تھی ان میں اگر کوئی وہاں آ جاتا تو؟

آیا تو نہیں نازل۔

اگر کوئی مجھے وہاں ایسے دیکھ لیتا تو؟

دیکھا تو نہیں نازل۔

اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے کسی کو بتایا تو وہ میرے ساتھ اچھا نہیں کرے گا۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے رحما۔

رحما نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور بولی، اس کو پتا نہیں چلے گا زل بلکہ کسی کو بھی پتا نہیں چلے گا۔

اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے بہت بڑے نقصان سے میری دوست کو بچا لیا ہے۔ پتا نہیں وہ شاید کوئی چور تھا اور کچھ چرانے آیا ہوگا۔ زل بس اللہ کا شکر ادا کرو اور اس پر معاملہ چھوڑ دو۔

رحما نے خلوص سے اسے سمجھا تو اس کا رونا دھونا سوں میں بدل گیا۔ رحما نے سکون کا سانس لیا کہ اب زل بہتر ہوئی ہے۔

وہ ایک ایسے گھر سے تعلق رکھتی تھی جہاں اس کے بابا کی دقیانوسی سوچ پر چلتا تھا۔ وہ گھر میں مکمل چپ رہنے والی لڑکی تھی



جو اپنے دن کو کالج میں ہی جی لیتی لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کا تعلیم کا یہ آخری سال تھا۔ جیسے تیسے رفیق صاحب نے بی ایس سی کی اجازت دی تو ساتھ ہی کہہ دیا۔

اس کے بعد یہ لڑکی مجھے نہ کہے کے آگے پڑھنا ہے۔ بچیاں گھر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ اور تم کالج جاتے وقت برقع لوگی اور اگر مجھے کبھی کسی بھی ایسی بات کا پتا چلا جو مجھے پسند نہ آئی تو اسی دن تمہارا گھر سے باہر نکلنا بند ..... آئی سمجھ۔ درحقیقت جو کچھ سالار صاحب کی طرف ہوا رحما بھی بھی وہی سوچ رہی تھی کہ کوئی ایسا کیوں کرے گا لیکن مطمئن تھی کہ اب زل اس واقعے کو بھلا دے گی۔

☆☆☆☆☆

السلام علیکم چندا!

زل جب کالج سے گھر آئی تو اپنے موبائل پر موصول ہونے والے غیر شناسہ نمبر سے آئے میسج پر حیران رہ گئی۔ یہ کس کا میسج ہو سکتا ہے بھلا؟ وہ صرف سوچ کے ہی رہ گئی۔ کیونکہ اس کے جانے والوں میں سے کوئی بھی اسے "چندا" نہیں کہتا تھا۔ جب وہ جی بھر کے حیران ہوئی تو اس سوچ میں پڑ گئی کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رحمانے نیا نمبر لیا ہو۔ لیکن وہ مجھے چندا تو کبھی نہیں کہتی۔ تو کیا کسی نے غلطی سیکر دیا ہے۔

لیکن اگر وہ چندا کہہ رہا ہے تو مطلب جس کو میسج کیا ہے اسے جانتا بھی ہے۔ جب اپنی سوچوں سے تنگ آ گئی تو جھنجھلا کر موبائل بیڈ پر ٹنچ دیا بھاڑ میں جائے جو بھی ہے۔

☆☆☆☆☆

جب وہ رات کا کھانا کھا رہے تھے تو بالکل خاموشی تھی اور رفیق صاحب کے ہاتھ میں زل کا موبائل تھا۔ جسے وہ ابرو اچکا کر چپک کر رہے تھے جیسے اس میں انڈین آر می کے بلو پرنٹس ہوں اور وہ پاکستانی فوجی ..... ہنہ۔ زل نے اپنی سوچوں کو جھٹک کر کھانا کھانے پر فوکس کیا۔

یہ کیا بیہودگی ہے؟ رفیق صاحب کی آواز پر اس نے سر اٹھا کے دیکھا۔ اسے لگا کہ ہمایوں نے پھر کوئی شرارت کی ہے لیکن وہ تو اس کی ہی طرف دیکھ رہے تھے تو وہ گڑ بڑا گئی۔

ک ..... کیا ہوا بابا؟ وہ ابھی تک سمجھ نہیں پائی کہ اس پر کیوں غصہ ہو رہے ہیں جبکہ زل نے تو ایسا کچھ کیا ہی نہیں۔ تو انہوں نے موبائل سکرین زل کی جانب کر دی جس پر صبح موصول والا میسج جگمگا رہا تھا۔ ایک لمحے کیلئے تو زل کا سر ہی گھوم گیا لیکن بظاہر خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

بابا۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ یہ رحما کا نیا نمبر ہے آج وہ یونی نہیں آئی تھی اس لیے کام پوچھنے کیلئے فون کیا۔ اور آج پہلی دفعہ جھوٹ بولتے ہوئے آخری دفعہ اس کی آواز کپکپائی۔

اس سے بول دو تم کہ آئندہ ایسے القاب سے تمہیں نابلدائے۔ زہر لگتی ہیں مجھے وہ لڑکیاں جن کو بات کرنے کی تمیز بھی ناہو۔ یہ پڑھتے ہو تم لوگ اداروں میں۔ یہ تمیز سکھائی جاتی ہے وہاں۔ یہ سب پڑھنا ہوتا ہے تو پھر بیٹھو..... زل نے سب باتوں کو سنانا سنا کیا اور جلدی سے کھانا کھا کر کمرے میں آ گئی۔ آج خلاف معمول موبائل اس کے پاس تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر زل نے غصے سے دروازہ بند کیا اور لمبے لمبے سانس لیکر اپنا غصہ کم کرنے کی سعی کرنے لگی۔ اسی غصے کے زیر اثر زل نے میسج کا جواب دیدیا۔ کون ہے؟ اور موبائل کو بیڈ پر ٹنچ کر کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔ ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ جواب آ گیا۔

وعلیکم السلام!

میں نے پوچھا ہے کہ کون ہے؟ غصے سے کہا۔

سلام کا جواب دینا فرض ہے۔

زل نے پڑھا تو اسے لگا کہ رحما ہے کیونکہ رحما ہمیشہ اس کی اس غلطی کو ٹوک دیا کرتی تھی، تو جواب دیا۔

رحما آج یونی کیوں نہیں آئی؟ یاد کیا تم کو میں نے۔ زل نے بغیر تصدیق کئے جواب دیدیا۔

آج طبیعت خراب تھی اس لیے۔

موصول ہونے والے جواب نے اس کے شک کی تصدیق کر دی کہ وہ رحما ہی ہے۔

مت کیا کرو یوں چھٹی۔ محبت سے گلہ کیا گیا۔

اوکے جناب اب نہیں کروں گی۔ ساتھ ہی جواب آ گیا۔

اور ہاں رحما مجھے میسج پر "چندرا" مت کہا کرو۔ آج بابا نے اتنی باتیں سنائی ہیں۔ زل کا غصہ نکل ہی گیا..... اور وہ

رات کافی دیر تک اس انجان شخص کو رحما سمجھ کے باتیں کرتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆

\*\*\*\*چھ مہینے بعد\*\*\*\*

زل نے رات کو اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو ایک عجیب سی خوشی اس میں سرایت کر گئی۔ ہونٹوں پر بناوٹی مسکراہٹ کی جگہ حقیقی مسرت نے لے لی۔ وہ اپنی کپڑوں کی الماری کے سامنے آئی اور اس کو کھول کر اندر سے کپڑوں کی تہہ کے نیچے سے ایک موبائل نکال لیا..... اس کو دیکھ کر ہمیشہ کی طرح زل کو یاد آیا کہ کس طرح اس کا پہلا موبائل

بابا نے توڑ دیا تھا۔ بات یہ تھی کہ اس کے ایک ٹیسٹ میں ۷۰% سے کم نمبر تھے جس پر وہ غصہ تھے اور دوسرا ان کو پتا چل گیا تھا کہ زل رات کے وقت موبائل اپنے پاس رکھتی ہے۔

بابا ٹیسٹ میں کم مارکس بخار کی وجہ سے آئے تھے، قسم لے لیں آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ زل نے روتے ہوئے ان سے کہا لیکن وہ اس کی آنکھوں میں چھپی سچائی کو نہ دیکھ پائے۔ زل کو ٹیسٹ والے دن واقعی بخار تھا لیکن انہوں نے موبائل کو ہوا میں بلند کیا اور ایک جھٹکے سے اسے زمین پر دے مارا۔ وہ موبائل کسی اچھی کمپنی کا تھا بھی نہیں لہذا کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

اس دن صرف موبائل نہیں تھا جو ٹوٹا تھا بلکہ اس دن زل کا اپنے بابا کے ساتھ مان کا جو رشتہ تھا وہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔ مجھے آئندہ اس لڑکی کے ہاتھ میں یہ خرافات نظر آئی تو میں اس کے ہاتھ تو توڑ دوں گا۔ ساتھ تمہارے پاس بھی توڑ دوں گا تحریم! تمہارے کہنے پر میں نے اس کو یہ لے کر دیا تھا..... ایسی ہوتی ہیں اچھے گھروں کی لڑکیاں.... زل نے ایک نظر ان ٹوٹے پر زوں کو دیکھا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ کبھی رفیق صاحب کو مختاب نہیں کرے گی۔

یہ اس دن کے ایک ہفتے کی بات ہے جب وہ رات میں کمرے میں سو نے آئی تو تکیے کے نیچے سے "زوں زوں" کی آواز پر چونک گئی۔ اس نے تکیہ ہٹا کر دیکھا تو وہاں ایک خوبصورت سا موبائل تھا۔ زل تو اسے دیکھ کر سستے میں آ گئی۔ دوڑ کر نیچے تحریم کے پاس آئی۔

ماما میرا موبائل... وہ حسب معمول باورچی خانے میں ہی تھیں جب زل نے پوچھا۔

زل میری جان..... تمہارے بابا کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا۔ میں ابھی ان کو نئے موبائل کیلئے نہیں کہہ سکتی۔ زل کئے لمحے ٹھنکی باندھے تحریم کو دیکھتی رہی پھر بولی، نہیں ماما مجھے موبائل نہیں چاہیے۔ ویسے بھی پیپر ز قریب ہیں۔ آپ بابا سے مت کہیے گا، ابھی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر وہ اوپر کمرے میں آ گئی۔ آ کر دروازہ اچھی طرح سے بند کیا۔ بیڈ پر آ گئی۔ اب موبائل واہیریت نہیں کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موبائل پکڑا اور اسے دیکھنے لگی۔ ابھی وہ اس کو پلٹ کر دیکھ ہی رہی تھی کہ وہ پھر سے واہیریت کرنے لگ گیا۔ زل نے ڈرتے ڈرتے کال اٹھالی۔

وہ "زی" کی کال تھی وہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ وہ کیسی ہے؟ اس کو بتا رہا تھا کہ اس نے پلمبر کے ہاتھوں موبائل وہاں رکھوایا ہے (زل نے یقین بھی کر لیا) (وہ اسے بتا رہا تھا کہ زل سے ایک ہفتہ بات نہ کر کے وہ بے سکون رہا تھا۔ اور اس وقت زل کو وہ اپنا سب سے بڑا غم گسار لگا۔

آج بھی الماری سے موبائل نکالتے ہوئے زل کو وہ پہلی رات یاد آئی جب اس کو موبائل دیا گیا تھا۔ زل نے مسکرا

کر موبائل آن کیا تو ڈھیروں تحریری اطلاعات کو اپنا انتظار کرتے پایا۔ جو کہ اس بات کی گواہ تھیں کہ "زی" اس سے کافی ناراض ہے۔ زل نے کال ملائی تو دوسری ٹیل پر ہی فون اٹھا لیا گیا۔

السلام علیکم! زل نے بہت خوشگوار موڈ میں کہا تو زی کو تو آگ ہی لگ گئی۔

کیا مطلب السلام علیکم؟ اتنے دنوں کے بعد تم نے کال کی ہے اور میں جو کہ مرنے کے قریب ہوں اسے تم سلامتی کیسے بھیج سکتی ہو.... اتنی ظالم کیسے ہو سکتی ہو زل؟ زی کا زل کو نام سے بلانے کا مطلب تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے ورنہ وہ اسے کہتا ہی "چندا" تھا۔ زل نے کئی مرتبہ منع بھی کیا تھا لیکن وہ کہتا کہ مجھے یہ نام پسند ہے میں تو یہ ہی کہوں گا۔

زی! آپ کو پتا ہے کہ میرے فائلز تھے۔ زل نے بہانہ کڑھا۔

میرے خیال سے زل بی بی آپ کے امتحان تین دن پہلے ختم ہو چکے تھے۔ زی بھی بانبر تھا۔ جب وہ اس کے گھر میں فون رکھوا سکتا تھا تو امتحانات کی آخری تاریخ پتا کروانا تو بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

امم م وہ..... دراصل..... زل سے بہانہ نہیں بن پارہا تھا۔

جھوٹ مت بولنا زل۔ زی نے وارنگ دی۔

میں ماما کے ساتھ گاؤں شادی پر گئی ہو تھی، شادی چونکہ بچا ابو کے بیٹے کی تھی تو پھر ٹھہرنا پڑا۔ موبائل پاس نہیں تھا، لے کر جانا یا نہیں رہا۔ زل نے اقرار کر ہی لیا۔

پورے سات دن کیلئے۔ زی کو ابھی بھی یقین نہیں آیا۔

ہم..... زل نے آہستہ سی آواز میں کہا۔

اچھا چلو پھر تصویریں تولی ہوں گی نہ؟

جی! زل نے جیسے ہی کہا، کہہ کر پچھتائی۔

چلو پھر دکھاؤ مجھے..... ساتھ ہی زی نے وہ فرمائش کر دی جس سے وہ چنچا جاتا ہی تھی۔

آپ جانتے ہیں زی..... زل نے آہستہ سے کہا۔

کیا.....؟ زی جانتا تھا لیکن اس کے منہ سے بار بار سننا اچھا لگتا تھا۔

میں پردہ کرتی ہوں۔ بلکی سی معصوم آواز میں اس نے دفاعی پل باندھا، جانتی تھی یہ کام کر جائے گا۔

میں جانتا ہوں۔

پھر بھی بار بار پوچھتے ہیں۔ زل نے گلہ کیا۔

کیونکہ مجھے بار بار سننا اچھا لگتا ہے۔

زل خاموش ہی رہی۔

تم حجاب کیوں کرتی ہو چندا؟ (چند اکہنے کا مطلب تھا کہ اب وہ ناراض نہیں ہے لیکن آج سے پہلے اس نے ایسا سوال نہیں کیا تھا)

زل نے سوچنے کیلئے چند لمحے لیے اور بولی۔

میں حجاب اس لیے کرتی ہوں تاکہ میں خود کو اس کے احترام کے نتیجے میں باحیا رکھ سکوں۔ مجھے فرق نہیں پڑتا کہ کوئی میری طرف بری نگاہ سے دیکھے یا نہیں، کیونکہ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ آپ نقاب کر کے بھی لوگوں کی غلیظ نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ پاتے۔ لیکن میں صرف اپنی نظر کی حفاظت کی جوابدہ ہوں.....

اور جب میں حجاب کر کے باہر جاتی ہوں تو خود بخود نظریں جھک جاتیں ہیں، کیونکہ اگر میں حجاب کر کے بھی اپنی نظر کی حفاظت نہ کر پاؤں تو مجھے لگتا ہے کہ دہرا گناہ ہوگا، ایک پردے کی بے حرمتی کرنے کا اور دوسرا نگاہ کی حفاظت نہ کرنے کا۔ اور آج بھی ہر مرتبہ کی طرح زل نے زی کو خاموش کروادیا، وہ واقعی کئی لمحے بول نہ سکا۔

تم اچھی لڑکی ہو زل، اب سو جا، اچھی لڑکیاں زیادہ دیر تک جاگ نہیں کرتیں۔ زل نے مسکرا کر ہاں میں ہاں ملائی اور فون رکھ دیا۔

زل نے فون تو رکھ دیا لیکن کافی دیر تک یہ سوچتی رہی کہ اسلامی بنیادوں پر لیے جانے والے ملک کی زیادہ تر شادیوں میں حجاب قبول کیوں نہیں کیا جاتا تھا؟ وہ حال ہی میں جس شادی سے لوٹی تھی بلاشبہ وہ ایک گاؤں میں تھی لیکن وہاں پر بھی دوپٹے کو سر کی زینت بنانے کی بجائے گلے کا ہار بنایا جا رہا تھا..... اور بات صرف یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جب تک حجابی لڑکیوں کو طنز بھری کی نگاہوں سے دیکھ نہ لیا جائے یا ان کی حجاب پر سوال نہ کر لیا جائے خود کو ماڈرن خیال کرنے والی لڑکیوں کا مقصد پورا نہیں ہوتا..... اور تو اور افسوس زیادہ ان لڑکیوں کے حصے میں آتا ہے جو حجاب لینا صرف اس لیے چھوڑ دیتی ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے؟

اور اس معاملے میں زل رحما کو بھی قائل نہیں کر پاتی تھی۔

یہ ان کی الوداعی تقریب کی بات تھی، جب رحما سٹیج پر کھڑی الوداعی غزل پڑھ رہی تھی:

"سر شام سورج کے ڈوبنے پر

آج عجب سی اداسی چھائی ہے

ہوا کے جھونکوں کی مانند

آج پھر تیری یاد آئی ہے

تم مانو یا نہ مانو میری دوستو

و جدا اسی تیری جدائی ہے "

وہ چند لمحے رکی پھر بولی، اب شاعرہ خنسا کی زبانی میں اپنی دوستوں سے کہنا چاہوں گی:

"بس اتنا ہی تھا ساتھ ہمارا

ناممکن سا لگتا ہے یہ

کہ

دوستی کو میں بھول جاں

وہ دن جب ساتھ تھے سارے

تھیں چھوٹی چھوٹی شرارتیں بھی

بے وفائے کچھ دوست

چھوڑ کے تنہا پھڑے کچھ دوست

بس یادیں ہیں اور اداس شام

یادیں بھی سرمایہ ہیں

پچھڑے کچھ دوستوں کی

باتیں بھی سرمایہ ہیں

باتیں بھی سرمایہ ہیں "

سارا ہال تالیوں کی گونج میں جھوم اٹھا۔ رحمانے دوبارہ آکر اپنی نشست سنبھالی۔ وہ ہمیشہ سے غیر نصیابی سرگرمیوں

میں مہارت رکھتی تھی۔ زل نے بھی سر جھکا کر اسے داد دی۔ جسے رحمانے مسکرا کر وصول کیا۔

زل کو آج جو واحد بات پسند نہیں آئی تھی وہ یہ تھی کہ رحمانے کالج کے چار سال سر سے دوپٹہ نہیں اتارا تھا آج

بال کھولے پھر رہی تھی۔ اور کئی اساتذہ اور وہاں کام کرنے والے بھی مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔

رحمانے ایک دوست ہونے کے ناطے میں تمہیں یہ بتانا اپنا حق سمجھتی ہوں کہ تم نے مجھے آج مایوس کیا ہے۔

زل میں نے جب یونس بھائی کی شادی پر سکارف لیا تھا تب سب نے کتنا مزاق اڑایا تھا ..... اس لیے آج میں

نے... رحمانے ہلکی سی آواز میں کمزوری دلیل دی۔ جس پر زل تو غصہ ہی ہو گئی اور بولی، مطلب حد ہے کہ آپ

شادیوں میں صرف اس لیے حجاب ناکریں کہ لوگ کیا کہیں گے، اور کھلے بال اس لیے چھوڑ دیں کیونکہ لوگ کچھ نہیں

کہیں گے ..... لوگ لوگوں سے ڈرنا کب چھوڑیں گے.....

زل نے اس سے زیادہ رحمانے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ اس کے بعد اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہی کیونکہ وہ اس خاص

دن کو خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اگلی صبح زل و باورچی خانے میں ایک نئی ترکیب سے کباب بنا رہی تھی، جب پلیٹ سجالی تو شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی ایک تصویر کھینچی کہ رات میں زلی کو بھیج کہ اس کا دل جلانے گی اور پھر ساتھ ہی موبائل کو بند کر کے سویٹر کی اندرونی جیب میں چھپا لیا۔ ابھی وہ پلیٹ لے کر اپنے دوپٹے سے بے خبر باورچی خانے سے نکلی ہی تھی کہ باہر لاؤنچ میں ہارون کو کھڑے دیکھا، وہ ہمایوں کا دوست تھا اور اس سے کتاب لینے آیا تھا، زل کے ہاتھ میں کباب دیکھ کر بولا، زل باجی آج گھر میں کوئی دعوت ہے کیا؟

تو وہ ہنس کر بولی نہیں، دعوت تو نہیں ہے۔ لیکن تم بڑے خوش قسمت ہو، ادھر ہی رکومیں پلیٹ میں لے کر آتی ہوں جب وہ دوبارہ باورچی خانے میں آئی اور دروازے پر لٹکا دوپٹہ دیکھا تو اپنی بے خبری پر خود کو جی بھر کے کوسا، پھر دوپٹہ ٹھیک کر کے پلیٹ میں ہارون کے لیے کباب نکال کر اسے دیے اور اس کے کھانے تک وہیں بیٹھی رہی، کیونکہ ابھی ہمایوں گھر پر نہیں تھا، پھر جب وہ چلا گیا تو زل بھی اپنے کمرے میں واپس جانے لگی کہ رفیق صاحب کی غصے سے بھرپور آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

زل !!! زل کا ہاتھ بے اختیار اپنی جیب پر گیا جس میں موبائل تھا، وہ آج رفیق صاحب کے گھر پہنچے ہی ہونے سے بے خبر تھی۔ وہ وہیں رگ گئی، پھر مڑی اور رفیق صاحب کو غصے سے سیڑھیاں اترتا دیکھ کر ان کی جانب بڑھی۔ بابا بچہ کھل کر دیکھیں، میں نے کباب بنائے ہیں آج ہی دیکھ۔۔۔۔۔ زل کی بات ابھی بیچ میں ہی تھی کہ رفیق صاحب نے ہاتھ مار کر پلیٹ گرا دی۔ جو کہ سیڑھیوں میں گر تے ہی چمکنا چور ہو گئی، زل ابھی حیرانی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی کہ انہوں نے ہاتھ ہوا میں بلند کیا جو دیکھتے ہی دیکھتے زل کے بائیں گال پر انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا، تکلیف کی لہر اس کے وجود میں سراپت کر گئی۔

زل نے بے اختیار اپنا ہاتھ گال پر رکھا جہاں اب اس کے آنسو ابل ابل کر گر رہے تھے، رفیق صاحب کچھ بولتے کہ اس سے پہلے تحریم آگئیں اور انہوں نے زل کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

کیا کر رہے ہیں آپ؟ زلزلہ پڑھتا ہاتھ دیکھ کر ان کا کلیجہ ہی کٹ گیا۔

[illegible]

میں سمجھا دوں گی اسے، آپ۔۔ آپ فکر نہ کریں۔ " فکر نہ کروں، میں تو جان سے مار دوں گا اسے اگر دوبارہ اس

طرح دیکھا بھی تو، اور تم۔ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا میں، تم نے ہی ایسی تربیت کی ہے اس کی۔۔۔۔۔

زل اس ساری گفتگو کے دوران خاموش سامع کا کردار ادا کرتی اپنے گال پر ہاتھ رکھی سسکیاں لیتی رہی، تھپڑ کی تکلیف سے کہیں زیادہ تکلیف ان الفاظ کی تھی جو وہ اپنے لیے اپنے باپ کے منہ سے سن رہی تھی، اور اسی غم و غصے میں اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے بابا سے ان کی عزت کا غرور اور تکبر چھین لے گی، پھر چلا ہے اس کیلئے اسے کسی بھی حد سے گزرنا پڑے۔

☆☆☆☆☆☆

تحریم کے پہلو سے نکل کر زل چلتی ہوئے اپنے کمرے تک آئی، اندر آ کر اس نے موبائل نکالا اور زی کو کال ملائی، اس وقت اس کا دماغ بالکل کام کرنا چھوڑ چکا تھا، دوسری ہی نیل پر زی نے فون اٹھالیا۔

زہے نصیب، آج سورج کہیں جنوب یا شمال سے تو نہیں نکل آیا کیونکہ خبر تو قیامت سے بھی بڑی ہے۔ زی اپنی ہی دھن میں بولے جارہا تھا اور زل کا دل کیا کہ ساری دنیا تھم جائے اور وہ بس اسی کی آواز سنتی رہے، وہ یوں ہی بولتا رہے۔

زل ! تم فون پر ہو، زل !۔۔۔ اب صحیح صحیح پریشان ہوا کیونکہ وہ کچھ بول ہی نہیں رہی تھی۔

ہہ ہاں۔۔۔۔۔ زی۔ زل نے روتے ہوئے اتنا کہا، کیونکہ اس تھپڑ کے ساتھ کہہ گئے جملوں کی تکلیف کم ہو ہی نہیں رہی تھی۔

چندہ ہوا کیا ہے؟ اور اترم رو کیوں رہی ہو؟ کیا ہوا ہے؟ جب دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پھر بولا۔  
 زل ! خدا را کچھ تو بولو، کیوں میری جان سولی پر اٹکار رہی ہو؟۔۔۔۔۔ زل!!!! اب کی بار زل بولی میں جینا نہیں  
 چاہتی زی، مجھ تک کوئی بہت اچھا زہر بھجوا دو پلیز۔۔۔۔۔  
 بکواس بند کرو اپنی، خبردار آئینہ ہ جو کبھی اپنی جان لینے کی بات سوچی بھی تو، ہوا کیا ہے بتاؤ مجھے۔ اچھا خاصہ ڈانٹ  
 کردہ آخر میں نرم ہو گیا۔

زی۔۔۔۔۔ وہ بابا۔۔۔۔۔ بابا نے۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی تحریم دروازے پر دستک دیے بغیر اندر آ گئیں، زل نے دیکھا تو گڑبڑا کر موبائل تکیے کے نیچے رکھ دیا۔

زل بات کیا ہوئی ہے، اور تمہارے بابا اتنے غصے میں کیوں گئے ہیں؟ تحریم نے زل کا گھبرانا نوٹ نہیں کیا اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

زل ! کچھ بتا گی مجھے کہ نہیں؟ کون ہے وہ لڑکا؟ کس لڑکے کی بات کر رہے تھے رفیق؟ لیکن ان کے سوال پر اس کا ضبط جواب دے گیا اور وہ دھاڑ کر بولی، وہ لڑکا!! لڑکے کا پوچھ رہی ہیں امی۔ آپ !! یہ آپ پوچھ رہی ہیں تو سنیں وہ لڑکا مارون تھا۔



ہارون!!؟ تحریم بھی حیران رہ گئیں۔

جی ہاں بارون، ہمایوں کا دوست، میرے چھوٹے بھائی جیسا ہے وہ امی۔۔۔ اور جان بوجھ کر نہیں گئی تھی میں وہاں بلکہ وہ میرے سامنے آ گیا تھا، جب پتا چلا کہ دوپٹہ باورچی خانے میں ہے تو لے لیا تھا میں نے۔۔۔ لیکن نہیں۔۔۔ امی ایک کام کریں۔۔۔ خدا را۔۔۔ خدا را مجھے زہر دے دیں۔ تحریم نے آگے بڑھ کے اسے سینے سے لگا لیا تو اس نے ان کو جھٹک دیا۔

نہیں چاہیے یہ سب مجھے، مجھے آپ کی ندامت بھی نہیں چاہیے، امی نہیں رہا جاتا اب مجھ سے اس طرح، پہلے تو وہ صرف بے جا روک ٹوک کرتے تھے اور میں صرف یہ سوچ کر کہ وہ بابا ہیں میرے، کچھ نہیں کہتی تھی۔۔۔ لیکن امی اب بس۔۔۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ میں بے حیا ہوں۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے امی۔۔۔؟ زل روتے ہوئے ان کے ساتھ لگ گئی۔

مجھے میرا گناہ بتادیں۔۔۔۔۔ مجھ سے ایسے گھٹ گھٹ کے جیا نہیں جاتا، میں آپ کے اور لوگوں کے سامنے خوش رہنے کی اداکاری کر کر کے تھک چکی ہوں، مجھے اس طرح کی زندگی نہیں چاہیے۔

انہوں نے زل کو خود سے الگ کیا، انھیں اور دروازہ بند کر کے نیچے چلی گئیں، حقیقت میں آج وہ بھی اپنی بیٹی سے نظریں نہیں ملا پارہی تھیں۔ جب وہ چلی گئیں تو زل اٹھی اور آ کر دروازے کو کھڑکی لگا کر دوبارہ بیڈ پر آ گئی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکالا تو جس بات کا ڈر تھا وہ ہی ہوئی، زبی نے فون ڈسکنیکٹ نہیں کیا تھا۔ مطلب کہ وہ زل اور تحریم کی ساری باتیں سن چکا ہے۔ اور اب اس نے ڈرتے ڈرتے فون کان سے لگایا، دوسری طرف وہ زبل کے سامنے لینے سے پہچان گیا کہ یہ زبل ہے۔۔۔۔۔۔ چند لمحوں کے بعد زی کی آواز گونجی۔

مجھ سے شادی کرو گی چنڊا؟

☆☆☆☆☆

زل کو تو جیسے اب چپ سی لگ گئی تھی، سب کام وہ اسی طرح کرتی جیسے پہلے کرتی تھی، لیکن وہاں کے رہنے والے زل کی آواز سننے کو ترس گئے۔ وہ زی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔ رفیق صاحب تو حسب معمول اپنی زندگی میں گم تھے لیکن زل کی چپ کو انہوں نے بھی محسوس کیا تھا۔ مگر وہ ازلی لا پرواہی کا مظاہرہ کر رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

سچ بات تو یہ ہے کہ والدین کا اعتماد اولاد کے کردار کی بلندی کیلئے ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ زیادہ تر جو بچے بغاوت کرتے ہیں ان میں اکثریت اپنے والدین کے بیچارہ رویے کی وجہ سے یہ انتہائی قدم اٹھاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس جو والدین اپنی اولاد کو یہ حوصلہ دیں کہ ہاں ان کو اپنے بچوں پر اعتماد ہے تو پھر وہ اولاد بھی اپنی ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ ان کی وجہ سے ان کے والدین کا سر شرم سے ناجھلے۔

لیکن رفیق صاحب جیسے والد یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آج کا دوران کے دور سے قطعی مختلف ہے، آج کے دور میں بچوں پر سختی کر کے ان کو دبانا بہت مشکل کام ہے۔ تعلیمی تو یہ ہے کہ والدین اپنے اور اپنی اولاد کے درمیان دیوار کو گرا دیں اور ان کیلئے اپنے وقت میں سے وقت نکالیں، ان کی زندگی کی ترجیحات کو سمجھیں اور پھر ان کی راہنمائی کریں۔

☆☆☆☆☆☆

آپ مجھے یہ والا سوال بھی کروادو۔ ہمایوں دسویں کی حساب کی کتاب لے کر صوفیہ پر خاموش بیٹھی زل کے پاس آیا، تو اس کی سوچوں کا تسلسل توٹا۔

ا۔۔۔ ہاں۔۔۔ دکھاو۔ ہمایوں نے کتاب اور کاپی اس کے سامنے رکھی اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ زل نے جب سوال سمجھا دیا تو بولی، اب اس مشق کے باقی تین سوال کر کے دکھاؤ مجھے۔

جی اچھا۔ پتا ہے کیا آئی؟ ہمایوں نے کتابیں اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ کیا؟

ہارون کہہ رہا تھا کہ اس دن جو کباب آپ نے بنائے تھے وہ بہت مزے کے تھے، اگر دوبارہ بنائے تو ان کو ضرور بلوائیں گے۔ یہ سن کر زل کا زخم پھر سے ہرا ہو گیا۔ پھر سے رفیق صاحب کے الفاظ ذہن میں گردش کرنے لگ گئے۔ جب اس کی آنکھیں بھیگ گئیں تو اٹھ کے باورچی خانے میں چلی آئی۔

تحریم جو ابھی باورچی خانے میں آئیں تو اس کو وہاں کھڑے آنسو بہاتا دیکھا۔

زل میری جان آخر کب تک اس طرح رہو گی، اب شاباش اپنا موڈ ٹھیک کر لو۔ تحریم نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

میں ٹھیک ہوں ماما۔ یہ کہتے ہوئے اس نے گندے برتن دھونا شروع کر دیے۔

زل تمہارے لیے تمہارے بابا کے دوست کا رشتہ آیا تھا۔۔۔ زل کا برتن دھونا ہاتھ تھا، اور اس نے تحریم کی جانب دیکھا اور انہوں نے ہاں کر دی ہے، وہ لوگ۔۔۔۔۔ ہفتے کی شب کو آئیں گے تمہیں دیکھنے۔ تحریم نے جب اپنی بات مکمل کی تو زل کے ہاتھوں سے صابن لگی پلیٹ پھسل کر گر گئی۔ چند لمحے وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی رہی کہ شاید۔۔۔۔۔ وہ کہہ دیں کہ میں مزاق کر رہی ہوں۔ لیکن اس نے ان کی آنکھوں میں چھپی سچائی اور دکھ دیکھ لی۔۔۔۔۔ پھر وہ ہنسی تو ہنستی ہی چلی گئی، تحریم نے پریشانی سے اسے دیکھا، ہنستے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

زل میری بچی۔۔۔ میری جان۔۔۔۔۔ انہوں نے آگے ہو کر اسے اپنے ساتھ لگانے کی کوشش کی تو زل نے جھٹک دیا۔ مامامت کریں ایسا۔۔۔ خدارا ایسا مت کریں۔ مجھے کسی گائے بھیسن کی طرح زنج مت کریں، بلکہ ہاں زنج کر دیں لیکن ایسا سلوک مت کریں۔ بابا نے۔۔۔ مجھ سے پوچھنا تو بہت دور۔۔۔۔۔ خود بتانا بھی گوارہ نہیں کیا۔ زل ہچکیوں سے رو دی۔

زل میری جان! تمہارے بابا کہہ رہے تھے وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ بہت بڑا گھر ہے۔۔۔ تم بہت خوش رہو گی وہاں پہ۔ زل نے حیرت سے تحریم کی جانب دیکھا، چند لمحے اپنے آپ کو قابو میں لانے کیلئے لیے پھر بولی ماما کافی دن پہلے میں نے ایک بیان سنا تھا: جب حضرت علی حضرت فاطمہ کا رشتہ لے کر آئے تو یہ جانتے ہوئے کہ رشتہ پہلے ہی آسمان پر بن چکا ہے، آپؑ نے ہاں نہیں کی، بلکہ کہا ان شاء اللہ، اور اٹھ کر فاطمہ کے پاس آئے اور کہا "بیٹی علی رشتہ لے کر آیا ہے تو کہے تو ہاں کر دوں؟" ماما کاش کہ۔۔۔۔۔ کاش کہ۔۔۔۔۔ کچھ نہیں، آپ یہاں میری رائے لینے نہیں آئی ہیں۔۔۔۔۔ ابھی کیلئے پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔ تحریم تو باورچی خانے سے باہر آ گئیں لیکن زل نے اگلا قدم اٹھانے کے متعلق سوچ لیا۔ زل کمرے میں آئی تو الماری میں سے موبائل نکال کر کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی، جو قدم وہ اٹھانے کا سوچ چکی تھی اس کو پاؤں تکمیل تک پہنچانا آسان کام نہیں تھا۔

گھر چھوڑ کے جانے کی جوازیت ہے اسے وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس پر سے گزرا ہے۔ اور جو ایسا قدم اٹھاتے ہیں ان کے خلاف فتوؤں کی ایک لمبی فہرست موجود ہے لیکن کبھی کسی نے یہ نہیں سوچا کہ آخر ایسے کیا حالات تھے، ایسی کیا پریشانی تھی، ایسی کیا مجبوری تھی جس نے بچی کو یہ قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ لڑکی کے اپنے گھر میں ایسے کیا حالات تھے کہ اس نے باہر کی نگلی بھوکی دنیا کو ترجیح دی، حقیقت یہ ہے کہ جب ہم تصویر کے دونوں رخ دیکھنا شروع کر دیں تو وہ لوگ جن سے ہم نفرت کرتے ہیں ان میں سے آدھے ہماری محبت کے حقدار ٹھہریں گے۔

زل نے دھڑکتے دل کے ساتھ زی کا نمبر ملایا، نیل جاتو رہی تھی لیکن کوئی اٹھ نہیں رہا تھا۔ زل کی دھڑکن ہرگز رتی نیل کے ساتھ تیز ہوتی جا رہی تھی، آخر کار چھٹی نیل پر فون اٹھالیا گیا۔۔۔۔۔ وہ دونوں کئی لمحے کچھ بول ہی نہ پائے، یہ اس دن کے بعد اب ان کی پہلی گفتگو تھی۔

زی! زل نے بڑی ہمت کر کے بولا۔

بولو چندا۔ اور زل بتانے لگی کہ اس لفظ نے اسے کتنی ہمت دی تھی۔

زی۔۔۔۔۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔۔۔۔ مجھے اب اس گھر میں نہیں رہنا۔۔۔۔۔ مجھ سے۔۔۔۔۔ مجھ سے نہیں۔۔۔۔۔ زل زار و قطار رونا شروع ہو گئی۔

زل!۔۔۔۔۔ میں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا۔۔۔۔۔ میں تمہارے ساتھ مخلص ہوں۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گا شروع میں میں نے تمہیں اپنے صرف اپنے لیے تفریح کا سامان سمجھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن گزرتے وقت کے ساتھ میں خود حیران ہوں کہ آخر میں تم سے بات کئے تمہاری آواز سننے اور تمہاری خیریت جانے بغیر بے سکون کیوں رہتا ہوں۔

زل منہ پر ہاتھ رکھے اس کو سن رہی تھی، وہ اس لمحے خود کو کسی اور ہی جہان میں محسوس کر رہی تھی، جیسے اس کی سانس

لینے کی آواز سے بھی وہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔

زل میں ۔۔۔ میں تم سے بہت محبت کرنے لگا ہوں، اگر ایک دو دن تک تمہاری کال نہ آتی تو میں خود کر لیتا۔ میں یہ جان کر بہت کرب میں ہوں کہ تم وہاں پر خوش نہیں ہو، اگر تم کہو تو میں اپنا رشتہ بھجواؤں؟ زی نے پوچھا تو زل گھبرا گئے کہ کیا کہے۔

زل؟

زی! بابا کبھی بھی نہیں مانیں گے، وہ میرا رشتہ اپنے کسی دوست کے بیٹے کے ساتھ کر چکے ہیں۔  
زل!! میں اگر کہوں کہ میرے ساتھ چلو؟  
کہاں؟

اس سب سے بہت دور۔ میں جاب کرتا ہوں، ممی اور ڈیڈا گر ناراض ہوئے بھی تو زیادہ دیر تک نہیں رہیں گے، وہ جلد ہی مان جائیں گے، ہم کسی دوسرے شہر میں شفٹ ہو جائیں گے یا کسی دوسرے ملک میں۔۔۔ زل۔۔۔ تم سن رہی ہونا چندا؟

ہاں۔

تم چلو گی؟

پتا نہیں۔ کتنی ہی دیر خاموشی چھائی رہی، پھر زی نے کہا، زل یہ فیصلہ بہت بڑا ہے، میں جانتا ہوں، لیکن تم ایک مرتبہ سوچ لو پھر بتا دینا۔ جی۔

زل۔۔۔۔۔ میری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس کی گارنٹی میں خدا کو گواہ بنا کر دیتا ہوں۔۔۔) زل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے (مجھے تمہارے فیصلے کا انتظار رہے گا۔ یہ کہہ کر زی نے فون بند کر دیا اور زل نے آنکھیں بند کر کے سر پیچھے کو لگا دیا۔ زندگی کس دورا ہے پر لے آئی تھی اسے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زل میں نے تمہارے رشتے کی بات کی تھی نا، آج وہ لوگ تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں شام کو تمہارے بابا بھی وہیں پر ہوں گے۔ تحریم نے ہفتے کی صبح آ کر اسے بتایا، اس وقت وہ اپنا بستر درست کر رہی تھی۔ جب زل کی جانب سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پھر سے بولیں، وہ لوگ تو لڑکے کو بھی ساتھ لانا چاہ رہے تھے، تاکہ بچے ایک دوسرے کو جان لیں لیکن تمہارے بابا نے منع کر دیا، وہ کہہ رہے تھے کہ پہلے ماں باپ پسند کر لیں تو پھر لڑکے کا بھی مل ہی لے گا۔ زل نے حیرت سے اپنی ماما کی طرف دیکھا جو ایسے ظاہر کر رہی تھیں جیسے زل نے خود کہا ہو کہ وہاں پر اس کی شادی کی جائے۔

ماما کیا ان کو منع کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے؟ زل نے جواب سے آگاہی ہوتے ہوئے بھی سوال کر ڈالا۔

زل ! بچے ان سے مل تو لو، ہو سکتا ہے وہ لوگ اچھے ہوں۔۔۔۔۔

ماما میں جان گئی کہ وہ کتنے اچھے ہوں گے، آخر پسند جو بابا کی ہے۔ وہ استہزائیہ مہی۔

آج تم اپنا وہ میرا سوٹ پہن لینا جو اپنی پارٹی پر پہنا تھا۔

جی ٹھیک۔ زل یہ کہہ کر پھر سے کام کرنے میں مصروف ہو گئی، تو تحریم بھی نیچے باورچی خانے چلی آئیں۔ زل نے

جب تصدیق کر لی کہ اب وہ دوبارہ نہیں آئیں گی تو اس نے موبائل نکال کر زلی کو متوجہ کیا۔

میں آں گی۔

توقع کے عین مطابق اسی وقت جواب آ گیا۔

میں کس آؤں لینے؟

آج۔

آج؟ تصدیق کرنا چاہی۔

ہاں آج رات میں، شام میں لوگ مجھے دیکھنے آرہے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد ماما اور بابا کو خالہ کی برسی میں

شرکت کیلئے مظفر آباد جانا ہے۔ تقریباً دس بجے میں باہر آ جاؤں گی۔ زل نے اسے ساری ترتیب بتائی۔

ٹھیک دس بجے تمہارے گھر کے باہر ایک سفید کورولا موجود ہوگی۔ میں انتظار کروں گا۔ زلی نے بھی ہامی بھر لی۔

زی؟

ہاں۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ زی کو لگا جیسے کوئی معصوم سا بچہ اندھیرے سے ڈر گیا ہو۔

ابھی ڈر لگنا فطری ہے، میں کوشش کروں گا کہ اس ڈر کو کم کرنے میں تمہارا بھرپور ساتھ دوں۔ زی نے اسے تسلی دی

زی؟ ہاں۔

آج تو اپنا پورا نام بتا دیں؟ زل کو وہ وقت یاد آ یا جب پہلی بار وہ اس کے نام پوچھنے پر بولا کہ اس کا نام زی ہے تو وہ

جی بھر کے حیران ہوئی۔

یہ میرا نک نیم ہے مجھے اچھا لگتا ہے کہ تم مجھے اس نام سے بلاؤ۔

زی بلا اختیار ہنسا پھر جواب دیا۔

اب نکاح کے وقت ہی بتاں گا، رات تک کا انتظار کرو۔

اور زل بھی مسکرا دی، کافی دنوں بعد سہی لیکن آج وہ پرسکون تھی۔

☆☆☆☆☆

شام میں جب وہ لوگ اسے دیکھنے آئے تو وہ خاموشی سے تیار ہو کر ان کے درمیان بیٹھ گئی۔ اس نے کسے بھی چیز میں دلچسپی نہ دکھائی، نہ ہی تب جب زارا ( لڑکے کی ماں ) نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور بولیں، بھئی بھائی صاحب میں نے اپنی بھونئیں بلکہ بیٹی چین لی ہے، آج ہی صارون کو سر پر اندر دیں گے کہ اس کی ہونے والی بیوی مل گئی۔

نہ ہی تب جب صبور شاہ نے اس کے ہاتھ پر چند ہزار ہزار کے نوٹ رکھ دیے تو اس نے منع کرنا چاہا لیکن مزاحمت کام نہ آئی۔ پھر جب صبور شاہ نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے یہ پوچھا، زل یہ رشتہ آپ کی مرضی سے تو ہو رہا ہے نا؟

تو یک دم زل کے ہاتھ پاں پھولنا شروع ہو گئے، وہ اس سوال کی توقع نہیں کر رہی تھی لہذا اس نے جھوٹ بولنے سے بہتر وہاں سے اٹھ کر اندر چلے جانا زیادہ مناسب سمجھا۔ اپنے پیچھے اس نے رفیق صاحب کی آواز سنی، زل کی رضامندی شامل ہے اس رشتے میں، تحریم نے خود پوچھا تھا اس سے، تبھی تو یوں شرما گئی ہے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد رفیق صاحب اور تحریم بھی مظفر آباد جانے کیلئے تیار ہونے لگے۔ زل ہی ان دونوں کو دروازے تک چھوڑنے آئی، رفیق صاحب نے اس کے سر پر پیار دیا جو کہ اس بات کی نشانی تھا کہ اب وہ اس سے ناراض نہیں ہیں۔ وہ بے اختیار تحریم سے لپٹ کر رو دی (شاید آج کے بعد آپ سے کبھی نمل سکوں (انہوں نے اسے خود سے پیار سے الگ کیا اور اس ماتھے پر بوسہ دیا اور بولیں، بہادر بنو، ہمایوں ساتھ ہی ہے تمہارے، اسے دیکھ لینا رات میں ڈر جاتا ہے، اور ہم لوگ کل شام تک آنے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے محبت سے دوبارہ زل کو ساتھ لگایا اور ٹیکسی میں بیٹھ گئیں جہاں رفیق صاحب پہلے ہی ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے بعد زل کا دل بھر آیا۔ نا جانے کس طرح وہ اپنے کمرے تک گئی پھر جا کر ایک بیگ نکالا، اس میں چند عام سوٹ رکھے، ایک ڈائری ساتھ لی اور ایک بڑی سی چادر لیے باہر آ گئی) کسی بھی قسم کی رقم یا جیولری ساتھ لانے سے زلی نے سختی سے منع کیا تھا۔)

گھر کی دہلیز پر قدم رکھے تو وہ من من کے محسوس ہوئے۔ ایک آخری نگاہ اپنے گھر پر ڈالی اور پھر باہر قدم رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆

باہر قدم رکھا تو ویرانی نے اس کا استقبال کیا۔ باہر کوئی گاڑی نہیں تھی، بلا اختیار موبائل پر موصول ہونے والا پیغام دیکھا۔

گلی تنگ ہونے کی وجہ سے میری گاڑی نہیں آ سکی، میں بالکل گلی کے کارنر پر ہوں۔۔۔ زل نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ گلی کے آخر تک جانے کیلئے چل پڑی۔ ہاتھ میں اٹھایا بیگ اسے اس وقت بہت وزنی لگ رہا تھا، بار بار

آنکھوں میں آنسو آ جاتے جن کو وہ بڑی مشکل سے روکے ہوئے تھی۔

ایک لمحہ بھی نہ سوچا کہ کسی ایسے شخص پر اعتبار کرنا ٹھیک ہوگا بھی یا نہیں جس کا اصل نام تک وہ جانتی نہیں ہے۔۔۔۔۔  
 اس وقت اپنی گلی اسے بل سراط جیسی لگی، اپنی ساری زندگی وہ اپنی آنکھوں کے سامنے چلتی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔  
 اور صرف ایک سوال اس کے ذہن میں تھا۔

کیا وہ صحیح کر رہی ہے؟

گلی سے گزرتے وقت زل کی نظر ایک بھکاری پر پڑی جو کے سنسان گلی میں ٹھہر رہا تھا، نا جانے کیوں زل کو اسے قریب سے دیکھنے کا اشتیاق ہوا، زل نے دو تین قدم اس بھکاری کی طرف بڑھائے تو معلوم ہوا کہ وہ بھکاری اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کی چھ سات سالہ بیٹی بھی تھی جو کہ دنیا بھر کا سکون چہرے پر سیٹھ ایک گندی سی چادر میں ارد گرد سے بے خبر مزے سے سو رہی تھی، زل نا جانے کتنی دیر ان دونوں کو دیکھتی رہی۔ اسے وہ وقت یاد آیا جب وہ ایک مرتبہ بیمار ہوئی تو رفیق صاحب رات کے ڈھائی بجے اسے لیے سڑکوں پر پھرے تھے، اسے وہ وقت بھی یاد آیا جب وہ سیڑھیوں سے گری تھی تو اس کے زخم دیکھ کر رفیق صاحب کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر گئیں تھی۔۔۔۔۔  
 آنکھیں تو زل کی بھی برسنے شروع ہو گئی تھیں، اور اب وہ ایک تلخ فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کی سوچوں کے تسلسل کو موبائل فون کی زون زون نے توڑا۔ اس نے اپنا موبائل سامنے کیا تو "زی کا لنگ" لکھا آ رہا تھا۔ زل نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل اٹھایا۔

چندہ تم کہاں ہو؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ دوسری جانب زی کی پریشان آواز سنائی دی۔

زی۔۔۔۔۔ بے شکل بول پائی۔

زی۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔

زل تم ٹھیک تو ہونا اور کیا گلی میں ہو، میں آں؟ زی نے پوچھا۔

نہیں زی، مت آنا۔۔۔۔۔ میں نہیں آ سکتی۔۔۔۔۔ زل نے رونا شروع کر دیا۔ دوسری جانب خاموشی ہی رہی  
 زی مجھے بابا کی محبت نے روک لیا، وہ میرے بابا ہیں۔۔۔۔۔ میں کیسے۔۔۔۔۔ کیسے آ سکتی ہوں ان کو دھوکا دے کر۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دینا زی۔۔۔۔۔ لیکن میں نہیں آ سکتی۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ آئی ریگلی ایم۔۔۔۔۔ دوسری جانب اب بھی خاموشی ہی تھی۔ زی!

ہاں۔

کچھ کہو گے نہیں؟

کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟

ہاہاہاہا۔۔۔ ہاں۔۔۔ زلزلہ رودی۔

پھر رومت، پلینز مجھے تکلیف ہوتی ہے، میں دعا کروں گا کہ۔۔۔۔۔ کہ تم جس کے ساتھ بھی رہو۔۔۔ خوش رہو۔  
زی کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔ زل کو لگا جیسے وہ بھی رورہا تھا۔ وہ بمشکل کہہ پائی۔

اللہ حافظ۔

اللہ حافظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زل نے فون بند کیا، اس میں سے سم اور میموری کارڈ نکال کر توڑا، وہ موبائل اس بھکاری کی جھولی میں ڈال دیا اور خالی ذہن لیے واپس پلٹ آئی۔ اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اسے لگا جیسے پہلی مرتبہ وہاں قدم رکھ رہی ہو۔

اندر آ کر باہر کا دروازہ بند کیا، ہمایوں کو اس کے کمرے میں دیکھا اور اپنے کمرے میں آ گئی، آہستہ آہستہ قدم اٹھائی وہ الماری کے پاس آئی اس میں بیگ رکھا، واش روم سے وضو کر کے آئی اور جائے نماز بچھالیا۔ اس پر کھڑے اور نماز پڑھتے ہوئے زل کو احساس ہوا کہ وہ زندگی میں پہلی بار نماز پڑھ رہی ہے، جیسے اس کی زندگی شروع ہی اب ہوئی ہے۔۔۔۔۔ جیسے پہلی زندگی ایک سراب تھی۔۔۔۔۔ زل کو اپنی ساری زندگی کبھی نماز پڑھتے رونا نہیں آیا تھا نہ ہی کبھی دعا کے دوران آنسو اس کی آنکھوں سے چھلکے تھے لیکن وہ اس کی پہلی نماز تھی، جس میں آنسوؤں سے اس کی آنکھیں خشک نہ ہوئیں۔ وہ پہلی نماز تھی جس میں وہ بچکیوں سے روئی اور وہ پہلی دفعہ تھا جب دعا مانگتے ہوئے زل کے آنسو برابر کے شریک تھے۔

اللہ! اللہ! مجھے سکون دے دیں۔۔۔۔۔ پلینز اللہ۔۔۔۔۔ میں نہیں جانتی میں نے جو کیا  
۔۔۔۔۔ جو میں ابھی کرائی وہ ٹھیک تھا یا نہیں، میں نہیں جانتی وہ بھکاری، اس کی بیٹی۔۔۔۔۔ وہ سب آپ کی طرف  
سے کوئی اشارہ نہ کیا۔۔۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ میں نے آج ہی اس کو وہاں کیوں دیکھا۔

اللہ مجھے سکون دے دیں، میرے اندر ہر باطنوان کو تہمادیں۔ زل کی چکیاں دعا میں رکاوٹ بن رہی تھیں لیکن اس وقت وہ اللہ کے نزدیکی پسندیدہ دعا کے طریقوں میں سے ایک اپنائے ہوئے تھی۔

اللہ مجھے اس گناہ کیلئے معاف کر دیں جس کا میں نے ارادہ کیا تھا۔۔۔۔۔ اللہ میرا پردہ رکھیے گا، اللہ زی کی محبت کو میرے دل سے نکال دیں۔۔۔۔۔ پلیز اللہ۔۔۔۔۔ پلیز مجھ سے ایسے نہیں جیا جائے گا۔۔۔۔۔ مجھے سکون دے دیں۔۔۔۔۔ اور اسی طرح آنسو بہاتے ہوئے وہ سجدے کی حالت میں سو گئی۔

اگلی شام تحریم اور رفیق صاحب آئے تو زمل کو بخار میں تپتا ہوا پایا، تحریم تو صحیح معنوں میں پریشان ہو گئیں۔ زمل کو ہسپتال میں داخل کرنا پڑا، تین دنوں کے بعد اس کی حالت کچھ بھلی۔ اتنے میں صبور شاہ اور ان کے گھر والوں کی طرف سے بھی رشتہ منظر ہو گیا، انہوں نے اتوار کی شام کو رفیق صاحب کو اپنے گھر کھانے پر بلوایا۔ زمل اس سب



کے دوران خاموش سامع کا کردار ادا کرتی رہی شاید اسے سکون مل ہی گیا تھا، تحریم نے اس خاموشی کو اس کی زندگی میں آنے والی تبدیلی سمجھا اور ان کو امید تھی کہ زل شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس وقت وہ سب لوگ صبور شاہ کے گھر کھانے پر مدعو تھے، تحریم ضارون کے بالکل سامنے تھیں اور رفیق صاحب اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تحریم کو ضارون بہت پسند آیا تھا، وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے رفیق صاحب کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا جب زارا بولیں، ہم اتنی لیٹ آپ لوگوں کو آگاہ کرنے پر معذرت خواہ ہیں، دراصل پچھلے ہفتے ضارون کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، جیسے ہی اس کی حالت بہتر ہوئی ہم نے آپ سے رابطہ کیا۔ اتنے میں رفیق صاحب بولے، نہیں معذرت والی تو کوئی بات نہیں ہے، اس طرح کے کاموں میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے ضارون بیٹا! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ تحریم نے ضارون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ اللہ کا شکر ہے پہلے سے بہتر ہے، بس ٹانگ میں وقفے وقفے سے درد ہوتا ہے لیکن پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ ضارون نے سلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

اب زل کی طبیعت کیسی ہے تحریم؟ بخار ٹھیک ہوا اس کا اب؟ زارا نے تحریم سے پوچھا تو ضارون کی آنکھیں زارا سے ہوتے ہوئے تحریم تک آئیں ان آنکھوں میں پریشانی تھی جسے تحریم نے جواب دیتے ہوئے محسوس کیا۔ اب زل بہت بہتر ہے، اس دن گھر میں صرف وہ اور ہمایوں تھے، ڈرگٹی تھی وہ اس لیے بیمار پڑ گئی، دراصل اکیلے رہنے کی عادت نہیں ہے اسے۔ تحریم نے انہیں تفصیل سے آگاہ کیا۔ ہمایوں ضارون کی چھوٹی بہن کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ ضارون کی بہن کا نام ہنال تھا وہ میڈیکل کے پہلے سال میں تھی۔

بھائی آپ ہمایوں کو پیرس دکھالیں گے؟ ہنال نے ضارون سے پوچھا جو کہ اب پریشان دکھائی دے رہا تھا، اس نے ہمایوں کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا تو مسکرا کر اضطراب کم کرنے کی کوشش کی اور ہمایوں کو لے کر باہر چل دیا ضارون کو طوطے پسند ہیں کیا؟ رفیق صاحب نے صبور صاحب سے پوچھا۔

پہلے تو نہیں تھے لیکن یہ پچھلے پانچ مہینوں سے ہی شوق ہوا ہے اسے، بہت لگا سا ہو گیا ہے، ہم سب کو ہی ان سے۔ صبور صاحب نے بتایا۔ پھر اس کے بعد ضارون اور زل کے نکاح کی تاریخ طے کی گئی، کیونکہ رفیق صاحب کے نزدیک منگنی کی کوئی شرعی حیثیت نا ہونے کی وجہ سے انہوں نے صاف صاف کہا کہ وہ لوگ نکاح کریں گے، اس بات کو صبور صاحب نے بھی سراہا۔

طے ہوا کہ اگلے ہفتے دونوں کا نکاح کر دیا جائے اور پھر اس کے ایک مہینے کے بعد رخصتی کی تاریخ بھی طے کر دی گئی۔ جب تحریم گھر آئیں تو وہ مطمئن تھیں کہ ان کی بیٹی بہت اچھے لوگوں میں بیاہ کر جا رہی ہے۔

گھر آ کر وہ سب سے پہلے زل کے کمرے میں گئیں۔ وہ بیڈ پر بیٹھی ڈائری لکھ رہی تھی۔ اس کے پاس جا کر اس کا ہاتھ چوما اور اپنے ساتھ لگایا۔ زل کو لگا کہ شاید رشتے سے انکار ہو گیا ہے، امید کی ایک کرن سی جاگی۔

میری زل تو اب بس کچھ ہی ہفتوں کی مہمان ہے یہاں، زل بیٹا میرا یقین کر وہ لوگ بہت اچھے ہیں، خاص طور پر ضارون مجھے بہت پسند آیا ہے۔ دونوں طرف سے رضامندی کے بعد تمہارے بابا نے کہا کہ جلد شادی کرنی ہے تو وہ بھی بولے کہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ زل چپی کا کلمہ پڑھے ان کے ساتھ لگی رہی۔

زل اگلے ہفتے تمہارا نکاح ہے۔ زل نے سراٹھا کر تحریم کو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

پھر اگلے مہینے کی سات تاریخ کو رخصتی ہے۔ اب کی بار زل باقاعدہ ان سے لپٹ کر رونا شروع ہوگئے۔ تحریم نے بمشکل اسے چپ کروایا۔

آپ آج یہاں میرے پاس سو جائیں ماما پلیر۔

میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔ وہ جب چلی گئیں تو زل نے ڈائری دراز میں رکھ دی اور سر پیچھے لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اللہ مجھے دل سے اس رشتے کو قبول کرنے کی ہمت اور توفیق عطا کر دیں۔۔۔ آمین۔ دل ہی دل میں وہ یہ دعا کرتی کہ سو گئی اسے پتا نہیں چلا۔

☆☆☆☆☆☆

نکاح کا فنکشن ایک میرج ہال میں ترتیب دیا گیا تھا۔ لڑکے والوں کی طرف سے تو بہت سارے مہمان تھے لیکن

لڑکی والوں کی طرف سے صرف زل کے گھر والے اور زل کے ایک ماموں تھے۔ زل برائیڈل روم میں لمبی سی آف

وائیٹ کام والے بڑے گھیرے والی میکسی میں نہایت ہی خوبصورت لگ رہی تھی، آج سے پہلے اتنا میک اپ نا کرنے کی وجہ سے بھی اس کے حسن میں بہت کھرا آیتھا۔ لیکن اس کا دل اتنا ہی ویران تھا اور یہی ویرانی آنکھوں سے چھلکتی ہوئی اس کے چہرے کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔

نکاح کے وقت زل کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا، لیکن جب اس نے "قبول ہے" کہا تو کچھ نہ ہوا۔ دستخط کرتے وقت

زل کے ہاتھ کا نپ رہے تھے، لیکن دستخط بھی ہو گئے۔ اب سب لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے، کسی نے

زل کو گلے لگایا تو کسے نے ہاتھ چوما، لیکن وہ خالی ذہن لیے وہیں چپ چاپ بیٹھی رہی۔ آہستہ آہستہ سب لوگ باہر چلے

گئے کیونکہ مہمانوں کیلئے کھانے کا انتظام دیکھنا تھا، جبکہ ہنال کمرے میں زل کے پاس ہی رک گئی۔

زل بھابھی! بھائی آج اتنے خوبصورت لگ رہے تھے کہ ہال میں آنے سے پہلے تک تو میں شیور تھی کہ آج

میرے بھائی سے زیادہ اچھی کسی کی پرسنلٹی نہیں ہوگی۔۔۔ لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد تو مجھ پر عیاں ہوا کہ بھائی

تو حسن میں پیچھے رہ گئے آپ سے۔۔۔ ہنال کی باتوں پر زل بیاختیار مسکرا دی، واللہ آپ مسکراتے ہوئے بہت

خوبصورت لگتی ہیں، اسی طرح مسکراتی رہا کریں۔ زل کو سمجھ نہ آئے کہ وہ اب کیا کہے تو بولی شکریہ۔ پتا کیا بھابھی! ضارون بھائی نے آپ کی تصویر دیکھی تو کہا بس ڈیڈی لڑکی آپ نے کمری پسند اب جلدی سے شادی کر دیں میری۔ آپ کے بابا نہ کہتے تو ڈیڈی نے جلدی شادی کا کہہ دینا تھا، اور دیکھو تو بھائی کو۔۔۔ مجھے تصویر نہیں دکھائی تھی، بولا کہ براہ راست دیکھنا۔

زل کی مسکراہٹ ایک دم مانند پڑ گئی۔

اور دیکھیں اب مجھے کہہ رہے ہیں کہ کمرے سے باہر آؤ۔ ہنہ۔ ہنال نے منہ پھلا کر کہا۔ کیوں۔۔؟ زل نے بمشکل آواز نکالی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، زل سیدھا ہو کر بیٹھ گئی، جبکہ ہنال آنکھوں میں شرارت لیے دروازے کی طرف آئی۔ کون ہے؟ ہنال نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

ہنال دروازہ کھولو میں ہوں۔ زل نے ضارون کی گھمبیر آواز سنی۔

میں تو کسی "میں" کو نہیں جانتی۔ نہ ہی میرا کوئی دوست "میں" ہے، نہ ہی فیملی میں۔۔۔

ہنال اب کھول بھی دو دروازہ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ ضارون کی آواز سے غصہ چھلکنے لگا۔

نہ نہ بھائی، پہلے اتنی پیاری بھابھی کی تصویر نہیں دکھائی اور اب بھی ٹھیک سے ملنے نہیں دیا۔ ہنال نے کسی غصے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

ہنال مل تو لیا ہے اپنی بھابھی جان سے، اب جا کر کھانا کھا۔ ضارون نے لفظ بھابھی جان پر زور دیا۔

بھائی جان ہم یہاں کھا چکے ہیں۔ ہنال نے بھی اسی طرح لفظ جان پر زور دیا، جس پر ضارون کا ہلکا سا تہقہ سنائی دیا اچھا بتا کہ کیا کرو تو آنے دو گی اندر؟ ضارون نے جیسے ہار مانتے ہوئے کہا۔

آپ پہلے پر مٹ دکھائیں۔ ہنال نے ہنسی دبائے کہا۔

ہنال میری جان، میرے خیال سے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ غریب کا ہی نکاح ہوا ہے۔ ضارون نے ہنسی دبائے کہا کیا ثبوت ہی آپ کے پاس۔ ہنال نے اسے مزید تنگ کرنا چاہا۔

ثبوت تو اس وقت ڈیڈے کے پاس ہے، بلکہ تمہارے ساتھ کمرے میں جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے۔ ضارون کا اشارہ

سمجھتے ہوئے ہنال نے قہقہا لگایا جبکہ زل کا دل سینہ پھاڑ کر باہر آنے کی تیاریوں میں تھا، وہ چاہ کر بھی مسکرا سکی۔ اچھا چھوڑیں ثبوت کو ایک ڈیل کرتے ہیں۔ ہنال نے نئی تجویز دی۔

بولو۔ ضارون بھی گھٹنے ٹیک چکا تھا۔

ایک ڈائمنڈ میکلیس۔ ہنال نے فرمائش کر ڈالی۔

ٹھیک ہے اگر آپ کو بھابھی سے نہیں ملنا تو۔ ویسے آج آف وائیٹ میں وہ لگ کمال کی رہی ہیں۔ ہنال نے مزید تنگ کہا۔

ڈائمنڈ نیگلکس کے ساتھ ایک رنگ بھی، اب خوش۔ جیسے ہی ہنال کی فرمائش ڈن ہوئی کلک کی آواز آئی اور ضارون کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ زل کو لگا کہ اس کا دل بند ہونے کو ہے۔ وہ اس وقت برائنڈل روم کے صوفے پر بیٹھی تھی، ضارون کے اندر آنے پر وہ مزید سگڑ گئی، ضارون نے آنکھ کے کونے سے منظر دیکھا اور محظوظ ہوا۔

بھابھی آپ گواہ رہیں گے بھائی کے اس وعدے کا۔ ہنال نے اتنا کہا اور باہر چل دی۔ اس کے جانے کے بعد ضارون نے دروازہ لاک کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا زل کے عین سامنے کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زل نے ایک آواز سنی جس کو سننے کے بعد اس کی دنیا تھم گئی، یہ وہ آخری آواز اور الفاظ تھے جن کو سننے کا تصور وہ آج کر سکتی تھی۔

السلام علیکم چندا!!!!

☆☆☆☆☆

زل کا دل یکدم بند ہو گیا۔ حیرانی سے اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔ تو وہاں وہ مکمل مردانہ وجاہت لیے کھڑا تھا، وہ بالکل اس کے سامنے تھا۔۔۔۔۔ ہاں وہ وہی تھا۔۔۔۔۔ زل کے دل نے گواہی دی کہ وہ زی ہے۔۔۔۔۔ زی۔۔۔۔۔ زی۔۔۔۔۔ ی۔۔۔۔۔ آواز نے زل کا ساتھ چھوڑ دیا، بمشکل اتنا کہہ پائی، آنکھوں میں بے یقینی، حیرانی اور تپتا نہیں کیا کچھ تھا۔

اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلادیا۔ زل اپنے ہوش سے بیگانا ایک جھٹکے سے اٹھی اور اٹھ کر زری کے دنوں ہاتھ تھام لیے۔

زی۔۔۔ زی مجھے یہاں سے لے جاو، یہ۔۔۔ یہ یہاں۔۔۔ انہوں نے میرا نکاح کر دیا زی، مجھے یہاں سے لے جاو۔ زل نے روتے ہوئے زی کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا، زی مسلسل مسکرا رہا تھا لیکن زل نے دیہان ہی نہیں دیا۔

زی۔۔۔ تم سن رہے ہونا؟ زل کو لگا کہ وہ یہاں نہیں ہے بلکہ زل کا گمان ہے، تو اس نے یقین کرنا چاہا۔

ہاں میں سن رہا ہوں؟ یہ وہی آواز تھی، زلی کی آواز، وہ اس کے اتنے پیاس کھڑا تھا۔

زی مجھے یہاں نہیں رہنا، میں نے اس دن نہ آ کے غلطی کی تھی، مجھے لے جاو۔۔۔ مجھے ابھی لے جاو۔ زل نے اس کے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

خدا کا خوف کرو چندا! تم وہ پہلی بیوی ہو جو کہ اپنے ہی شوہر سے کہہ رہی ہے کہ اسے بھگا کے لے جائے وہ بھی نکاح والے دن۔ زی نے ہنستے ہوئے کہا، اب کی بار زمل جیسے ہوش میں آئی، کئی لمحے وہ ضارون کو پکلیں جھپکائے بغیر دیکھتی رہی۔ ضارون نے بھی آنکھیں نہ جھپکائیں جیسے وہ اس کے شک کو یقین میں بدل رہا ہو۔

ا۔ ا۔ آ۔۔۔ آپ ضارون ہی۔۔۔ زی ہیں؟ نا جانے کس طرح یہ سوال کیا۔

ہاں چندا! میں ہی ضارون تمہارا زی۔ ضارون نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا، زمل ابھی تک بغیر پکلیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی، جیسے آنکھیں بند کر کے کھولے گی تو وہ غائب ہوگا۔

ویسے مجھے اچھا لگے گا اگر تم مجھے زی ہی کہو، وہ کیا ہے نا اپنی چندا کے منہ سے زی سننے کی عادت سی ہو گئی ہے۔

ضارون ایک بار پھر بولا لیکن زمل اسی طرح ہنوز چپ تھی، اچھا تو مجھے اس وقت تمہارا یوں اپنے ہاتھوں کو پکڑنا بھی لگ رہا ہے۔ ضارون نے اپنے ہاتھوں کو تھوڑا سا بلند کرتے ہوئے کہا۔ پھر جیسے زمل ہوش میں آئی اور جھٹکے سے ہاتھ پیچھے کر دیے جن کو ضارون نے نہایت آہستگی سے دوبارہ تھام لیا، دونوں کو ساتھ ملا کر اپنے ہونٹوں تک لے کر گیا اور ان کو نہایت نرمی سے جو ما، پھر دونوں کو نیچے اپنے دل پر رکھا۔ اس سب کے دوران وہ زمل کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ زمل کے ہواس جیسے لوٹے وہ ضارون کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ضارون پہلے تو گہرا گیا۔ اسے خود سے لپٹا لیا اور مسلسل اس کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے اپنے ہونے کا یقین دینے لگا۔

آہستہ آہستہ جب زمل کی ہچکیاں کم ہوئیں تو ضارون بولا، آج کے دن واٹر پروف میک اپ نے بچا لیا، ورنہ ڈر کر میں تو ضرور بھاگ جاتا۔

اس کی بات کا مطلب سمجھ کر زمل ہنس دی، جس پر ضارون نے شکر کا سانس لیا۔

آپ۔۔۔ آپ زی کیسے۔۔۔؟ زمل نے ضارون سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

یہ سوال واقعی بہت اچھا ہے لیکن اس کا جواب بہت لمبا ہے۔۔۔ سو یہ پھر کبھی بتاؤں گا۔ ضارون نے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا، ابھی تو مجھے ملاقات کے دس منٹ ملے تھے جن میں سے سات آئر لینڈی گزر چکے ہیں، اب تم اپنا تحفہ لے لو۔

کون سا تحفہ؟ زمل نے نا سمجھی سے پوچھا۔

ہائے۔۔۔ لگتا ہے دوبارہ نکاح کروانا پڑے گا تاکہ تمہیں یقین تو آئے، نکاح کا تحفہ۔ ضارون نے مصنوعی خفگی سے کہا، جس پر زمل نے قہقہا لگایا اور سر اثبات میں بلانے لگی۔ ضارون نے مسکرا کر زمل کا ایک ہاتھ پکڑا اور

دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی جیب سے ایک ڈائمنڈ بریسلیٹ نکال کر زمل کو پہنائی۔

یہ۔۔۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔ زمل نے اپنا نیت بھرے لہجے میں تعریف کی۔ ضارون نے دوبارہ ہاتھوں کو بلند کر

کے بریسلٹ پر بوسہ دیا۔

چلو آنکھیں صاف کرو، اب ان آنکھوں میں آنسو نہ آئیں۔ ضارون نے اس نے سر کو ہلکا سا تھپک کر کہا۔

اتنے میں دروازہ پر دستک ہوئی اور ضارون نے جا کر اسے کھولا تو تحریم اندر آئیں۔ زل کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے اس کی آنکھوں کو ہلکا سا گلابی دیکھا تو پریشان ہو گئیں۔

زل تم روئی ہو۔ زل کے قریب آتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

ارے نہیں آنٹی، پلک کا ایک بال آنکھ میں چلا گیا تھا، میں نے نکال دیا تھا، بھلا میرے ہوتے ہوئے یہ رو سکتی ہے۔ ضارون نے بات سمجھا لی۔ تحریم نے زل کو دیکھا تو وہ بھی مسکرا کر نیچے دیکھنے لگی۔ تحریم نے اتنے عرصے کے بعد زل کے ہونٹوں پر حقیقی مسکراہٹ دیکھی تو وہ بھی مطمئن سی ہو گئیں۔

زل کو لاکر سٹیج پر ضارون کے ساتھ بٹھایا گیا۔ سب لوگ ہی اس جوڑے کی بہت تعریف کر رہے تھے۔

چندا! ضارون نے تھوڑا سا جھک کر کہا۔ زل ہچکچاتے ہوئے تھوڑا سا جھکی۔ جی۔

واپسی پر تم میری گاڑی پر گھر جا گی۔ ضارون نے ہم بھوڑا۔

لیکن آج رخصتی نہیں ہے۔۔۔ زل نے نا سمجھی سے کہا۔ ضارون نے پہلے ایک بھر پور نگاہ ڈال کر اسے دیکھا پھر

بولا وہ کیا ہے آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو تو میں نے سوچا کیوں نہ انکل سے رخصتی کا کہہ دوں۔ ضارون

نے اداکاری میں جھنڈے گاڑتے ہوئے کہا۔

پھر۔۔۔ پھر؟ زل کی آواز کانپی۔

پھر کیا وہ مان گئے۔ ضارون نے ایسے کہا جیسے بہت آسان کام تھا۔ مگر زل روہانسی ہو گئی۔

ایسا کیسے کر سکتے ہیں بابا۔۔۔ اور ماما۔۔۔ پھر وہ سٹیج پر تحریم کو ڈھونڈنے لگی جب ضارون بولا، ہا ہا ہا یا رنداق کر رہا

ہوں، تمہارے گھر ہی چھوڑوں گا ابھی لیکن واپسی پر تم میرے ساتھ جا گی۔ زل پہلے اسے دیکھتی رہی پھر غصے سے

اپنی ہیل کی نوک اس کے پاں پر ماری لیکن ضارون کو فرق نہیں پڑا۔

اچھا چلو نکال لیا غصہ، اب بتاؤ چلو گی؟

آپ ماما سے پوچھیں۔ زل نے آہستہ سے کہا۔ دراصل وہ خود ضارون سے بات کرنا چاہتی تھی۔

تحریم آنٹی سے میں نے پوچھ لیا، انہوں نے کہا۔۔۔ اس طرح مت دیکھو واقعی پوچھا تھا، وہ کہہ رہی تھیں اگر تم مان

جاؤ تو کوئی اعتراض والی بات نہیں۔ اتنے میں زارا آ کر زل کے پاس بیٹھ گئیں۔

زل بچے! ضارون کہہ رہا تھا کہ فنکشن کے بعد آپ دونوں لاگ ڈرائیو پر جا رہے ہو۔ زارا نے سوالیہ نظروں سے

زل اور ضارون کو دیکھا۔

جی ماما، کیوں سب ٹھیک ہے؟ ضارون نے فکر مندی سے پوچھا۔

ارے ہاں سب ٹھیک ہے، میں بس کہنا چاہ رہی تھی کہ اگر آپ لوگوں نے جانا ہے تو ابھی چلو، تا کہ تھوڑا جلدی گھر آ جا۔ زار نے زل کے بالوں کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے اڑساتے ہوئے کہا۔

جی ماما، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں ذرا ڈیڈ سے مل لوں۔ ضارون یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

زل میری جان اتنے خوبصورت لگ رہے ہوں کہ بیان سے باہر ہے، بس اسی طرح ہنستے مسکراتے رہو ہمیشہ۔ زار نے کھلے دل سے تعریف کی اتنے میں عالیہ سٹیج پر آ گئی۔ پہلے وہ زل کے گلی گلی، اسے مبارک دی پھر بولی، "ضارون بھائی، بہت ہی نائیس ٹائیپ کے انسان ہیں۔ زل نے ناگہی سے اسے دیکھا کیونکہ وہ عالیہ کا ضارون سے رشتہ نہیں جانتی تھی۔

ضارون بھائی، سفیان بھائی کے دوست ہیں، ان کی شادی پر بھی آئے تھے۔ میرے خیال سے انہوں نے وہیں تمہیں دیکھا۔ بہر حال بہت بہت مبارک ہو، اب ہم لوگ بھی بس جانے والے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ تو چلی گئی لیکن زل سفیان کی مہندی کی رات ہونے والے واقعے میں اتنا کھو گئی کہ دوبارہ ضارون کے آنے کی خبر نہ ہو سکی۔

کہاں کھو جاتی ہو بار بار پرجنڈا؟ ضارون نے چٹکی بجاتے ہوئے پوچھا تو وہ واپس لوٹی۔

ایسے مت دیکھو یا رنجشیں تو قسم سے ابھی تمہارے گھر چھوڑنے کی بجائے اپنے گھر لے چلوں گا۔

آپ نے مجھے سب سے پہلے کہاں دیکھا تھا؟ زل نے سپاٹ چہرہ لیے پوچھا۔

آپ نے کہا تھا کہ آپ نے مجھے کہیں دیکھا ہے۔ کہاں دیکھا ہے یہ نہیں بتایا۔

ارے یا راس بارے میں پھر بات ہوگی، ابھی تو چلو سب باہر گاڑی کے پاس ویٹ کر رہے ہیں۔ زل نے نگاہ

دوڑائی تو واقعی وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔ زل کھڑی ہو گئی۔

مجھے ابھی بتائیں۔ اس نے ضد کی۔

زل بے جا ضد نہیں کرو، چلو اب شاباش۔ پہلے تو وہ تھوڑا تیز بولا لیکن پھر اس نے زل کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

آپ مجھے سب بتائیں گے، سچ سچ۔ زل نے سرگوشی کی، ضارون محفوظ ہوا اور پھر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

سچ سچ۔ لیکن یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب سے احساسات تھے جن کو زل پہچان ناپائی۔ ہال کے باہر سب لوگوں نے ان کو گاڑی تک چھوڑا۔ اور جب ضارون کی گاڑی چل پڑی پھر سب نے اپنے گھروں کی راہ لی۔

☆☆☆☆☆☆

ہاں جی جناب، کیا کھائیں گی اب آپ؟ ضارون نے زل کو تھوڑا ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جو کہ تب سے سپاٹ

چہرہ لیے بیٹھی تھی۔

آپ مجھ سے بات مت کریں۔ زل نے ونڈو کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ کیوں؟ ضارون نے انجان بننے ہوئے کہا۔

کیونکہ میں آپ سے ناراض ہوں۔ زل نے اسی طرح کہا۔

اچھا۔ چلو پھر بتا کہ مانوگی کیسے؟ ضارون نے محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔

ابھی سوچنے دیں مجھے کہ میں کیسے مانوں گی۔ زل کی اس بات پر ضارون کا قبضہ گاڑی میں سنائی دیا۔

اچھا چلو سوچ لو۔

آپ مجھے آئیں کریم کھلا دیں۔ زل نے حل بتایا۔

میں صرف تمہیں آئیں کریم نہیں بلکہ سنیکس بھی کھلاؤں گا۔ اس نے ضارون کو کہتے سنا تو اسے دیکھنے لگی، مجھے پتا

ہے کہ تم نے کھانا نہیں کھایا میں نے بھی نہیں کھایا۔

مجھ سے کھایا ہی نہیں گیا۔

جانتا ہوں۔ پھر ان دونوں نے ڈنٹس لیے اور ساتھ میں ضارون نے کوئلہ کافی لی جبکہ زل نے آئیں کریم۔ واپسی پر وہ

دونوں لائٹ سامیوزک سنتے رہے اور دونوں میں کوئی بات نا ہوئی، جب گاڑی گھر کے قریب پہنچی تو ضارون نے ایک

ڈائری زل کی جانب بڑھائی۔

زل میں ڈائری نہیں لکھتا لیکن یہ میں نے لکھی اور صرف تمہارے لیے، کیونکہ میں ان سب سوالوں کے جواب آنے

سانے کبھی نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔ مجھے لگا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوگا۔

زل نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر ڈائری لے لی۔ زل کو گھر چھوڑا تو رفیق صاحب نے اسے چائے کیلئے روک لیا۔ زل

وہاں نہیں رکی۔ اسے جلدی تھی کہ وہ ڈائری پڑھے لہذا وہ کمرے میں آگئی۔ کمرے میں آ کر اس نے کپڑے تبدیل کیے

اور اچھے سے منہ پر سے سارا میک اپ اتارا۔

اتنے میں تحریم اندر آئیں، وہ ضارون سے ملنے کے بعد سے لے کر زل کے چہرے پر مسکراہٹ کو دیکھ کر مطمئن تھیں۔

آج میری بیٹی بہت خوبصورت لگ رہی تھی، لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہی زل ہے۔۔۔۔۔ بس اب اللہ میری

بچی کے نصیب کو ہی اتنا ہی خوبصورت بنادے۔ دعا کرتے آخر میں وہ رو دیں، تو زل ان کے پاس آئی اور ان کے

ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بولی۔

اما آپ روئیں تو نہیں نہ۔ اور تحریم نے اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا اور بولیں، مجھے معاف کر دینا زل میں

ناکبھی خود اپنے لیے ہمت کر پائی اور نا ہی تمہارے معاملے میں کبھی تمہارے بابا کے آگے بول پائی۔۔۔۔۔ لیکن



ضارون بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔۔۔ وہ تمہارے بابا جیسا نہیں ہے۔  
 ماما ایسا مت بولیں، میں خوش ہوں۔۔۔۔۔ آپ پلیز معافی مت مانگیں۔۔۔۔۔ مجھے آپ کا فیصلہ قبول ہے۔۔۔۔۔  
 بابا کا فیصلہ بھی دل سے قبول ہے، اور ہاں ضارون اچھے ہیں، وہ بہت اچھے ہیں۔ زل نے ہر ممکن ان کو اطمینان دلانا  
 چاہا اور وہ مطمئن ہو بھی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد زل نے دھڑکتے دل کے ساتھ ڈائری کھولی اور اسے پڑھنا  
 شروع کیا۔

\*\*\*\*\*

السلام علیکم چندا۔۔۔۔۔ ایک گزارش ہے کہ یہ ڈائری پڑھنے کے دوران کوئی ختمی رائے مت دینا جب تک مکمل نا  
 ہو جائے۔۔۔۔۔ تو سنو، بھئی۔۔۔۔۔

سفیان کی شادی پر میرا جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، مجھے آفس میں کام تھا۔ لیکن اس کے بے حد اسرار پر میں چلا گیا۔  
 اور وہاں جا کر میں بورہی ہو رہا تھا جب میں نے مین گیٹ سے ایک سیاہ لباس میں ملبوس بڑی سی چادر لیے ایک  
 لڑکی کو ایک عورت کے پیچھے پیچھے چلتے دیکھا، بے شک وہ پہلی لڑکی نہیں تھی جسے میں چادر میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن ہاں  
 وہ پہلی لڑکی تھی جو کہ لائٹنگ کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی سات آٹھ ماہ کا بچہ ہو۔۔۔۔۔ اس کو شاید پتا چل گیا کہ میں  
 دیکھ رہا ہوں تو رک کر ارد گرد دیکھنے لگی لیکن میں نے رخ دوسری طرف کر لیا۔ اس کے اندر چلے جانے کے بعد میرا  
 دل کیا کہ اسے دوبارہ دیکھوں، عجیب سا لگ رہا تھا۔ میں اندر چلا آیا، ارد گرد نگاہ دوڑائی تو وہ سفیان کے دوستوں  
 اور کزنز کے درمیان یوں بیٹھی نظر آئی جیسے کوئی ہرن کا بچہ شیروں کے جھرمٹ میں ہو۔۔۔۔۔ میں اسے ہی دیکھ رہا  
 تھا کہ ملازم مجھ سے ٹکرا گیا اور مجھ پر جوس گر گیا۔ شگفتہ آئی نے مجھے واش روم کے باہر گندی شرٹ لیے انتظار  
 کرتے دیکھا تو بولیں۔

سفیان کے روم میں چلے جا بیٹھا یہاں رش میں کہاں انتظار کرو گے واش روم کے فارغ ہونے کا۔ میں اوپر سفیان  
 کے کمرے میں آ گیا۔ شرٹ صاف کرنے کے بعد میں وہیں کمرے میں بنے ٹیرس پر کھڑا سوکنگ کر رہا تھا جب  
 دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی، میں نے بلا اختیار اندر کھجونا کا تو چند لمحے یقین نا کر پایا کہ وہ وہی تھی۔۔۔۔۔  
 ۔۔۔ ہاں وہ وہی تھی، وہ اپنا حجاب اتار رہی تھی، یقیناً وہ یہاں میری موجودگی سے بے خبر تھی، میں اسے ہی دیکھ رہا  
 تھا جب نیچے لان میں گانا بدلاتو میں نے اسے ڈانس کرتے دیکھا۔۔۔۔۔ میں کئی لمحے نظر نہیں ہٹا سکا، ہاں وہ پہلی  
 لڑکی نہیں تھی جسے میں ڈانس کرتے دیکھ رہا تھا، ہمارے گھروں کی شادیوں میں یہ عام بات ہے لیکن ہاں وہ پہلی  
 لڑکی تھی جسے میں نے حجاب میں دیکھا اور بعد میں وہ ڈانس کر رہی تھی۔ مجھے اشتیاق ہوا کہ اسے قریب سے دیکھوں  
 ، میں جیسے ہب آگے بڑھا تو پاس رکھے گملے سے میرا پاں ٹکرا گیا اور درد کی شدت کی وجہ سے ہلکی سی آواز آئی۔۔۔۔۔

لیکن جب دوبارہ سامنے دیکھا تو وہ لڑکی اپنا حجاب درست کر رہی تھی، وہ بہت جلدی میں دکھائی دی اور پھر وہ اپنا موبائل بھی وہیں بھول کر نیچے چل دی۔ اور میں وہیں بیٹھا رہا سب سے پہلے میں نے اس کے موبائل سے اپنے موبائل پر بیل کی اور اس کی چند تصویروں اپنے موبائل میں ٹرانسفر کیں، میں نہیں جان سکا میں نے ایسا کیوں کیا۔۔۔ اب وہی لڑکی آدھے گھٹے کے بعد آئی وہ شاید اپنا موبائل ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ اندر آئی تو میں نے پہلے دروازہ بند کیا اور پھر لائٹ، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے پہچانے، مجھے صرف اس کا نام جانا تھا۔ وہ بھاگنے لگی تو میں نے اسے بازو سے کھینچ کر دیوار کے ساتھ لگایا، ایک بازو میں نے اس کی گردن پر رکھ کر اس کی آواز کو دبانا چاہا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے میں نے اسے دیوار کے ساتھ لگائے رکھا۔ وہ بالکل رونے والی تھی، مجھ سے ان آنکھوں میں زیادہ دیر نہ دیکھا گیا۔ نام پوچھنے پر اس نے اپنا نام "زل" بتایا۔ میں نے اسے آخری وارنگ دی اور ٹیرس سے ہوتے ہوئے ساتھ والے کمرے کے ٹیرس اور پھر نیچے چلا گیا۔ پھر چند دن بعد میں نے تمہیں منیج کیا، پہلے تو یہ پلائے نا لیکن جب آیا تو وہ بھی کیا کہ رحمان مجھے چند امت کہا کرو۔۔۔ تم مجھے اپنی دوست سمجھ کر باتیں کرتی رہی اور میں نے بھی نہ بتایا، لیکن خیر جب تمہیں پتا چلا کہ میں رحمان نہیں کوئی اور ہوں تو۔۔۔۔۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ کتنی قسمیں دی تھی تمہیں کہ بندہ میں شریف ہوں، ہاں اس شریف بندے نے تمہیں اپنا اصل نام نہیں بتایا کبھی۔ مجھے اچھا لگتا تھا کہ تم مجھے "زی" کہو۔ پھر جب ایک ہفتہ تم سے بات نہ ہو پائی وہ وقت کافی برا تھا میرے لیے، میں کافی چڑچڑاہو گیا تھا ان دنوں، سفیان نے یہ بات نوٹ کی تو میں نے بتایا۔

زل منیج کار یہ پلائے نہیں کر رہی۔

وہ اس لیے کیونکہ رفیق انکل نے اس کا موبائل توڑ دیا ہے۔ سفیان نے بتایا۔

وہ کیوں؟ میں نے پہلی بار سنا کہ کسی باپ نے اپنی بیٹی کا موبائل توڑ دیا اور وجہ سننے پر تو مجھے اور غصہ آیا کہ وہ مارکس اچھے نہیں لے سکی۔۔۔ میں نے سفیان سے پوچھا، تمہیں کیسے پتا ہے؟

رفیق انکل نے خود ڈیڈ کو بتایا ہے، رات میں ڈنر کے وقت گھر پر یہ ٹاپک بھی ڈسکس ہوا تو چل گیا پتا۔ سفیان ایک کام کرو گے؟ کیا؟

زل تک موبائل پہنچاؤ کسی بھی طرح۔

دیکھو حضارون زل میری بہن جیسی ہے، تم اس کے ساتھ سیر لیس ہو تو باقاعدہ رشتہ جیسو اس کیلئے۔

اس نے میری تمہارے لیے بدلتی حالت دیکھ لی تھی۔ پہلے تو میں سنجیدہ نہیں تھا پر پھر ہو گیا۔

میں نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ موبائل میں نے کسی پلیمبر کے ہاتھوں بھجوایا ہے، وہ سفیان نے رکھا تھا جب وہ تمہارے گھر آفس کی کوئی بات کرنے انکل سے ملنے آیا تھا۔

اور پھر مجھے تم سے محبت ہوگئی تم سے بات نہ ہوتی تو پریشان ہو جاتا تھا پھر جس دن انکل نے حد کردی مجھے لگا اب بس ہوگئی۔۔۔ اور پھر تم مان گئی میرے ساتھ چلنے کو، مجھے لگا میری دنیا مکمل ہوگئی ہے۔ لیکن اس رات تم نہیں آئی۔۔۔ میں نے انتظار کیا تم نے منع کر دیا۔ میں محبت کرتا تھا تم سے سو تمہارے فیصلے کو مان لیا۔۔۔ لیکن یہ دل نہیں مانیا اور واپس جانے کی بجائے رات ۲ بجے تک وہیں بیٹھا رہا پھر واپسی پر ایک سیڈنٹ ہو گیا۔ تین دن بعد گھر آ یا میں۔۔۔ وہ پہلی رات تھی جب میں نے اللہ سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا مانگی تھی۔۔۔ اگلے دن می نے کہا کہ وہ میرے لیے لڑکی دیکھ چکی ہیں، میں نے کچھ ناکہا۔ انہوں نے سمجھا شاید تکلیف کی وجہ سے میں کچھ بول نہیں پا رہا، وہ تمہاری تصویر ٹیبل پر رکھ کر چلی گئیں۔۔۔ ہاں میں تھا تکلیف میں لیکن وہ تکلیف جسمانی نہیں تھی وہ دل کی تھی۔۔۔ نا جانے کس دل سے تصویر اٹھائی، میں پھاڑنے ہی والا تھا لیکن وہ سیدھی رکھی ہوئی تھی۔ وہ پہلی تصویر نہیں تھی جو مجھے ممانیکی لڑکی کی دکھائی لیکن ہاں وہ اس لڑکی کی پہلی تصویر تھی جس سے مجھے محبت ہے۔۔۔ زل اللہ نے ہمیں یوں ہی ملانا تھا۔۔۔۔۔ تم بنی ہی میرے لیے تھی۔۔۔۔۔ وہ تمہیں کسی اور کو کیسے سوچ دیتا۔ اور زل ہم انشا اللہ شادی کے بعد حج کرنے جائیں۔ اس رب کا شکر ادا کرنے جس نے ہمیں عزت کی راہ پر چلا دیا۔۔۔۔۔ جب تم نے کہا کہ تم نہیں آ گی مجھے لگا زندگی ختم ہوگئی، لیکن بے شک اللہ بہتر کرنے والوں میں سے ہے۔ اور اب میں اس رات تمہارے نہ آنے کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔۔۔ شکر یہ زل۔۔۔ تمہارا زلی

ڈائری پر سیاہ تحریر ختم ہوئی تو زل کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا، وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی وہ کم تھا۔ وہ دبے قدموں کمرے سے نکلی، اس وقت ڈھائی بج رہے تھے۔۔۔ بنا آواز پیدا کئے وہ فون سیٹ تک آئی اور ضارون کا نمبر ملایا، اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس وقت جاگ رہا ہوگا یا نہیں لیکن وہ اس وقت ہی اس سے بات کرنا چاہتی تھی، دوسری ہی نیل پر فون اٹھالیا گیا۔

السلام علیکم چندا! دوسری طرف فون اٹھاتے ہی زی نے سلام کی۔

آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں ہوں؟ زل نے آہستہ سے پوچھا۔

میرے پاس تمہارے گھر کا نمبر سیو ہے اور اس وقت اور کوئی فون کرنے سے تو رہا۔ ضارون نے کہا۔

ضارون!

جی مسز ضارون۔

مجھے ایک بات پوچھنا یاد ہی نہیں رہا۔

کیا بات؟

آپ کیسے ہیں؟

میں۔۔۔ میں بالکل ٹھیک، مجھے کیا ہونا ہے۔ ضارون کیلئے سوال غیر متوقع تھا۔  
 آپ کی ٹانگ کیسی ہے اب، درد تو نہیں ہو رہا۔ زل نے فکر مندی سے پوچھا۔  
 اوہ۔۔۔ ٹانگ۔۔۔ اب بالکل ٹھیک ہے۔ دوسری طرف خاموشی ہی رہی۔  
 چندا! اور کیا پوچھنا ہے؟ ضارون نے نہایت آہستگی سے پوچھا۔ اور اسے بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی کہ وہ کس طرح اس کے دل کی بات جان گیا ہے۔  
 زی آپ نے اللہ سے کیا دعا مانگی تھی؟  
 ہم مہم پہلے تم بتاؤ، اس رات واپس جا کر کیا کیا تھا تم نے؟ ضارون نے الٹا سوال کیا۔  
 میں نے آکر نماز پڑھی تھی اور لگا کہ وہ پیدا ہونے کے بعد میری پہلی نماز ہے۔ زل نے بتانا شروع کیا۔  
 اور؟

اور میں نے اللہ سے دعا کی تھی۔  
 کیا دعا کی تھی؟ ضارون نے پوچھا۔  
 مہم مجھے یاد نہیں۔ زل نے کترانا چاہا۔  
 پھر یاد کر کے بتاؤ، کیا دعا کی تھی۔ ضارون تو جان چھوڑنے والوں میں سے تھا ہی نہیں اور زل جان گئی لہذا بولی،  
 میں نے دعا کی کہ اللہ مجھے سکون دے دیں۔  
 دوسری جانب طویل خاموشی کے بعد ضارون نے کہا، میں نے دعا کی تھی کہ اللہ مجھے "زل" دے دیں۔

☆☆☆☆☆

دو سال بعد

زل حیان کو اٹھائے ایک کان سے موبائل لگائے اور دوسرے میں دو فیڈر زلیے کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں پر  
 ضارون کو دیکھا جو کہ زبان کو اٹھائے چپ کروانے میں مصروف تھا۔ باہر کا درجہ حرارت منفی تین تھا جبکہ کمرے میں  
 ہیٹر کی وجہ سے سکون کا احساس ہوا۔

جی ماما زبان اب ٹھیک ہے۔ اب تو اس کے پیٹ میں بھی درد نہیں۔ نہیں اب ننگ نہیں کرتا۔۔۔ ضارون کے پاس  
 آ کر ایک فیڈر اسے دیا، حیان سوچا تھا اسے ضارون کو دیا اور ضارون سے زبان کو لے لیا۔

جی ماما ضارون بھی ٹھیک ہیں، میرے سامنے ہی بیٹھے ہیں۔۔۔۔۔ ابھی تک تو سیٹ کنفرم نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ آپ  
 انہی سے پوچھ لیں۔ زل نے موبائل ضارون کو دیا جو کہ اب بیڈ پر بیٹھ چکا تھا اور حیان کے اوپر کمبل درست کر رہا تھا۔ زل  
 کمرے میں چکر لگاتے ہوئے زبان کو دودھ پلانے لگی۔

جج آئی پر سوں کی سیٹ بک ہوئی ہے۔ زل نے تشکر بھری نظروں سے ضارون کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ آئی یہاں لندن میں تو بہت سردی ہے اور اوپر سے حیان اور زیان کم دوڑیں تو نہیں لگواتے، کیا تھا جو زل پر چلے جاتے کم از کم معصوم تو ہوتے لیکن نہیں مئی کہتی ہیں یہ دونوں مجھ پر ہیں۔

بالکل ابھی ہے دونوں ایک سال کے اور خرے ان کے ساتویں آسمان پر ہیں۔

زل آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ پر ضارون کی گود میں آ کر بیٹھ گئی جبکہ زیان ابھی بھی زل کی گود میں ہی تھا، ضارون نے اس کے گرد بازو باند بنایا اور زیان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ زل کو لے کر پچھلے ایک مہینے سے لندن لے کر آیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ زل کو برف باری دیکھنے کا شوق تھا اور اب وہ لوگ واپس جانے والے تھے کیونکہ زیان کی طبیعت تھوڑی خراب ہو گئی تھی۔

او کے جی اللہ حافظ آئی۔۔۔ جی ٹھیک ہی اللہ حافظ۔ اب ضارون سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا کیونکہ زل بالکل اس کی گود میں تھی، ضارون نے موبائل بند کیا اور زل کو اپنے بازو کا گھیرا تنگ کیا۔

کیا ہوا ہے میری چندا کو؟ اس کے ماتھے پر سے بالوں کو ہٹاتے ہوئے بولا۔  
کچھ نہیں۔

کوئی فرمائش ہے؟  
ابھی تک تو نہیں۔

پہ؟

وہ۔۔۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔

اوہ۔۔۔ اچھا کہو پھر۔

مجھے آپ کو تھینک یو کہنا تھا۔

چلو کہہ دو۔ ضارون نے مسکراہٹ دے کہا۔

تھینک یو۔ زل نے سرضارون کے کندھے پر ٹکاتے ہوئے کہا۔

ویسے ~ تھینکس تھا کس لیے؟

ہر چیز کیلئے۔ "زل نے اسے بتایا۔

چلو پھر میں بھی تمہیں تھینکس کہتا ہوں۔

وہ کس لیے؟ زل نے سراونچا کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔ ضارون تھوڑا جھکا، اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور بولا ہر چیز کیلئے۔ زل نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

اچھا آچند ایک سیلفی لیں۔ ضارون نے اپنا موبائل نکالتے ہوئے کہا۔  
 زیان بھی سیلفی لے گا۔ زیان آپ لوگ سیلفی؟ زل زیان کو گود میں بٹھاتے ہوئے بولی۔  
 تو پھر حیان کے ساتھ کیسے لیں گے پک۔ اب یہ مسئلہ بن گیا۔  
 فکر نہیں کرو چندا، اس اینگل پر آؤ۔ ضارون نے حل بتاتے ہوئے موبائل کے فرٹ کیمرے کو اس اینگل پر سیٹ کیا  
 جہاں پر سے وہ چاروں با آسانی تصویر میں آ سکتے تھے اور پھر اس نے کلک کیا اور ایک خوبصورت سے لمحے کو اپنے  
 موبائل میں قید کر لیا بالکل اسی طرح جس طرح وہ پہلے بہت سے لمحات کو قید کر چکے تھے اور بہت سے لمحات ان کے  
 منتظر بھی تھے۔

چند ایک بات کہوں۔ زل جب کھینچی جانے والی تصویریں دیکھ رہی تھی تو ضارون بولا۔  
 جی کہیں۔

باہر پھر برف گر رہی ہے۔

کیا واہ۔۔۔ چلیں آئیں ٹیس پر چلتے ہیں۔ زل نے زیان کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے کہا۔  
 نا، جھنی، سردی بہت ہے، میں یہیں ٹھیک ہوں، بلکہ تم بھی یہیں رہو۔ ضارون نے جان چھڑوانی چاہی۔  
 مجھے نہیں رکنا یہاں اور ویسے بھی پرسوں تو ہم واپس جا رہے ہیں۔  
 تم، آؤ۔

پکا آپ نہیں آرہے؟ زل نے وارننگ دینے والے انداز میں کہا۔  
 پکا۔ ضارون کو لگا کہ وہ ساتھ چلنے کو منائے گی، لیکن وہ ٹھیک ہے کہہ کر چل دی۔  
 ٹیس میں کھڑے وہ شہر کی روشن زندگی کو دیکھنے لگی۔ برف کے چھوٹے چھوٹے گائے گر رہے تھے، زل ان کو  
 پوروں پر رکھنے کی کوشش کرنے لگی، وہ جانتی تھی کہ ضارون ضرور باہر آئے گا اور وہ آ بھی گیا۔



## مریم صدیقی۔ کراچی

الفاظوں سے عشق کرتی تھی  
افسانوں سے عشق کرتی تھی  
وہ ایک لڑکی تھی کتابوں سے عشق کرتی تھی  
پڑھ کر کہانیاں مجنوں و لیلیٰ کی  
افسانوی کرداروں سے عشق کرتی تھی  
وہ ایک لڑکی تھی کتابوں سے عشق کرتی تھی  
ہر کہانی میں ڈھونڈتی تھی وہ ذات اپنی  
ہر شاعری میں خود کو تلاش کرتی تھی  
وہ ایک لڑکی تھی کتابوں سے عشق کرتی تھی

## گل زہرہ شاہ

وہ اکثر جب بھی ملتا تھا  
میر کی غزلیں پڑھتا تھا  
میرے ہر بار پوچھنے پر  
وہ کہتا تھا  
شاعری دل کا حال سناتی ہے  
شاعری سچ بولتی ہے  
برس گزر گئے  
نہ جانے اب وہ کہاں ہوگا  
کیا اب بھی کسی سے ملنے پر  
وہ دل کا حال سناتا ہوگا؟

کیا اب بھی کسی سے ملنے پر

نہ کہنے کے لیے پڑھتا ہوگا؟



## رافعہ مستور صدیقی

وحشت ہی وحشت ہے

ہر سو

اک گنگھور سناٹا ہے

دل میں بیزاری سی پھیلی ہے

یہ شب بھی کتنی بھاری ہے

اندر آہ وزاری ہے

موسم نے

اک بے چینی پالی ہے

دکھ، درد، مصیبت، تکلیفیں

اپنی سب سے یاری ہے

کون کہتا ہے محبت ہے

دھوکہ ہے

مکاری ہے

پریم نگر کا ہر باسی

یہاں مظل

جذبوں کا بیو پارے ہے

کرواہٹ ہے میرے لہجے میں

اندر وحشتیں پالی ہیں

اتارتی ہوں کاغذ پر

ہر وہ جذبہ

جو مجھ پر طاری ہے

لفظوں کا جو جال

بنتی ہوں

شعر نہیں ہیں

یہ تو اشک شماری ہے

## خواب رت

امرینہ سہیل۔ اٹلی

اداس شام سا چہرہ اس کا

دیکھا تو دل سے نکلی یہ دعا

کہ اے رب

دے اس کو تو ایسی خوشی

کہ جس سے

اس کے چہرے پر کلیاں سی چٹکیں

بہار رت اس پہ ٹھہر جائے

پت جھڑ چھینے جتنے اس کے خواب

اس کو وہ زنجیر کریں

بھولے بھالے اس کے خواب

ان کی وہ تعبیر کریں۔





پھنس کر رہے گئی ہے  
 الجھے رشتے میں  
 بال جیسے سمیٹے تو  
 پھر آپس میں الج  
 پڑتے ویسے توں زندگی  
 سواری لوگ پھر الجھا دیتے  
 مشکلوں میں انسوؤں میں  
 تیری آنکھوں کا کا جل جتا  
 ہے دنیا اسے انسوؤں کے ذریعے  
 نکالتے ہیں تاکہ تیری آنکھیں  
 سنی رہے لوگو کو غلط  
 کر کے سواری رکھا کر کا جل  
 سے آنکھیں بال بکھرے انہیں  
 سنوارا انہیں سیدہ کر جیسے  
 تو کرتی ہے زندگی کو  
 ہائے کا جل والی حسین آنکھیں  
 سلامت رہے سلامت رہے  
 پھول جیسے ہونٹوں پر ہنسی  
 تیری ایک پیاری آنکھوں میں کا جل  
 والی لڑکی

## ماریہ شبیر - گجرات

کیا جوڑ جوڑتی ہے  
 کا جل اوپر سے کھولے  
 بال تیری ہر ادا کا تلامنہ  
 معصوم سی لڑکی  
 دنیا سے پرے رہتے  
 والی پر لوگ  
 اتنا ہی دھوکو فریبو  
 میں پھنسا لیتے تو  
 اپنے الجھے بالوں کی  
 طرح الجی ہے مطلبی  
 دنیا میں مطلبی لوگوں میں

## اشارانی

کچھ درد ہیں مجھ کو بھانے لگے  
آئینے کو دیکھ کر ہم مسکرانے لگے



دعا

جواد شیخ

ہوا ہوں خود سے دستبردار اس طرح  
دل ہی دل میں خود کو بہلانے لگے

مسکرانا تو ایک رسی عادت ہے  
جب آیا شعور ہوش ٹھکانے لگے

ممکن نہیں تمام عمر جدا رہنا  
ترے بنا دو پل بھی زمانے لگے

پوچھتے ہیں وہ وجہ نبیسی  
جوابا ہم ہنس کر دکھانے لگے

کیا جب شکوہ انکی پیرخی کا  
وہ چاہتوں کے پیوند لگانے لگے

درگزر جتنا کیا ہے وہی کافی ہے مجھے  
اب تجھے قتل بھی کر دوں تو معافی ہے مجھے

مسئلہ ایسے کوئی حل تو نہ ہو گا شاید  
شعر کہنا ہی مرے غم کی تلانی ہے مجھے

دفعتا اک نئے احساس نے چونکا سا دیا  
میں تو سمجھا تھا کہ ہر سانس اضافی ہے مجھے

میں نہ کہتا تھا دوائیں نہیں کام آئیں گی  
جاننا تھا تری آواز ہی شافی ہے مجھے

وہ کہیں سامنے آ جائے تو کیا ہو جواد  
یاد ہی اسکی اگر سینہ شگافی ہے مجھے

تھام کے تری انگلی دو ٹکڑی جاتی ہوں  
تجھ سے باتیں کرتی ہوں تیری باتیں سنتی ہوں  
ایک پیڑ کے نیچے جب ہم بیٹھ جاتے ہیں  
تیرے کاندھے پر اپنا سر میں رکھتی ہوں  
تیرے دل کی دھڑکن کے  
مدھر راگ سنتی ہوں  
تو بھی میرے ہاتھوں کو لے کر اپنے ہاتھوں میں  
عہد کرنے لگتا ہے  
ساتھ ہم رہیں گے اور کبھی نہ بچھڑیں گے  
ایک دم اور اچانک  
ہجر اور جدائی کا لمحہ آ دھمکتا ہے  
کھینچ کر تمہیں مجھ سے، دور لے جاتا ہے  
دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں  
جا بجا بکھرتے ہیں  
کیکپاٹتے ہاتھوں سے، دل کے بکھرے ٹکڑوں کو  
یکجا میں کرتی ہوں  
آنکھیں خون روتی ہیں  
لب بھی آہ بھرتے ہیں  
رتبگا اور تنہائی  
میرے گلے لگ کر خوب خود بھی روتے ہیں  
مجھ کو بھی رلاتے ہیں  
روز یونہی ہوتا ہے  
رات جب بھی آتی ہے۔۔۔۔



## صبا جرال (مناہ۔ بحرین)

رات میرے آنگن میں، جب بھی اترتی ہے  
ساتھ لے کر آتی ہے، رتبگے اور تنہائی  
میرے سونے کمرے میں رتبگے اور تنہائی  
مل کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر سجاتے ہیں  
محفل گزری باتوں کی  
سارے گزرنے لمحوں کو  
یہ اکٹھا کرتے ہیں اور پھر سناتے ہیں  
قصہ ماضی مجھ کو  
جب ملے تھے ہم دونوں  
وہ بھی لمحہ آتا ہے  
میرے اداس ہونٹوں پر، راگ چھیڑ دیتا ہے  
میری ویران آنکھوں میں، جگنو سے چمکتے ہیں

دل میں ساز بجتے ہیں

پھر میں مومنہ کراؤ نکھیں



## سہیلی

ماہ روش ملک

ہر غم اور دکھ میں میری ساتھی ہو

ہر مشکل میں کام تم میرے آتی ہو

جب بھی میں بیمار پڑ جاں تو

میری بیمار پرسی کے لیے تم آتی ہو

جب بھی مجھے بھوک لگے بریک میں

تم اپنا لٹچ مجھے شیر کراتی ہو

جب ہوم ورک میرا نہ ہو مکمل

تم ہی میرا کام مکمل کرواتی ہو

جب بھی مجھ سے ہو جائے کوئی غلطی

تم ہی مجھے آرام سے سمجھاتی ہو

جب بھی میں روتی ہوں تم ہی

مزاق کر کے مجھے ہنساتی ہو

آج تم میرے پاس نہیں ہو

تیری مادر دم مجھے آتی ہے

## اقرا سلیم۔

ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے دونوں

مل نہیں پائے تو اس پر ندامت کیسی

میں یہ چاہتی ہوں کبھی تیرے مقابل بیٹھوں

جب یہ ممکن ہی نہ تو جسارت کیسی

گر کچھڑنا ہی اختتام ہے اس کہانی کا

پھر یہ دل کش و مختصر سی رفاقت کیسی

تجھ کو مانگوں گر ہاتھ پھیلا کر تجھ سے

یہ تو محض رسوائی ہے میرے یار، محبت کیسی

تجھے خدا کا حسین کرشمہ لکھوں،  
 یا آب حیات کا چشمہ لکھوں،  
 تجھے آسمانی پری لکھوں،  
 یا آسمان کی چاندنی لکھوں،  
 تری مسکاں سے اپنی مسکاں تک کا،  
 وہ حسین ساسنر لکھوں،  
 پھر سوچا کوئی دعا لکھوں،  
 تری آنکھوں کی مستیاں،  
 ترے گالوں کی سرخیاں،  
 تری شرارتوں کی شوخیاں،  
 ترے لبوں کی مسکراہٹیں،  
 ترے تھنھے قدموں کی آہٹیں،  
 صدا سلامت رہیں،  
 تاقیامت رہیں،  
 پہلی بار ترے نام لکھوں،  
 تجھے گڑیا لکھوں،

چاند لکھوں،  
 پری لکھوں،  
 اپنی جان لکھوں،  
 اپنے سارے ارمان لکھوں،  
 آج سوچا کچھ تو لکھوں۔۔۔



## جیارا جپوت

آج سوچا کچھ تو لکھوں،  
 جو قلم اٹھایا،  
 پھر سوچا کیا تجھ پہ لکھوں،  
 شاعری میں کوئی ایسے لفظ نہیں،  
 جن سے میں تجھ پر کچھ لکھوں،  
 جو لکھنے لگی لفظوں کو تراش کر،  
 پھر سوچا تجھ کو کیا لکھوں،  
 تجھے اک گڑیا لکھوں،  
 ہا جاندا کلر لکھوں،

## انابہ رحمٰن (ڈیرہ غازی خان)

### ماہا ایمان

بچاری ہو کر تم حسین صورتوں کے  
 بیریا چاہتیں پھر نہ تم پاسکو گے  
 گر لگ جائے ٹھوکر اسی راہ میں تم کو  
 تو یاد آئیگی تم کو برستی وہ آنکھیں  
 کپکپاتا لہجہ اور لرزتے لب  
 تو یاد ہے نا تم کو کہا تھا یہ تم نے  
 کہ بند کر دو اب اپنی جھوٹی کہانی  
 زباں کو لگا تھا کہ پھر قفل ایسا  
 کہ چابی تھی جس کی تمہاری گواہی  
 گریا دئے تم کو یہ جھوٹی کہانی  
 تو لوٹا دینا ہم کو وہ عزت ہماری  
 وہ جو بن ہمارا وہ شوخی ہماری  
 وہ پاکیزگی کی گواہی ہماری

بادلوں کی اوٹ میں دیکھا چاند  
 کیسا ہے شرمایا ہوا چاند  
 من ہی من میں مسکایا چاند!  
 شب کی تاریکی میں الجھا سا  
 راج دلا رہے پیارا چاند!  
 جھیل کے اجلے پانی میں  
 آج بام پہ آیا ہے چاند  
 تاروں کے جھرمٹ میں کیوں!  
 رہتا ہے سہا سہا چاند!  
 کس کے انتظار میں بیٹھا ہے!  
 آج جھیل کنارے رویا چاند!  
 ہو جاں جب میں تنہا!  
 چپکے چپکے آنا چاند  
 میرے کمرے میں آیا!  
 اجلا اجلا ہکا چاند!  
 میں نے دیکھا ہے آج!  
 تم سے ملتا جلتا چاند (!!)

نہ کسی نے پیار سے جھولا جھلایا کبھی  
 نہ کسی نے مجھے گلے سے لگایا کبھی  
 میں روتی رہی  
 خود ہی چپ ہوتی رہی  
 میں بے وقعت رہی  
 کیونکہ میں پرکشش نہیں  
 میں بڑی ہوتی گئی  
 کسی جنگلی جھاڑی کی طرح  
 چپ چاپ، شرمندگی سے  
 پھر!

بہت خواب سجائے میں نے آنکھوں میں  
 دیکھے تھے جاگ کے کک راتوں میں  
 زندگی ہوگی اب حسین  
 ہوں گی میں کسی کے دل کی مکین

پر بد صورتی میری  
 یہاں پھر بد قسمتی میری  
 کوئی دعائے رنگ لائی  
 کوئی تصویر نہ مکمل ہو پائی  
 میری زندگی کا کیٹوس  
 رہا ہمیشہ ادھورا  
 اب تو اے مصور!  
 اسے کر دے تو پورا



## ساتویں بیٹی

منیبہ تبسم

میں اپنے ماں باپ کی ساتویں بیٹی  
 جس کی پیدائش پر بنی میری ماں مجرم  
 میری پیدائش کی خبر جب سنائی گئی  
 ہر طرف اک درد بھری خاموشی سنائی دی  
 میرے باپ کے منہ سے اک آہ نکلی  
 سرد مہری نے کہا مجھے دنیا میں خوش آمدید  
 میری ماں کے پہلے بس میں  
 نہ محبت تھی، نہ گرم جوشی  
 میں ڈھونڈتی رہ گئی دنیا میں خوشی  
 پروہ نہ میرے لیے تھی بنی

میرا گھر تھر تھر قہر



## علیشہ شیخ

آنے کا وعدہ کرو  
 اے کاش کبھی تو ایسا ہو  
 میرے انتظار کی خبر  
 تمہیں بھی ہو  
 میں آج بھی پورے چاند کی رات  
 اسی جگہ پر بیٹھ کر گھنٹوں  
 تمہارا انتظار کرتی ہوں  
 لیکن شاید  
 کچھ تھی آس کی ڈوری  
 تبھی ایک پل میں ٹوٹ گئی  
 میرا انتظار رائیگاں گیا  
 تم اپنا عہد وفا کرنے نہ آئے  
 اے کاش کہ اب تم نہ آ  
 میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ  
 اور آنکھوں کی چمک  
 اب روٹھ گئی ہے  
 میری مٹھی میں ہی  
 انتظار کے جگنو دم توڑ گئے  
 اور زندگی مجھ سے  
 خفا ہو گئی!  
 اے کاش کہ اب تم نہ آ!!!

اے کاش کبھی تو ایسا ہو  
 میری ناراضگی وحی بن کر  
 تمہارے دل پہ اترے  
 کسی شام کے پہر  
 تم مجھے منانے آ  
 تمہیں دیکھتے ہی میرے  
 ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے  
 تم مجھ سے ڈھیر ساری  
 باتیں کرو  
 اور پھر مجھے  
 انتظار کے جگنو تھما کر  
 کسی پورے چاند کی رات



## رباب الہی



## تم بھی آؤ

سدرہ امجد

سنا موسم بدل رہا ہے  
تم بھی بدل پھر جاؤ نا  
دروازے پر دستک دو  
مجھ سے ملنے آؤ نا  
دیکھو ہوائیں پاگل ہو کر  
مجھ سے تیرا پوچھ رہی ہیں  
ان ہواؤں کو چپ کروا نے  
بارش بن کر آؤ نا  
شام کا منظر جھلک رہا ہے  
سورج دیکھو ڈوب رہا ہے  
رات کے تاروں کو چمکانے آؤ نا  
رات میں بھی دیکھو  
کیسے ہجر کی تخی کھلی ہے  
رم چھم کرتے تاروں میں  
اپنی جھلک دکھلاؤ نا  
رات یہ خاموشی میں لپٹی  
ہر سوتیلی یاد کے سائے ہیں  
یادیں تیری آتی ہیں  
تم بھی بھی تو آؤ نا  
بس ایک بار تو آؤ نا

بابا آپ کو وہ گڑیا یاد ہے  
جو آپ بچپن میں لائے تھے  
میری گڑیا، چھوٹی سی۔ نازک سی  
وہ نیلی آنکھوں، بھورے بالوں والی  
میری وہ گڑیا مرگئی بابا  
آپ کو پتہ ہے بابا  
وہ ٹوٹی کتنے حصوں میں  
وہ بکھری کتنے ٹکڑوں میں  
کہیں سے پکڑے پھٹے۔ تو کہیں بال بکھرے  
کہیں سے بازو ٹوٹا، کہیں سے رنگ اڑا  
میری گڑیا مرگ، بابا  
پر دکھ تو سا، بھلا ہے۔۔۔۔۔ بابا دکھ تو سا، بھلا ہے  
آپ کی بھی تو گڑیا تھی  
کالے بالوں والی، سیاہ چمکتی آنکھوں والی  
وہ سانولی سلونی آپ کی گڑیا وہ بھی تو مرگئی بابا  
کہیں دل ٹوٹا تو کہیں مان ٹوٹا  
کہیں یقین بکھرا تو کہیں ذات بکھری  
پر بابا آپ کی مر کے ہنسی ہے  
کونے میں چھپ کے زار زار ہنسی ہے سسک سسک  
کے ہنسی ہے تڑپ تڑپ کہ ہنسی ہے  
میری گڑیا خستہ حالی میں بھی ہنسی تھی  
آپ کی گڑیا بھی دیکھیں نہ کتنا ہنسی ہے  
دکھ تو سا بھلا ہے میری گڑیا مرگئی تھی  
پر آپ کی گڑیا کو مار دیا گیا ہے۔۔  
مرگئی اب دونوں  
ایک آپ کی گڑیا ایک میری گڑیا  
دکھ تو سا، بھلا ہے۔۔

گداز قلب خوشی سے بھلا کس کو ملا  
عظیم وصف ہی انسان کا اداسی ہے

شدید درد کی رو ہے رواں رگِ جاں میں  
بلا کا رنج ہے بے انتہا اداسی ہے

فراق میں بھی اداسی بڑے کمال کی تھی  
پس وصال تو اس سے سوا اداسی ہے

تمہیں ملے جو خزانے تمہیں مبارک ہوں  
مری کمائی تو یہ بے بہا اداسی ہے  
چھپا رہی ہمیں چھپ نہیں رہی مری جاں  
جھلک رہی ہے جو زیرِ قبا اداسی ہے



شاعر عرفان ستار

## انتخاب دعا علی

غزل کے بھیں میں آئی ہے آج محرم درد  
سخن اوڑھے ہوئے ردا اداسی ہے

عجیب طرح کی حالت ہے مری بے احوال  
عجیب طرح کی بے ماجرا اداسی ہے

وہ کیف ہجر میں اب غالباً شریک نہیں  
ک دنوں سے بے مزہ اداسی ہے

وہ کہہ رہے تھے کہ شاعر غضب کا ہیرفا  
ہر ایک شعر میں کیا غم ہے کیا اداسی ہے

عجب ہے رنگ چمن جا بجا اداسی ہے  
مہک اداسی ہے باد صبا اداسی ہے

نہیں نہیں یہ بھلا کس نے کہہ دیا تم سے  
میں ٹھیک ٹھاک ہوں ہاں بس ذرا اداسی ہے

میں بتلا کبھی ہوتا نہیں اداسی میں  
میں وہ ہوں جس میں کہ خود بتلا اداسی ہے

طیب نے کوی تفصیل تو بتائی نہیں  
بہت جو پوچھا تو اتنا کہا اداسی ہے

شاعر۔ امجد اسلام امجد

انتخاب عثمان عابد

شاعر۔ لیاقت علی عاصم

انتخاب ستارہ مغل

کہیں بے کنار سے رتجگے کہیں زرنگار سے خواب دے  
ترا کیا اصول ہے زندگی؟ مجھے کون اس کا جواب دے

وحشت جاں شفق اندام ہوئی، شام بخیر  
جا اب جا بہت شام ہوئی، شام بخیر

جو بچھا سکوں ترے واسطے جو سچا سکیں ترے راستے  
مری دسترس میں ستارے رکھ مری مٹھیوں کو گلاب دے

میں نے کچھ بھی تو گنوا یا نہیں نادم نہ ہو یا ر  
مری تنہائی مرے نام ہوئی، شام بخیر

یہ جو خواہشوں کا پرند ہے اسے موسموں سے غرض نہیں  
یہ اڑے گا اپنی ہی موج میں اسے آب دے کہ سراب دے

دوستی راستے کا کام تھا منزل تو نہ تھی  
راستے ہی میں سر انجام ہوئی، شام بخیر

تجھے چھو لیا تو بھڑک اٹھے مرے جسم و جاں میں چراغ سے  
اسی آگ میں مجھے راکھ کرا سی شعلگی کو شباب دے

شاید اس موڑ پہ آ پہنچے ہیں ہم تم کہ جہاں  
خامشی ہجر کا پیغام ہوئی، شام بخیر

کبھی یوں بھی ہو ترے رو برو میں نظر ملا کے یہ کہہ  
سکوں

اب نہ کہنا کہ اٹھو صبحو ہوئی صبحو بخیر  
اب نہ کہنا کہ چلو شام ہوئی، شام بخیر

تری اک نگاہ کے فیض سے مری کشتِ حرف چمک اٹھے  
مرا لفظ لفظ ہو کہکشاں مجھے ایک ایسی کتاب دے

از قلم: بہاور فرید

شاعر۔ حسن باتش

انتخاب بیہ عمر

اب کے ظالم نے لگایا تو بہت نشانے پہ لگا ہے  
تیر کماں سے نکل کے سینے میں جا لگا ہے

تیری سرد مہری جو رویا کرتا تھا کبھی  
اب کہ تیری بے حسی پہ کھل کے ہنسنے لگا ہے

آنسو بھی اب تو اس کے منجمد ہو گئے ہیں  
خیالوں کی شوخیوں کو بھی دھچکا سا لگا ہے

جو لب کرتے تھے ترجمانی اس کی ذات کی  
اب ان لبوں کو بھی کچھ سکتہ سا لگا ہے

اب کہ پیچھے ہٹے ہیں تو کبھی نہ ملیں گے  
اس ذات کو تجھ سے نفرت کا گماں ہونے لگا ہے

قابل نہ رہے جو کوء تو نفرت بھی نہیں کرتے  
تو نظروں سے گر رہا ہے بہادر کو یہ خدشہ لگا ہے

کعبہ عشق تہہ دل میں بنا رکھا ہے  
میں نے پلکوں پہ درِ یار سجا رکھا ہے

وائے قسمت کہ وہی غیر سمجھتا ہے مجھے  
میں نے جس شخص کو دنیا سے جدا رکھا ہے

آنکھ روئی بھی تو آنسو میرے اندر ہی گرے  
یوں جدائی میں بھی اک پاسِ وفا رکھا ہے

وہ کسی روز نصیبوں کی گرہ کھولے گا  
بس اسی آس پہ اک دیپ جلا رکھا ہے

یا الہی دمِ آخر بھی انا ساتھ رہے  
پھر شہرِ وقت نے باتش کو بلا رکھا ہے

حسان احمد اعوان

انتخاب خواہش ناز

ڈاکٹر افتخار مغل

انتخاب محمد اولیس

یوں بھی محتاط نگاہوں کا بھرم رکھا گیا  
باتھ اٹھے مرے ہاتھوں میں قلم رکھا گیا

ہمارے دل میں کہیں درد ہے؟ نہیں ہے نا؟  
ہمارا چہرہ بھلا زرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

تار کٹتے ہیں میں جب تجھ سے جدا ہوتا ہوں  
سانس کو میری تری سانس میں ضم رکھا گیا

سنا ہے آدمی مر سکتا ہے پھڑپھڑتے ہوئے  
ہمارا ہاتھ چھو، سرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

بانٹنا کیسے کوئی درد کسی دوسرے کا  
روزیاں بھیجی گئیں اور شکم رکھا گیا

سنا ہے ہجر میں چہروں پہ دھول اڑتی ہے  
ہمارے رخ پہ کہیں گرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

سات رنگوں کے طلسمات سے باہر دیکھو  
آٹھواں رنگ بھی ہے اور یہ نہم رکھا گیا

کوئی دلوں کے معالج، کوئی محمد بخش  
تمام شہر میں کوئی مرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

پہلے اک زم سے اسے روکا گیا صحرا میں  
نام اس پانی کا پھر آخری زم رکھا گیا

وہی ہے درد کا درماں بھی افتخار مغل  
کہیں قریب وہ بے درد ہے؟ نہیں ہے نا؟

جیسے ملتی ہے وراثت کسی شاہ زادے کو  
ایسے عباس کے ہاتھوں میں علم رکھا گیا

میں ہوں حسان غلام ابن غلام احمد  
میرے ماتھے پہ ہے شجرہ بھی رقم رکھا گیا



لال مرچ ایک چائے کا چج  
نمک حسب ذائقہ  
میں چار سے پانچ کھانے کے چج  
(ہر ادھنیا ایک چوتھائی گھی) کٹا ہوا کوئلہ ایک عدد  
لیموں کا رس چھڑکنے کے لئے

### تربیب

پہلے پیالے میں قیمہ کو ایک کھانے کا چج پیٹا پیسٹ  
لگا کر ایک طرف رکھ دیں۔  
اب کڑاہی میں تھوڑا سا تیل گرم کر کے پیاز کو شامل  
کر کے تھوڑا سا پکائیں۔  
جب رنگ تبدیل ہونے لگے تو ادراک لہسن کا پیسٹ  
شامل کر کے تھوڑا سا پکائیں۔  
پھر اس میں قیمہ شامل کر کے اچھی طرح بھون لیں  
یہاں تک کہ اس کا تمام پانی خشک ہو جائے۔  
پھر اس میں دہی، زیرہ، کھوپرا، خشکاش، پسا گرم مصالحہ،  
پسی جانفل جاوتری، پسی لال مرچ، پسی دارچینی اور  
نمک شامل کر کے خوب اچھی طرح پکائیں۔  
جب تمام پانی اچھی طرح سے خشک ہو جائے تو اسے  
چوپر میں مین کے ساتھ اچھی طرح پیس لیں۔  
اب اسے پیالے میں نکال کر انگی کے سائز کے کباب  
بنائیں اور تیل میں ڈیپ فرائی کر لیں۔  
ہلکا گولڈن کلر نے پر نکالیں اور ایک کڑاہی میں  
رکھیں۔ اب کوئلے کو ہکا کر المیو نیم کے ٹکڑے پر رکھ کر  
کڑاہی میں رکھیں۔  
تھوڑا سا تیل ڈال کر ڈھکن بند کر دیں۔  
دو سے تین منٹ بعد کوئلہ ہٹا کر تھوڑا سا ہر ادھنیا اور  
لیموں کا رس چھڑک کر گرم گرم سرو کریں۔

اس کے بعد آخر میں چاول پر اشرفیاں، بادام، پستہ  
ناریل، کھویا، گلاب جامن اور چم چم ڈال کر ایک منٹ  
دم پر رکھیں۔ اس طرح مزیدارتجن تیار ہے۔  
خود بھی کھائیں دوسروں کو بھی کھلائیں

## لکھنوی کباب



تیاری کا وقت: 30 منٹ / ..... پکانے کا وقت:  
30-35 منٹ ..... افراد کے لیے: 4-6

### اجزا

گائے کا قیمہ آدھا کلو  
پیٹا کا پیسٹ ایک کھانے کا چج  
تیل تلنے کے لیے  
پیاز ایک عدد  
ادراک لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چج  
دہی ایک چوتھائی کپ  
زیرہ ایک چائے کا چج (کٹا ہوا)  
کھوپرا دو کھانے کے چج  
خشکاش ایک کھانے کا چج  
(گرم مصالحہ ایک چائے کا چج) پسا ہوا  
(جانفل جاوتری آدھا چائے کا چج) پسی ہوئی  
(دارچینی ایک چوتھائی چائے کا چج) پسی ہوئی

## مصالہ بیف

سدرہ خان

نمک حسب ضرورت

گارنش کے لیے ہر ادھنیا حسب ضرورت

### ترکیب:

سب سے پہلے گوشت کو اچھی طرح دھو کر خشک کر لیں۔ پھر ایک دیگی میں آئل گرم کر کے اسمیں لونگ، کالی مرچ، دارچینی اور بڑی الائچی ڈال کر کڑکڑا لیں۔ پھر اس میں گوشت ڈال فرائی کریں 5 منٹ بعد اس میں لہسن اور کک پیسٹ ڈال کر اسکا پانی خشک ہونے تک فرائی کریں۔ اسکے بعد پیاز، ٹماٹر، کٹی



مرچ، پیس لال مرچ، دہی، نمک اور 2 پیالی پانی ڈال کر ابال آنے تک تیز آگ پر پکائیں۔ ابال آنے کے بعد گلنے کے لیے دھیمی آگ پر 20 سے 25 منٹ کا پریشر لگا دیں یا ہلکی آگ پر گوشت گلنے تک

پکائیں (پریشر کے بنانی 3 پیالی ڈالا جائیگا)۔ جب گوشت گل جائیں تو تیز آگ پر آئل اوپر آنے تک اسکی بھنائی کریں۔ اس کے بعد اکپ پانی ڈال کر 10 منٹ کا دم لگادیں۔ آخر میں پیاز گرم مصالحہ، ہری مرچ لمبائی کے رخ کاٹ کر ڈال دیں اور ہرا دھنیا بھی۔ مزیدار مصالحہ بیف تیار ہے۔ نان یا روٹی کے ساتھ پیش کریں

(

بیف: 1 کلو

پیاز موٹی کٹی ہوئی: 1 پاؤ

آئل: 2 کپ

ٹماٹر باریک کٹے ہوئے: 1 پاؤ

دہی: 1 پیالی

لہسن اور کک پیسٹ: 2 کھانے کے چمچ

ہری مرچیں: 7 سے 8 عدد

کٹی لال مرچ: 2 کھانے کے چمچ

پس لال مرچ: 1 کھانے کا چمچ

لونگ: 5 عدد

ثابت کالی مرچ: 8 عدد

دارچینی: 1 ٹکڑا (2 انچ)

بڑی الائچی: 1 عدد

پیاز گرم مصالحہ: 1 ٹی سپون



## لاہوری مرغ چنے

مدیکہ راجپوت



### اجزا

1 کپ۔ آئل

2 چچ۔ سوڈا

1/2 کلو سفید چنے

1/2 کلو مرغ

1 چچ۔ کالی مرچ

1 چچ۔ نمک

1 چچ۔ سرخ مرچ

1 چھوٹا چچ۔ ہلدی

1 چکن کیوب

1 چچ۔ گرم مصالحہ

1 عدد۔ بڑا پیاز

1 چچ۔ لہسن / ادراک پیسٹ

4 چچ۔ دہی

### ترتیب

سفید چنوں کو 4 کھٹے بخونے کے بعد 2 چچ کھانے کا

سوڈا لگا کے کسی کپڑے میں باندھ کر 30 منٹ کے

لئے راکھ دو۔ اسکے بعد پریشر کو کر ایک کپ کو کنگ

آئل میں کٹے پیاز کو ہلکا بارون ہونے دے۔ اسکے

بعد لہسن ادراک کا پیسٹ شامل کرے اور چکن ڈال کر

بھونے۔ پھر نمک مرچ ہلدی شامل کرے اور 4 چچ

دہی ڈال کر بھونے۔ چنوں کو 30 منٹ کے بعد

ایچھے سے دھو لے اور کوکر میں ڈال کو بھونے اور 5

منٹ کے لئے کوکر کی سٹی بجھنے پر اتار لے اور کالی مرچ

اور ایک عدد چکن کیوب اور گرم مصالحہ شامل کر کے گرما

گرمانان کے ساتھ پیش کرئے

## بادامی شاہی ٹکڑے

## بنانے کا طریقہ



بریڈ دس سلائس

فریش کریم ایک پیکٹ

چینی ایک سو پچاس گرام

کھویا آدھا کپ

دودھ ڈھائی کپ

گرم دودھ ایک کھانے کا چچ

کٹے بادام ایک کھانے کا چچ

کئے پستے ایک کھانے کا چج

کیوڑا ایک کھانے کا چج

زعفران آدھا چائے کا چج

بریدے کے سلاسر کو چار ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔

اب گھی گرم کر کے انھیں گولڈن ہونے تک فرائی

کریں اور انھیں ٹرے میں رکھ دیں۔ زعفران اور

چینی کو ایک کپ دودھ میں ملا کر فرائی کی ہوئی برید پر

ڈالیں۔ اب بچے ہوئے دودھ میں فریش کریم اور کھویا

ڈال کر ایک منٹ تک بلینڈ کریں اور برید پر ڈال کر دس

منٹ چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اوپر کئے ہوئے بادام،

کئے پستے اور کیوڑا چھڑک کر پہلے سے گرم اوون میں

ایک سواسی ڈگری سینٹی گریڈ پر پندرہ منٹ تک بیک کر

لیں۔ بادامی شاہی ٹکڑے تیار ہیں

انڈا ایک عدد

تیل دو کھانے کے چج

بیکنگ پاؤڈر ایک چائے کا چج

(بادام پندرہ سے بیس عدد ابلے اور چھلے ہوئے

(تیل حسب ضرورت تلنے کے لیے

:شیرہ کے لیے

چینی تین پیالی

پانی ایک پیالی

چھوٹی الائچی آٹھ عدد

ایک پیالے میں میدہ، خشک دودھ، سو جی، انڈا، تیل

اور بیکنگ پاؤڈر ملا کر اچھی طرح گوندھیں اور تھوڑی دیر

کے لیے رکھ دیں، تاکہ خمیرہ ہو جائے۔

اب ایک دہیکھی میں چینی، الائچی اور پانی ڈال کر شیرہ

بنالیں۔

پھر ایک کڑاہی میں تیل گرم کر لیں۔

اب چھوٹے سائز کے گلاب جامن بنا کر درمیان میں

ابلے اور چھلے بادام رکھ دیں۔

اس کے بعد ہلکی آنچ میں انھیں تل لیں۔

ساتھ چج چلاتے رہیں، یہاں تک کہ وہ گولڈن بران

ہو جائیں۔

آخر میں انھیں شیرے میں ڈالیں اور تھوڑی دیر بعد

نکال کر گرم گرم پیش کریں۔

## مزیدار گلاب جامن



## اجزا

میدہ آدھی پیالی

خشک دودھ ایک پیالی

سو جی دو کھانے کے چج

## ایلوویرا کے فوائد

### فہمیدہ ناز غوری

ایلوویرا زمانہ قدیم سے جدید تک کئی امراض میں قدرتی آفاقی شفا بخش عامل کے طور پر مختلف بیماریوں کے علاج میں شفا یابی کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے خاص کر السر اور السر کے زخموں کو مندمل کرنے کی اسکی مخفی شفا یابی قوتوں کو تحقیق شناسی میں السر کے سوراخوں اور زخموں کو مندمل اور تندرست کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے یہ ان السروں میں "منہ کا السر حلق کا السر غذائی نالی کا السر معدہ کا السر معدہ میں زخم چھوٹی آنت کا السر بڑی آنت کا السر گیسٹرک السر اور کینسر پیپٹک السر اور کینسر سیدی آنت کا السر مقعد کا السر ورم قولون شگاف مقعدہ یومیو پیتھک علاج میں سب سے پہلے 1864 میں کانسٹنٹن ایلوویرا کو بطور دوا ثابت کیا تھا۔



ایلوویرا بالوں کے لیے کئی طرح تقویت کا باعث ہے، نہانے کے فوری بعد اس کا جیل لگا کر پانی سے بالوں کو دھو لینا بالوں کو نرم اور صحت مندر رکھنے کا باعث بنتا ہے، اسی طرح ایلوویرا کا استعمال کرتے ہوئے بالوں کو روکنے میں بھی معاون ہے، یہ سر کے اندر سے خشکی و سکری کا خاتمہ کر کے دماغ میں سکون پہنچانے کا کام کرتا ہے اور یوں بالوں کے خلیات کے لیے صحت مند ماحول بناتا ہے ساتھ ہی ایلوویرا کا جیل سر میں پیدا ہونے والے ایک ایسے جز کو بھی روکتا ہے جو بالوں کی جڑوں کو بند کر کے انہیں دوبارہ اگنے نہیں دیتا۔

حکما سر کے بالوں کے لیے تجویز کرتے ہیں کہ ایلوویرا کو اپنے سر کی جلد پر رگڑیں یا ایلوویرا سے بنا شیپو استعمال کریں۔

چہرے کی خشکی دور کرنے، جلد کو نرم و ملائم کرنے کے جہاں بہت سے ٹونکے ہیں وہیں ایک ٹونکایہ بھی ہے کہ بادام کا تیل، زیتون کا تیل، دودھ کی بالائی اور ایلو ویرا جیل ہم وزن لے کر ملا کر رات کو چہرے پر لگائیں اور صبح منہ دھولیں، آپ کو چہرے میں واضح فرق محسوس ہوگا جلد میں موجود خشکی غائب ہو جائے گی، جھریوں کا خاتمہ ہو سکے گا اور ساتھ ہی جلد روشن، چمک دار اور نرم و ملائم ہو جائے گی۔

## جھلسی ہوئی جلد بہتر کرنے میں معاون

ایلو ویرا جھلسی ہوئی جلد سے نجات دلانے کا بہترین طریقہ ہے، سونے سے پہلے ایلو ویرا جیل کو جلد کے جلے ہوئے حصے پر لگائیں صبح اٹھ کے اچھی طرح دھولیں جب تک جلن ختم نہ ہو ایلو ویرا کا استعمال جاری رکھیں۔

## سینے کی جلن کے خلاف مدافعت

گونا گوں صفات کا حامل گھیکوار کا یہ پودا خدمت خلق کے لیے کئی طرح سے حاضر ہے، یہ پودا سینے کی جلن کے خلاف مدافعت پیدا کرتا ہے جہاں یہ بالوں اور جلد کو جھلسنے سے بچانے میں مدد دیتا ہے وہیں یہ سینے کی جلن میں بھی بہترین دوا ہے، آدھا کپ ایلو ویرا کا جوس کھانے سے پہلے استعمال کریں اور سینے کی جلن سے نجات پائیں۔

رات میں آکسیجن کا اخراج دوسرے پودوں کے برعکس یہ پودا رات کو بھی آکسیجن کا اخراج کرتا ہے، جس سے آپ پرسکون نیند حاصل کر سکتے ہیں جبکہ اس پودے کو جلدی بیماریوں کو ٹھیک کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے

## سجاوٹ میں استعمال

ایلو ویرا اور اس سے ملنے جلتے پودے گھروں یا آفسز کی تزئین و آرائش کے مقاصد کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں، اکثر آفسز میں نظر آنے والے پودے ایلو ویرا یا ایلو فیملی کے پودے ہو سکتے ہیں۔

## شوگر میں مفید

شوگر کے مریض اکثر و بیشتر اس پودے کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں، چونکہ گھیکوار کا مادہ (جیل) اپنے اندر انتہائی کڑواہٹ رکھتا ہے اس لیے اس کا استعمال خون میں سے شکر کی مقدار فوری طور پر کم کر دیتا ہے، اس مقصد کے لیے بازاروں میں شوگر کے مریضوں کے لیے گھیکوار کا تیار حلوہ بھی ملتا ہے۔

چہرے کے حسن میں نکھار لانے کیلئے لوگ صدیوں سے ایلو ویرا استعمال کرتے آ رہے ہیں۔ عام طور پر ایلو ویرا کو سورج کی تمازت سے متاثرہ جلد کو درست حالت میں واپس لانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم حال ہی میں کی جانے والی تحقیق کے مطابق ایلو ویرا چہرے کی خوبصورتی میں اضافے کیلئے بیش بہا خزانے سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن کی نگہداشت کیلئے مصنوعات تیار کرنے والی پیشتر کمپنیاں ایلو ویرا استعمال کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں ماہرین صحت کی رائے کے مطابق ایلو ویرا کا جلد کی اوپری سطح پر استعمال بہتر ہے تاہم اس کا رس پینے سے صحت پر بڑی حد تک مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ماہرین کی جانب سے کی جانے والی تحقیق کے مطابق اس پودے میں قدرت نے 200 سے زائد ایکٹیو امائنو ایسڈز، وٹامنز اور اینٹی آکسی ڈینٹس رکھے ہیں جو نہ صرف جلد کی خوبصورتی میں اضافے کیلئے اہم ہیں بلکہ قلبی صحت کیلئے بہترین ہیں۔ ماہرین کی جانب سے ایلو ویرا کے جلد کی خوبصورتی میں اضافے کیلئے پانچ فوائد بتائے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔ فائدہ نمبر: 1 ایلو ویرا جیل میک اپ صاف کرنے کیلئے بہترین میک اپ ریمر کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ اس کیلئے آپ کو روئی یا شٹو اور خالص ایلو ویرا جیل درکار ہوگا۔ پس روئی یا شٹو کو ایلو ویرا جیل میں بھگو کر چہرے کا میک اپ صاف کریں اس کے باقاعدہ استعمال سے جلد جواں ہوگی۔ فائدہ نمبر 2009: 2 میں شائع ہونے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق 90 روز تک ایلو ویرا کا رس پینے سے چہرے کی جھریاں غائب ہو جاتی ہیں۔ پی سی اے سکین کی چیف سائنٹیفک آفیسر معروف ڈراما لوجسٹ جینیفر لنڈر کا کہنا ہے کہ ایلو ویرا کا جوس استعمال کرنے سے جھریوں میں کمی اور چہرے کی جلد کی لچک میں اضافہ ہوتا ہے۔ فائدہ نمبر: 3 ایلو ویرا جیل کا استعمال بھنوں کو اپنی جگہ پر سیٹ رکھنے کیلئے بہترین ہے۔ فائدہ نمبر: 4 اگر ایکٹیو یا دانیوں کی وجہ سے جلد سرخ اور سوزش زدہ ہو جائے تو ایلو ویرا جیل کے باقاعدہ استعمال سے سرخی اور سوزش میں آرام ملتا ہے اور جلد تروتازہ ہو جاتی ہے۔ فائدہ نمبر: 5 بہت سے لوگوں کو منہ کے اندرونی مسائل کا سامنا ہوتا ہے، جیسے اندرونی حصے میں سوجن یا مسوڑھوں سے خون آنا وغیرہ۔ 2014 میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ایلو ویرا جیل کو منہ کے اندر لگانے سے منہ کی سوجن اور مسوڑھوں سے خون آنے جیسے مسائل سے چھٹکارہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

# ادبی خبریں

سالانہ مشاعرہ مجلسِ فکروفن کے زیر اہتمام میونسپل کمیٹی منٹری بہا الدین میں  
زیر صدارت جناب میجر شہزاد نیر منعقد ہوا

مہمانانِ خصوصی میں جناب مظہر نیازی، میانوالی، جناب ڈاکٹر عزیز فیصل، اسلام آباد، جناب گل جہان خوشاب، جناب بابر حسین ملتان، جناب بکمل شہزاد، جناب محمد خالد جاوید گوجرانوالہ، جناب اقبال سروہ جہلم، جناب ناصر عدیم اللہ شامل تھے مقامی شعرا میں سید حسنین محسن، محمد شفیق انصاری، جنرل سیکرٹری مجلس فکروفن، ابرار انجم، اسد عباس راز، ڈنگہ، فیاض تاجور ملکوال، نوید انجم فاروقی، وحید اللہ کاشور اور مظہر اسیر نے کلام پیش کیا۔ ڈاکٹر نگینہ صدف افضال احمد بھٹی اور مرزا راشد محمود کی شرکت، کثیر سامعین نے شرکت کی اور اختتام تک داد کا ماحول رہا سٹیج سیکرٹری کے فرائض محمد ادریس قریشی صدر مجلس فکروفن پاکستان نے ادا کیے



## حرف اکادمی پاکستان کی جانب سے مرکزی دفتر حرف اکادمی پاکستان میں ایک عید ملن نشست کا اہتمام کیا گیا۔

آج کی اس نشست کی صدارت میجر حسن اسماعیل (صدر حرف اکادمی پاکستان) (نے کی)۔ مہمان خصوصی محمد گل نازک اور مہمان اعزاز محترمہ تسنیم تصدق (صدر حرف اکادمی پاکستان خواتین ونگ) (تھیں)۔

آج کی اس نشست میں جن شعرا نے کلام سنایا ان کے نام یہ ہیں  
میجر حسن اسماعیل، محمد گل نازک، محترمہ تسنیم تصدق، کرنل سید مقبول حسین، محمد بشیر رانجھا، میاں محمد اعظم،  
سلیم شرمانی، صدیق سرمد، نصرت یاب نصرت اور محمد نعیم جاوید نعیم

آج کی اس محفل میں تمام احباب نے مختلف موضوعات پر دل کھول کر بحث کی اور تبادلہ خیال کیا  
آخر میں چیرمین حرف اکادمی پاکستان کرنل سید مقبول حسین نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور مہمانوں  
کی چائے اور دیگر لوازمات سے تواضع کی گئی  
رپورٹ: محمد نعیم جاوید نعیم ناظم اعلیٰ حرف اکادمی پاکستان



معروف شاعرہ و افسانہ نگار محترمہ فائزہ شاہ کی دادی کا گزشتہ دنوں انتقال  
ہو گیا ہے .... ادارہ ماہنامہ رومان ڈائجسٹ ان کے غم میں برابر کا شریک  
ہے اور مرحومہ کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہے

## انٹرویو

ہاجرہ نور احمد

ماہر اسٹر (انڈیا)



**رومان :-** اصلی نام؟

جواب .... ہاجرہ نور احمد

**رومان :-** تاریخ پیدائش / شہر؟

جواب ----- 21/2/1978

**رومان :-** بہن، بھائی، اور آپ کا نمبر؟

جواب --- تیسرا ---

**رومان :-** تعلیم؟

ایم اے اردو، انگریزی، فارسی

ایل ایل بی، بی ایڈ

ڈی ایس ایم

**رومان :-** کیا بننے کی خواہش تھی؟

جواب -- ڈاکٹر

**رومان :-** شادی؟

جواب ... مارچ 2003

**رومان :-** لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

جواب -- اس کا مجھے بھی خیال نہیں بس مطالعہ کرتے کرتے تحریر بھی کرنے لگی

**رومان :-** پہلی تحریر؟

جواب -- غزل



**رومان:** کوئی کہانی شہرت کی وجہ سے؟

جواب۔۔ میری غزلیں

**رومان:** آپ کی فیلڈ کے بارے میں گھر والوں کی رائے؟

جواب۔۔ گھر والے کبھی بھی رکاوٹ نہیں بنے۔۔۔

**رومان:** پہلی کمائی؟ کتنی اور کہاں خرچ کی؟

جواب۔۔۔۔۔ تیس روپیہ اپنے بہن بھائیوں پر ان کی ضروریات پوری کی۔۔۔۔۔

**رومان:** تحریری دنیا سے متعلق اچھا برا تجربہ؟

جواب۔۔۔۔۔ اچھا تجربہ رہا ہمیشہ عزت ہی ملی۔۔۔۔۔

**رومان:** فخر کا کوئی لمحہ؟

جواب۔ جب دہلی کروڑی مل کالج میں میرا استقبال کیا گیا جیسے گیارہ اخبارات نے نیوز بنایا فرنٹ پیج کی وہ نیا

تجربہ میرے لیے بہت خوشی لے آیا تھا۔۔۔۔۔

**رومان:** اچھی یا بری خبر سب سے پہلے کس کو سنائی / سناتے ہیں؟

جواب۔۔۔ اچھی شئیر کرتی ہوں میرے متعلق بری خبر کبھی کسی کو نہیں سنائی لیکن یہ بھی قسمت کہ سب کو بنا کہے ہی

معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ اخبارات میں شائع ہو جاتی ہے ہمیشہ کا تجربہ رہا۔۔۔۔۔

**رومان:** وقت سے پہلے کیا ملا؟

جواب۔۔۔ محبت جس کے قابل شاید میں نہیں تھی۔۔۔۔۔

**رومان:** آپ اکثر سوچتی / سوچتے ہیں؟

جواب۔۔۔۔۔ کہ کاش میں پری ہوتی سب کے دکھ درد اپنے پاس سمٹ کر سب کو ڈھیروں خوشیاں دے

جاتی۔۔۔۔۔

**رومان:** دنیا میں کوئی تبدیلی لانے کی خواہش؟

جواب۔۔۔۔۔ دنیا سے مفلسی ختم ہو جائے تو۔۔۔۔۔

**رومان:** پاکستان کے بارے میں آپ کی سوچ؟

جواب۔۔۔۔۔ اچھا ملک ہے میرے کلمہ شریک بھائی بہن یہاں رہتے ہیں اللہ انکی حفاظت کرے۔۔۔۔۔

**رومان:** سیاست؟

جواب۔۔۔ کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔۔۔

**رومان:** کس لمحے نے زندگی بدل دی؟

جواب:۔۔ جب والدہ کی ڈانٹ سن کر گھر کے باہر قدم رکھا۔۔۔۔۔

**رومان:** رائٹر نا ہوتیں / ہوتے تو کیا ہوتیں / ہوتے؟

جواب:۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

**رومان:** پسندیدہ کتاب؟

کلیات اقبال

**رومان:** پسندیدہ رائٹر؟

ابن صفی

**رومان:** پسندیدہ رسالہ؟

جواب: خواتین دنیا، ایوان اردو، نیا دور، ترقیم و ترسیل دگر کچھ رسائل جنہوں نے اردو کے معیار کو ہمیشہ زندہ رکھا  
دنگل

، ڈرامہ ایک چادر میلی سی وغیرہ کئی تعداد ہے

، گیت؟ کئی گیت پسند ہے

میں نے دیکھی ہے ان آنکھوں کی مہکتی خوشبو، ہونٹوں سے چھو لو تم میرا گیت امر کر دو اور دگر

**رومان:** پسندیدہ اداکار،

عامر خان

**رومان:** موسیقار

، اتا مٹیکٹر، جگیت سنگھ مزل کے لیے

**رومان:** ڈرامہ نگار

پریم چندر، راجندر سنگھ بیدی

**رومان:** فیس بک انٹرنیٹ انسٹا گرام سے آپ کی دلچسپی؟

فیس بک، واٹس اپ

**رومان:** محبت؟

وجود زندگانی ہے

**رومان:** نفرت؟

کبھی کی لیکن کچھ دیر

**رومان :-** آپ کی کوئی عجیب و غریب خواہش؟

بس یہی خواہش ہے کہ دنیا کے سارے دکھ دور میں کروں

**رومان :-** نئے لکھاریوں کے لیے کوئی مشورہ جو ان کے لیے لکھتے وقت آسانی کا باعث بنے؟

جواب :- مطالعہ کرتے رہیں جو آپ کو باسانی اپ کی منزم کی جانب لے جاتا ہے تعلیم حاصل کرتے رہیں چند

لفظوں میں اپنا تعارف بیان کرنا ہو تو؟

## انٹرویو

### قراۃ العین سکندر

(لاہور)

**رومان۔** اصلی نام؟

جواب۔۔۔۔۔ قراۃ العین سکندر

**رومان۔** تاریخ پیدائش / شہر؟

جواب۔۔۔۔۔ 14 دسمبر لاہور میں

**رومان۔** بہن، بھائی، اور آپ کا نمبر؟

جواب۔۔۔۔۔ چھ بہن بھائی میرا پانچویں نمبر ہے۔

**رومان۔** تعلیم؟

یم اے

**رومان۔** کیا بننے کی خواہش تھی؟

جواب۔۔۔۔۔ رائٹر ہی بننا تھا

**رومان۔** شادی؟

جواب۔۔۔۔۔ الحمد للہ

**رومان۔** لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

جواب۔۔۔۔۔ لکھ تو بہت بچپن سے رہی ہوں لکھ کر رکھ لیتی تھی دوست کے کہنے پر ادارے میں تحریر بھیجی اور

باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا ۔۔

**رومان۔** پہلی تحریر؟

جواب۔۔۔۔۔ آنچل ڈائجسٹ میں۔ شائع ہوئی تھی۔۔

**رومان۔** کونسی کہانی شہرت کی وجہ بنی؟

جواب۔۔۔ ابھی آغاز سفر ہے پھر ایرادارے میں لکھنا جاری ہے۔ شعاع ڈائجسٹ کی تحریر سودوزیاں کا حساب بہت پسند کی گئی اور شعاع ڈائجسٹ کی ایک تحریر قسمت کو اپوارڈ سے نوازا گیا۔۔۔۔۔

**رومان۔** اپنی تخلیق کردہ پسندیدہ کہانی؟ کردار؟

جواب۔۔۔۔۔ سب کردار ہی دل سے نکلتے ہیں مگر عشق عین عبادت ایک ایسی تحریر جو دل کی گہرائیوں سے لکھی گئی ابھی منتخب شدہ ہے شائع نہیں ہوئی

**رومان۔** آپ کا تحریری (مختصر) سفرنامہ؟

جواب۔۔۔ میں اب تک پچاس سے زائد افسانے لکھ چکی ہوں جو خواتین شعاع کرن آنچل حجاب پاکیزہ دوشیزہ رداریشم سب میں مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں اس کے علاوہ دس کے قریب ناول ناولٹ بھی لکھ چکی ہوں۔ ایک قطوار ناول حجاب ڈائجسٹ میں شائع ہو رہا ہے۔ اور دوسرا سلسلہ وار ناول اگست سے آن لائن ہوگا۔۔۔۔۔

**رومان۔** آپ کی فیلڈ کے بارے میں گھروالوں کی رائے؟

جواب۔۔۔ وہ نہیں پڑھتے ہاں روکتے بھی نہیں۔۔۔

**رومان۔** پہلی کمائی؟ کتنی اور کہاں خرچ کی؟

جواب۔۔۔ بہت کم تھی گھر پر ہی خرچ کی۔۔۔۔۔

**رومان۔** تحریری دنیا سے متعلق اچھا برا تجربہ؟

جواب۔۔۔۔۔ اچھے برے لوگ ہر جگہ موجود ہیں میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے تمام اداروں سے حوصلہ افزائی ملی ہے۔۔۔۔۔۔۔

**رومان۔** فخر کا کوئی لمحہ؟

جواب۔۔۔ جب خواتین ڈائجسٹ کی مدیرہ نے میری کہانی کی تعریف کی تھی۔۔۔

**رومان۔** اچھی یا بری خبر سب سے پہلے کس کو سناتی ہیں؟

جواب۔۔۔۔۔ اپنی دوست فاطمہ خان کو۔۔۔۔۔

**رومان۔** وقت سے پہلے کیا ملا؟

جواب۔۔۔ کچھ نہیں ہر شے وقت مقررہ پر ہی ملتی ہے۔۔۔۔۔

**رومان۔** آپ اکثر سوچتی ہیں؟

جواب۔۔۔۔۔ مستقبل کے بارے میں۔۔۔۔۔

جواب۔۔۔۔۔ محبت امن آتشی۔۔۔۔۔

جواب۔ پاکستان ہمارا گھر ہے۔۔۔۔۔

## رومان - سیاست؟

جواب۔۔۔ مجھے پسند نہیں۔۔۔۔۔

## رومان - کس لمحے نے زندگی بدل دی؟

جواب۔۔۔۔۔ ابھی وہ لمحہ نہیں آیا۔۔۔

## رومان۔ رائٹر نا ہوتیں / ہوتے تو کیا ہوتیں / ہوتے؟

جواب۔۔۔۔۔ تب بھی ایک ہمدرد انسان ہوتی۔۔۔۔۔

**رومان۔** پسندیدہ کتاب؟ قرآن پاک پسندیدہ رائٹر؟ ایم اے راحت محمود احمد مودی پسندیدہ رسالہ؟

جواب۔۔ جن میں میں لکھتی ہوں۔۔۔۔۔

## رومان - پسند کی فلم، ڈرامہ، گیت؟

جواب۔۔ مجھے انگلش موویز زیادہ پسند ہیں۔۔۔۔۔ دھواں ڈرامہ سیریل ایلغا براوو چارلی اب ایسے ڈرامہ نہیں

بنتے۔۔ گیت تجھ سے ناراض نہیں زندگی حیران ہوں میں۔۔۔

## رومان - پسندیدہ اداکار

کوئی خاص نہیں موسیقار اے آ رہمان، ڈرامہ نگار؟ کوئی نہیں

## رومان۔ فیس بک انٹرنیٹ انسٹاگرام سے آپ کی دلچسپی؟

جواب اپنی تحریر کی حد تک۔۔۔۔۔

## رومان - محبت؟ نفرت؟

جواب یہ جذبات معمول کی بات ہے۔۔۔۔۔

## رومان۔ آپ کی کوئی عجیب و غریب خواہش؟

جواب۔۔۔ کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔

**رومان۔** نئے لکھاریوں کے لیے کوئی مشورہ جو ان کے لیے لکھتے وقت آسانی کا باعث بنے؟

جواب تحریر بھیجنے کے بعد اس کا انتظار کرنے کی بجائے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کی بجائے کچھ نیا لکھیں

جواب۔۔ مخلص حساس ہمدرد انسان۔۔۔۔۔

جواب میری تنہائی۔۔۔۔۔

جواب۔۔۔ نہیں یہ معمول کی باتیں ہیں۔۔۔۔۔

جواب۔۔ ان شاء اللہ لکھنے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔

جواب۔۔۔ ایک وقت آتا ہے ایسا بھی زندگی میں جب انسان اس سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔۔۔۔

جواب۔ جی کھانا بنانا آتا ہے بریانی۔